کتاب کے جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب قصد طبع نہ کرے (پبلشر)

شیر دل خواتین اسلام

مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی

جس میں

خولہ بنت ازور اسلامی بہادر حضرت ضرار کی ہمشیرہ جس کے مجاہدانہ کارناموں نے ملک شام میں تہلکہ مچا دیا۔ رابعہ بصری جو ہر بات کا جواب قرآن کی آیات سے دیتی تھیں۔ حضرت شہربانو جو معرکہ کربلا میں امام حسین کے ساتھ تھیں۔ بکارہ و زرقا عرب کی شعلہ بیان خاتون، زبیدہ خاتون جن کی سخاوت کا آج تک جواب نہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک خاتون کیلئے نہایت ضروری ہے۔ کوئی گھر اور سکول اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔

ملنے کا پتہ

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور پاکستان

قیمت تین روپے

DATA ENTERED

Marfat.com

امہات المومنین

مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی

دنیائے اسلام کی وہ کتاب نایاب جس کا ہر اسلامی گھر میں ہونا نہایت ضروری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی زندگیوں کے حالات مفصل طور پر درج ہیں مسلمان عورتوں کے لئے یہی وہ واحد کتاب ہے۔ جس کے مطالعہ سے ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی منور ہو سکتی ہے۔ یہ کتاب خاص طور پر چھاپی گئی ہے۔ تاکہ اس زمانے کی خواتین اسلام اسے پڑھ کر سبق حاصل کریں۔ اور اپنی پستی و پست خیالی کو دور کر کے امہات المومنین کے نقش قدم پر چل کر قوم کو پھر معراج ترقی پر پہنچا دیں۔ قوم کی تعمیر عورتوں سے ہی ہوتی ہے۔ اور عورتیں ہی اپنے نونہالوں کو تربیت دے کر ہونہار اور قابل بنا تی ہیں۔ اور یہی بچے بڑے ہو کر قوم کی قسمت بناتے ہیں۔ بچیوں کو اس کتاب کا پڑھایا جانا ضروری ہے نیز پڑھی لکھی خاتون کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی ان پڑھ بہنوں کو پڑھ کر سنائیں۔

قیمت تین روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور (پاکستان)

(حجازی پریس لاہور میں باہتمام حافظ محمد اسمٰعیل صاحب پرنٹر چھپا اور محمد جہانگیر صاحب پبلشر نے شائع کیا)

Marfat.com

شیر دل خواتین اسلام

پہلا باب

خولہؓ بنت ازور

خولہؓ بنت ازور بن سنان بن طارق مشہور صحابی حضرت ضرارؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ نہایت خوب رو اور بڑی دلیر تھیں۔ انہیں دیکھنے والوں کا بیان ہے۔ کہ ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ نقش ونگار نہایت دلکش تھے۔ دانت ہموار اور سچے موتیوں کی لڑی معلوم ہوتے تھے۔ انہیں اپنے بھائی ضرارؓ سے اور ضرارؓ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ جب وہ اپنے بھائی کے ساتھ ملک شام میں آئی ہیں۔ تو نوخیز و کمسن تھیں باوجود خوبصورت اور نازک اندام ہونے کے بڑی دلیر اور مستقل مزاج تھیں۔ کسی مشقت سے نہ گھبراتی تھیں۔ فنون حرب سے خوب واقف تھیں۔ نہایت اچھی تیر انداز تھیں۔ ان کا نشانہ بہت کم خطا کرتا تھا۔ نیزہ بازی میں بھی کمال تھا۔ تلوار کے خوب ہاتھ نکالتی تھیں۔ گھوڑے کی سواری

Marfat.com

کا یہ حال تھا۔ کہ شریر سے شریر گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو جاتی تھیں۔

مجاہدین کی خدمت کرنے کا بڑا شوق تھا جب آتش جنگ بھڑک اٹھتی مسلمان لڑائی میں مصروف ہو جاتے۔ تو وہ مشکیزہ اٹھا کر پانی پلاتی پھرتیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی تیمار داری کرتیں۔ کسی بات سے عار نہ کرتیں۔

انہیں لڑنے کا بھی شوق تھا۔ بہت سے معرکوں میں شریک ہوئیں ہم ان کی بہادری کے چند واقعات قلم بند کرتے ہیں۔

اسلامی جوش

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلافت کے زمانہ میں مسلمانوں نے ملک شام کے مشہور شہر دمشق کا محاصرہ کیا۔ اس وقت حضرت خالد بن ولید سالار اعظم تھے۔ دمشق میں ہرقل اعظم کا داماد حاکم با فرماں روا تھا۔ اگرچہ اسکے پاس کافی فوج تھی۔ لیکن اس پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی۔ اس نے ہرقل اعظم سے مدد طلب کی۔ ہرقل اعظم نے حمص کے والی وردان کی معیت میں بارہ ہزار جرار سوار اہل دمشق کی مدد کے لئے بھیجے۔ مسلمانوں کے جاسوسوں نے حضرت خالد بن الولید کو وردان کی آمد کی اطلاع دی۔ لیکن جاسوسوں کو وردان کے لشکر کی تعداد معلوم نہیں ہوئی تھی۔ حضرت خالدؓ نے ابو عبیدہ سے مشورہ کر کے حضرت ضرارؓ بن الازور کو پانچ سو مجاہدین کے ساتھ روانہ کر کے تاکید کی۔ کہ اگر دشمن کی تعداد زیادہ نہ ہو۔ تو اس سے لڑنا۔ اور اگر

Marfat.com

زیادہ تعداد ہو۔ تو فوج کا اندازہ کر کے واپس لوٹ آنا۔

حضرت ضرارؓ بیت لہیا میں پہنچے، یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے والد آذر بت تراش بت بنایا کرتے تھے عیسائیوں کا لشکر سامنے سے آ رہا تھا۔ مسلمانوں نے دیکھ کر اندازہ کر لیا۔ کہ بارہ ہزار سے کم نہیں ہے۔ ان کے ہتھیار، گھوڑوں کے ساز، زرہ بکتر اور خود وغیرہ دھوپ میں چمک رہے تھے۔ صحابہ رسول اللہ صلعم نے حضرت ضرارؓ سے کہا۔ ہم بہت تھوڑے ہیں۔ دشمن بہت زیادہ ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم واپس لوٹ چلیں۔ حضرت ضرارؓ نے کہا۔ قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں ضرور دشمنوں سے لڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے کبھی پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہوئے نہ دیکھے گا۔ باری تعالیٰ نے خود فرماتا ہے۔ فلا تولوھم الادبار یعنی تم پشت نہ پھیرو۔

نافع بن عمیرۃ الطائی بھی ضرارؓ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا۔ مسلمانو! شہادت ہماری عین تمنا ہے۔ پھر دشمن کے خوف سے پشت کیوں پھیریں۔ حملہ کرو۔ اور یہ دعا مانگو۔ ربنا افرغ علینا صبرا یعنی اے اللہ ہمیں صبر عطا فرما۔

یہ سن کر تمام مسلمان مستعد ہو گئے۔ حضرت ضرارؓ انہیں ساتھ لے کر کمینگاہ میں چھپ گئے۔ انہوں نے ہاتھ میں ایک لانبا نیزہ لے لیا جب عیسائی ان کے قریب آئے۔ تو مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگا کر دفعتہً عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔

نعرۂ تکبیر کی آواز سن کر عیسائی کانپ گئے۔ جب مسلمانوں کو دیکھا۔ تو ان پر اور بھی ہیبت چھا گئی۔ ضرارؓ نے جھپٹ کر عیسائی علم بردار کے نیزہ مارا۔ انی

Marfat.com

اسکے سینہ کو توڑ گئی۔ وہ چیخ مار کر گھوڑے سے گرا۔ ساتھ ہی علم بھی زمین پر آ رہا وردان کے قریب ایک بہادر شہسوار عیسائی صلیب اٹھائے آ رہا تھا۔ ضرارؓ نے اس پر بھی حملہ کیا۔ نیزہ نے ناف سے آنتوں تک شگاف کر دیا۔ وہ بھی چلاتا ہوا مع صلیب کے گرا۔

وردان پر رعب چھا گیا۔ وہ پیچھے ہٹا۔ ضرارؓ نے اس کے تعاقب میں گھوڑا دوڑا دیا۔ اور رومیوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے انہیں ٹھکانے لگاتے بڑھے اسی عرصہ میں مسلمانوں نے عیسائیوں پر نہایت شدت سے حملہ کر دیا عیسائی بھی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ نہایت خونریز جنگ ہونے لگی۔

حضرت ضرارؓ عیسائیوں کو مارتے کاٹتے برابر بڑھے چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ وہ قرائن سے سمجھ گئے تھے۔ کہ وردان اس لشکر کا سردار ہے۔ اس کے پیچھے لگے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ گئے۔ اور نیزہ سے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ اسی وقت وردان کے بیٹے حمران نے ان کے بائیں بازو پر نیزہ مارا۔ وار کاری لگا۔ ان کا بازو سست ہو گیا۔ اس عرصہ میں وردان ان کی زد سے نکل گیا۔ ضرارؓ نے جوش میں آ کر اس زور سے حمران کے نیزہ مارا۔ کہ پسلیوں کو کھولتا ہوا دل کو چیر کر پشت تک پہنچ گیا۔ جب ضرارؓ نے نیزہ کھینچا۔ تو پھل حمران کے جسم ہی میں رہ گیا۔ نیزہ بغیر انی کے نکلا۔ یہ دیکھ کر عیسائیوں نے چاروں طرف سے ان پر نرغہ کر دیا۔ اور اتنا موقعہ نہ دیا۔ کہ وہ تلوار نکال لیں۔ بہت سے عیسائی انہیں لپٹ گئے۔ اور انہیں گرفتار کر لیا۔

چند مسلمانوں نے حضرت ضرارؓ کو گرفتار ہوتے دیکھا۔ وہ انہیں چھڑانے کے لئے جھپٹے۔ لیکن بے شمار عیسائی ان کے اور ضرارؓ کے درمیان میں آ گئے۔ مسلمان ضرار تک نہ پہنچ سکے۔ لڑائی اور بھی تیزی سے ہونے لگی۔ کچھ جاسوس راہبری کے لئے ساتھ آئے تھے۔ یہ لوگ عیسائی تھے مگر مسلمانوں کے خیر خواہ تھے۔ وہ دوڑے اور انہوں نے خالدؓ بن الولید سے یہ واقعہ جا کر کہا۔ یعنے وردان کے بیٹے کو ضرارؓ کا قتل کر ڈالنا۔ اور عیسائیوں کا انہیں گرفتار کر لینا۔

حضرت خالدؓ کو بڑا افسوس تھا۔ انہوں نے میسرہ بن مسروق العبسی کو اپنی جگہ پر چھوڑا۔ اور ایک ہزار سوار لے کر نہایت تیزی سے روانہ ہوئے۔ وہ دوڑے جا رہے تھے۔ سب نے اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ رکھے تھے۔ حضرت خالدؓ سب سے آگے تھے۔ انہوں نے ایک سوار کو کمیت گھوڑے پر سوار نیزہ ہاتھ میں لئے اس تیزی سے جاتے دیکھا۔ کہ گھوڑے کا پیٹ زمین سے مل مل جاتا تھا۔ اس نے چادر کا فرغل سا بنا رکھا تھا۔ ایک رومال سر کے چاروں طرف لپیٹ رکھا تھا۔ اور منہ سے ڈھاٹا باندھ رکھا تھا۔ وہ اس طرح زین پر جا بیٹھا تھا۔ جیسے اس میں وصل ہو۔

حضرت خالدؓ نے اپنا گھوڑا تیز کر کے اس سوار کو پکڑنا چاہا۔ لیکن نہ پکڑ سکے۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ خدا کی قسم یہ سوار بڑا بہادر ہے۔ کاش میں جان سکتا۔ یہ کون ہے۔

ادھر رافع بن عمیرۃ الطائی اور ان کے ساتھی نہایت استقلال سے لڑائی میں مصروف تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ زندگی محال اور شہادت

Marfat.com

یقینی ہے۔ دفعتہً انہوں نے اس چادر پوش سوار کو دیکھا۔ جسے خالدؓ نے دیکھا تھا۔ اس نے علیسائیوں کی صف پر اس طرح حملہ کیا۔ جس طرح باز چڑیوں پر حملہ کرتا ہے۔ اس نے جس صف پر حملہ کیا تھا۔ اسے ہلا دیا۔ اس کے کئی سواروں کو مار کر گرا دیا۔ اس صف کو توڑ دیا۔ پھر وہ دوسری صف پر حملہ آور ہوا۔ کچھ دیر غائب رہا۔ پھر باہر نکلا۔ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بہت سے علیسائیوں کو مار ڈالا ہے۔ کیونکہ اس کی چادر خون سے تر ہو رہی تھی۔

سوار کی حرکتوں سے معلوم ہوتا تھا۔ اس نے بہت سے علیسائیوں کو مار ڈالا ہے۔ اسے جوش ہے غصہ ہے اضطراب ہے۔ اور رنج و قلق ہے۔ وہ حملہ کرنے سے پہلے ادھر ادھر جھکتا تھا۔ اور پھر پر زور حملہ کر کے دو چار علیسائیوں کو قتل کر ڈالتا تھا۔ کبھی صفوں میں گھس جاتا تھا۔ کبھی باہر نکل آتا تھا۔ نیزہ سے حملے کر کے علیسائیوں کو بری طرح قتل کر رہا تھا۔

رافع بن عمیرۃ الطائی کہتے ہیں۔ کہ میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس سوار کو خالدؓ بن الولید سمجھا۔ اس سرفروشی اور اس جوش کے ساتھ وہی حملے کر سکتے تھے۔

عین اس وقت اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز آئی۔ مسلمانوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ انہیں سب سے آگے خالدؓ اور ان کے پیچھے ان کی سپاہ دوڑ کر آتی نظر آئی۔ رافع اور ان کے ساتھیوں کو بڑا تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ چادر پوش کو خالدؓ سمجھ رہے تھے۔ اسی وقت وہ سوار بھی علیسائیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا باہر نکلا۔ اس نے داہنی طرف نیزہ مار کر ایک علیسائی کو گرا دیا۔ پھر بائیں طرف حملہ

کر کے دوسرے عیسائی کو ختم کر ڈالا۔

اس عرصہ میں حضرت خالد رافع کے پاس پہنچ گئے۔ رافع نے ان سے پوچھا۔ یہ سوار کون ہے۔ اپنی جان راہ خدا میں خرچ کر رہا ہے۔ ہم سب تو یہ سمجھتے تھے۔ کہ آپ ہیں۔

خالدؓ نے کہا۔ خدا کی قسم میں خود اسے نہیں جانتا۔ میں نے اپنے سے آگے اسے دوڑ کر آتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس کی دلیری نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔

اس عرصہ میں وہ سوار صفوں کو چیرتا ہوا قلب میں گھسا چلا گیا۔ وہ جس طرف حملہ کرتا تھا۔ سارا لشکر جنبش میں آجاتا تھا۔ حضرت خالدؓ اور رافع اور ان دونوں کے ہمراہیوں نے گھوڑوں کی باگیں ملا لیں۔ اور عیسائیوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے۔ اس وقت وہ سوار عیسائیوں کے قلب سے باہر نکلا۔ وہ اور اس کا گھوڑا خون میں تر تھے۔ اس کی شجاعت کا یہ حال تھا۔ کہ وہ بے دھڑک صفوں میں گھس جاتا۔ اور چار پانچ رومیوں (عیسائیوں) کو قتل کر کے ہی پلٹتا تھا۔ اب اس سے عیسائی گھبرانے اور کترانے لگے تھے۔ جب اسے حملہ کرتے دیکھتے۔ تو پیچھے ہٹ جاتے۔

حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں نے نہایت سخت حملہ کیا۔ رومی پہلے ہی حملہ کی تاب نہ لاسکے۔ بھاگ نکلے مسلمانوں نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کیا۔ وہ سوار اب بھی سب مسلمانوں سے آگے تھا۔ اور سب سے زیادہ عیسائیوں کے قتل میں کوشش کر رہا تھا۔

Marfat.com

جب مسلمان واپس آکر ایک جگہ جمع ہوئے۔ تو وہ سوار بھی ان کے پاس آگیا۔ وہ خون میں آلودہ ہونے کی وجہ سے گل ارغوان معلوم ہو رہا تھا۔ (ارغوان کا پھول تیز سرخ رنگ کا ہوتا ہے) حضرت خالدؓ نے اُس سے کہا خدا تجھے جزائے خیر دے۔ تو نے خوب دشمنانِ خدا پہ اپنا غصہ نکالا۔ بتا تو کون ہے۔ ہماری آگہی کے لئے اپنا ڈھاٹا کھول دے۔

بجائے جواب دینے اور ڈھاٹا کھولنے کے وہ سوار مسلمانوں کی صفوں میں چھپنے لگا۔ چند مسلمانوں نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا۔ اے نیک مرد تجھے تیرا سردار پکارتا ہے۔ اور تو جواب نہیں دیتا۔ یہ بری بات ہے چل ان کے پاس اور ان کی بات کا جواب دے۔

سوار اب بھی خاموش رہا۔ حضرت خالدؓ خود اس کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا۔ برادر عربی! تیرے معاملہ نے ہمیں حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ بتا تو کون ہے؟

اب سوار نے جواب دیا۔ اس کا لہجہ زنانہ تھا۔ اس نے کہا۔ اے سردار! میں نے جواب دینے میں نافرمانی کی وجہ سے روگردانی نہیں کی۔ بلکہ مجھے شرم آئی۔ کیونکہ میں پردہ نشیں خواتین میں سے ہوں۔

سب کو یہ سن کر اور بھی تعجب ہوا۔ خالدؓ نے پوچھا۔ تم کون ہو؟

سوار نے جواب دیا۔ میں خولہ ہوں۔ ازورؓ کی بیٹی۔ ضرارؓ کی بہن

خالدؓ۔ کیوں نہ ہو۔ اس باپ کی بیٹی ہو۔ جس نے مشرکوں اور کافروں کو ملا دیا تھا۔ جو راہ خدا میں شہید ہو گیا۔ اس بھائی کی بہن ہو۔ جس کا وار بھی

خالی نہیں جاتا۔ اور جس کی صورت دیکھتے ہی دشمن کانپ اٹھتا ہے لیکن تم آئیں کیسے؟

خولہؓ ہیں خواتین عرب کے ساتھ بیٹھی تھی۔ کہ اپنے بھائی ضرارؓ کے قید ہونے کی خبر سنی۔ مجھے بھائی سے بے حد محبت ہے غم سے میرا دل ٹکڑے ہو گیا۔ میں اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئی۔ یہاں آئی۔ میں نے ناکسوں پر حملہ کیا۔ میں ان کے قلب تک گھس گئی۔ لیکن میں نے اپنے بھائی کو نہ پایا۔ آپ نے دیکھا ہے۔ وہ کہاں ہیں۔

حضرت خالدؓ اور دوسرے مسلمان ان کی بھولی باتیں سن کر پر آب ہو گئے۔ انہوں نے کہا۔ خولہؓ صبر کرو۔ ابھی تمہارے بھائی کا پتہ نہیں چلا۔ چلو عیسائیوں کا پیچھا کریں۔

حضرت خالدؓ چلے۔ خولہ ان سے آگے چلیں۔ اور مسلمان حضرت خالدؓ سے بھی پیچھے رہ گئے۔ عیسائی کچھ دور چل کر رک گئے تھے۔ وہ اپنے لشکر کو ترتیب دے کر باقاعدہ پسپا ہونا چاہتے تھے۔ ابھی وہ صفیں ہی مرتب کر رہے تھے۔ کہ خولہؓ ان پر حملہ آور ہوئیں۔ انہوں نے ایک ہی حملہ میں دو تین عیسائیوں کو مار ڈالا۔ چند عیسائی افسروں نے کہا۔ اگر سارے عرب ایسے لڑنے والے ہیں۔ جیسا یہ سوار ہے۔ تو مسیح کی قسم ہم میں سے ایک بھی زندہ بچ کر نہیں جا سکتا۔ انہوں نے پھر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ وردان نے غضبناک ہو کر کہا۔ سختی ہو تم پر۔ تھوڑے سے مسلمانوں کے سامنے سے بھاگے جاتے ہو۔ جب ہرقل اعظم سنے گا۔ تو کیا کہے گا۔ عیسائی رک گئے۔ اس عرصہ

Marfat.com

میں حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھی بھی آ پہنچے۔ اور انہوں نے آتے ہی اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ عیسائیوں کی اگلی صفیں پچھلی صفوں پر جا گریں مسلمانوں نے عیسائیوں کی صفیں توڑ ڈالیں۔ اور نہایت جوش سے حملے کرنے لگے۔ خولہ بھی بڑی جانبازی سے لڑ رہی تھیں۔ وہ حملے بھی کر رہی تھیں۔ اور درد انگیز اشعار بھی پڑھ رہی تھیں۔ حضرت خالد ان کی حفاظت کے لئے ان کے قریب پہنچ گئے تھے۔ خولہؓ یہ اشعار پڑھ رہی تھیں۔

اَیْنَ الضِّرَارُ لَمَا أَرَاہُ یَوْمِیْ وَلَا یَرَاہُ مَعْشَرِیْ وَ قَوْمِیْ

یَا وَاحِدِیْ یَا ابْنَ أُمِّیْ كَدَّرْتَ عَیْشِیْ وَ اَزَلْتَ نَوْمِیْ

یعنی ضرارؓ کہاں ہیں آج میں انہیں نہیں دیکھتی ہوں۔ اور میرے عزیز اور میری قوم انہیں نہیں دیکھتی۔ اے میرے اکلوتے اے میرے بھائی۔ تم نے میرے آرام کو مکدر کر دیا۔ اور میری نیند کو کھو دیا۔

خولہؓ نہایت اچھی شاعرہ بھی تھیں۔ فی البدیہہ شعر کہہ لیا کرتی تھیں۔ ان کے اشعار سن کر مسلمان رونے لگے۔ ہر چند سب نے تلاش کیا۔ مگر ضرارؓ کا پتہ نہ چلا۔ تھوڑی دیر میں عیسائی پھر شکست کھا کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ دور نکل گئے۔ مسلمان لوٹ آئے۔ خولہ ہر مسلمان سے ضرار کو پوچھنے لگیں۔ لیکن کوئی بھی یہ نہ بتا سکا۔ کہ وہ کہاں ہیں۔ خولہ نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔

اے میرے بھائی کاش مجھے معلوم ہو جاتا۔ کہ اس جنگل میں تمہیں خون آلودہ کر کے ڈال دیا ہے۔ کاش تمہاری یہ بہن تم پر قربان ہو جاتی۔ کیا یہ

Marfat.com

قسمت میں یہ ہے۔ کہ میں تمہیں پھر دیکھوں۔ تم نے اپنی بہن کے دل میں اپنی مفارقت کا ایسا شعلہ چھوڑا ہے۔ جو کبھی سرد نہ ہوگا۔ تم اپنے باپ سے جا ملے۔ تم پر میرا ملاقات کے دن تک سلام ہو۔

ان کا یہ کلام سن کر خالدؓ بے چین ہو کر رونے لگے۔ انہوں نے پھر عیسائیوں کا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا۔ اسی وقت عیسائیوں کی ایک جماعت ان کے پاس بھاگ کر آئی۔ اور مسلمانوں کے پاس آ کر انہوں نے اپنے ہتھیار پھینک دئے۔ اور "امان" امان پکارنے لگے۔

خالدؓ نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ کیوں آئے ہو۔

انہوں نے جواب دیا ہم حمص کے باشندے ہیں۔ مصالحت کے لئے آئے ہیں۔

خالدؓ۔ تم سے حمص پہنچ کر صلح کی جائے گی۔ پہلے یہ بتاؤ۔ تمہیں ہمارے اس ساتھی کا کچھ حال معلوم ہے۔ جس نے تمہارے سردار کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔

انہوں نے کہا۔ کیا تم انہیں پوچھتے ہو۔ جو ننگے بدن لڑ رہے تھے۔ انہوں نے ہمارے بہت سے دلیروں کو مار ڈالا ہے!

خالدؓ۔ ہاں میں انہیں ہی پوچھتا ہوں۔

عیسائی۔ وردان نے انہیں اونٹ پر سوار کر کے سو سواروں کی حفاظت میں حمص بھیجا ہے۔ تاکہ وہاں سے ہرقل اعظم کی خدمت میں بھیجے۔ اور بادشاہ پر اپنی شجاعت ظاہر کرے۔

Marfat.com

خالدؓ نے کہا۔ انشاء اللہ اب ہم انہیں پکڑ لیں گے۔

انہوں نے رافع بن عمیرۃ الطائی سے کہا تم سو مجاہدین اسلام کو ساتھ لے جاؤ۔ یقین ہے ضرارؓ تک پہنچ جاؤ گے۔

جب رافعؓ تیار ہوئے۔ تو حضرت خولہؓ نے حضرت خالدؓ سے کہا۔ مجھے بھی اس لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے۔

خالدؓ۔ ہاں شوق سے جاؤ۔ (پھر رافعؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔) تم خولہؓ کی دلیری سے خوب واقف ہو۔ انہیں بھی اپنے ساتھ لے لو۔

رافع سو سواروں اور خولہؓ کو ساتھ لے کر نہایت تیزی سے روانہ ہوئے۔ وہ اس نواح سے خوب واقف تھے۔ ایک غیر معروف راستہ سے چلے۔ جب وہ اس سڑک اعظم پر پہنچے۔ جو سلمیہ ہوتی ہوئی حمص کو گئی تھی۔ تو انہوں نے وہاں گھوڑوں کے قدموں کے نشان نہ دیکھے۔ رافعؓ نے خوش ہو کر کہا۔ بشارت ہو تم کو اے مسلمانو! ابھی رومی عیسائی یہاں تک نہیں پہنچے۔ انہوں نے وادی الحیات میں اپنے ساتھیوں کو چھپا دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں عیسائی نمودار ہوئے۔ ان کے بیچ میں حضرت ضرارؓ ایک اونٹ پر بندھے بیٹھے تھے۔ وہ دردناک لہجہ میں اشعار پڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ان اشعار کا مطلب یہ تھا۔

اے قاصد میری قوم اور میری بہن خولہؓ کو خبر دے۔ کہ میں اسیر ہوں۔ میری مشکیں بندھی ہوئی ہیں۔ اونٹ پر سوار ہوں۔ میرے گرد ملک شام کے مشرک عیسائی ہیں۔ میں ننگا ہوں۔ اور وہ سب زرہ پوش ہیں۔ اے دل تو رنج و حسرت میں مر جا۔ اے آنسوؤ میرے رخساروں پر بہہ جاؤ۔ جب تک

میں اپنی بہن خولہؓ کو نہ دیکھوں۔

ان کے ان اشعار کا حضرت خولہؓ پر بڑا اثر ہوا۔ وہ جلدی سے کمینگاہ سے نکلیں۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ اے بھائی بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مدد بھیجی۔ میں تمہاری بہن خولہ ہوں۔

اسی وقت رافعؓ اور تمام مسلمان بھی کمینگاہ سے نکل آئے۔ سب سے پہلے خولہؓ نے حملے کر کے تین عیسائیوں کو مار ڈالا۔ پھر ایک ایک مسلمان نے ایک ایک عیسائی کو ٹھکانے لگا دیا۔ چند ہی لمحوں میں تمام عیسائی مارے گئے۔ حضرت خولہؓ نے ضرار کی بندشیں کاٹ کر انہیں رہا کیا۔ ضرار نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ خوش ہو کر بہن سے ملے۔ رافعؓ حضرت ضرارؓ کو ساتھ لے کر لوٹ آئے۔ خولہؓ کی بے مثل بہادری کا تذکرہ تمام اسلامی لشکر میں ہو گیا۔

قومی حمیّت

جب وردان کی شکست اور اس کے بیٹے کے مارے جانے کی اطلاع ہرقل اعظم کو ہوئی۔ تو اس نے نوے ہزار فوج اس کے پاس بھیجی۔ اور اسے حکم دیا۔ کہ وہ اجنادین کی طرف سے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کرے۔ اور اہل دمشق کو بچائے۔ وردان اس عظیم الشان لشکر کو لے کر اجنادین میں آ ٹھہرا۔

حضرت خالدؓ کو اس کے آنے کی اطلاع ہو گئی۔ اب دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اول وردان سے لڑنا ضروری ہو گیا چنانچہ حضرت خالدؓ نے حضرت

Marfat.com

ابو عبیدہؓ سے کہا۔ وہ لشکر لے کر اجنادین چلیں۔ اور وہ خود یعنی حضرت خالدؓ خواتین اسلام کے ساتھ آئینگے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا۔ مناسب یہ ہے۔ کہ تم لشکر لے کر چلو۔ اور میں دختران عرب کو ساتھ لے کر آتا ہوں۔

حضرت خالدؓ لشکر لے کر چل پڑے۔ اہل دمشق مسلمانوں کے کوچ کرنے سے بہت خوش ہوئے۔ دمشق میں بولص بن بلقا نہایت بہادر سردار تھا۔ اسے بطریق کہتے تھے۔ اس نے جب دیکھا۔ کہ مسلمانوں کی عورتیں تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ پیچھے رہ گئی ہیں۔ تو اس نے دس ہزار سوار آزمودہ کار لے کر ان کے تعاقب میں چلنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ مسلح ہو رہا تھا۔ تو اس کی بیوی نے پوچھا۔ تم نے کہاں جانے کا ارادہ کیا ہے۔

بولص نے جواب دیا۔ میں عربوں کا تعاقب کرنے جا رہا ہوں۔ ان کی عورتیں پیچھے رہ گئی ہیں۔ عجب نہیں کہ میں انہیں پکڑ لاؤں۔

اس کی بیوی نے کہا۔ عرب بڑے غیور ہیں۔ وہ اس بات کو برداشت نہ کریں گے۔ دمشق کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ آج تم ہرگز نہ جاؤ۔ گھر میں بیٹھے رہو۔ میں نے رات ایک ہولناک خواب دیکھا ہے۔

بولس۔ کیا دیکھا ہے۔

بیوی۔ میں نے دیکھا ہے۔ تم چڑیوں کے شکار کو گئے ہو۔ کمان لے کر تیروں سے چڑیوں کو نشانہ بنا رہے ہو۔ بعض چڑیاں زمین پر گر گئیں لیکن پھر اڑ گئیں۔ اور تھوڑی ہی دیر کے بعد تیز چنگل والی چڑیاں تم پر اور تمہارے

ساتھیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ انہوں نے جس شخص کے چنگل مارے۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ یہاں تک کہ تمہارے تمام ساتھی بھاگ نکلے۔ ایک بڑی شکاری چڑیا نے تمہارے بھی چنگل مارا۔ اور تم بھی بیہوش ہو کر گر پڑے۔

بولص نے غصہ میں آ کر اپنی بیوی کے منہ پر طمانچہ مار کر کہا۔ خرابی ہو تیری، تو نے مجھے خواب نہ سنائی۔ تیرے دل میں اہل عرب کا خوف سما گیا ہے۔ اس لئے تو خواب میں بھی انہیں ہی دیکھتی ہے۔ اندیشہ نہ کر میں دختران عرب کو تیری کنیزیں اور سردار عرب کو تیری بکریوں کا چرواہا بناؤں گا۔

بولص اپنے بھائی بطرس اور دس ہزار سواروں کو ساتھ لے کر قلعہ سے نکلا۔ اور ابو عبیدہؓ پر جا ٹوٹا۔ ابو عبیدہ کے ساتھ کل ایک ہزار سوار تھے۔ وہ عیسائیوں سے لڑنے لگے مسلمان عورتوں اور بچوں میں انتشار پیدا ہو گیا۔ بولص حضرت ابو عبیدہؓ اور ان کے ساتھیوں سے لڑنے لگا۔ اور بطرس نے عورتوں پر حملہ کر کے بہت سی عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیا۔ ان عورتوں میں خولہؓ، ام ابانؓ ام حکیمؓ بنت رعوث، عفیرؓ بنت غفار، سلمہؓ بنت نعمان، لبنیؓ بنت سالم وغیرہ تھیں۔ وہ اچانک گرفتار ہو گئیں۔ بطرس اسی وقت انہیں ساتھ لے کر چل پڑا اور نہر استریاق پر ٹھہرا۔

ابو عبیدہ اور ان کے ساتھیوں نے بولص اور اس کے ہمراہیوں سے جنگ شروع کر دی۔ سہیل بن صباح نے دوڑ کر حضرت خالدؓ کو اس واقعہ کی اطلاع کی۔ حضرت خالدؓ اس وقت پانچ ہزار مجاہدین کو لے کر دوڑے۔ اور معرکہ کارزار میں آ کر عیسائیوں پر اس سختی سے حملہ آور ہوئے۔ کہ عیسائی

Marfat.com

گھبرا گئے مسلمانوں نے بے دریغ عیسائیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا حضرت ضرارؓ نے بولس کو گرفتار کر لیا۔ چار ہزار سپاہ تو بطرس اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اور چھ ہزار بولس کے ساتھ رہ گئے تھے۔ ان چھ ہزار میں سے صرف سو سوار مشکل سے بھاگ کر اپنی جانیں بچا کر لے جا سکے۔ باقی سب مارے گئے

اب حضرت خالدؓ دو ہزار مسلمانوں کو لے کر عورتوں کو چھڑانے کے لئے چلے۔ حضرت ضرارؓ کو اپنی بہن کے گرفتار ہو جانے کا بڑا ملال تھا۔ وہ درد انگیز اشعار پڑھتے جاتے تھے۔

یَارَبِّ فَرِّجْ بِهَا تَرٰی مِنْ کُرْبَتِیْ وَلَا تُمِتْنِیْ عَاجِلًا بِحَسْرَتِیْ
حَتّٰی اَرٰی بِنَاظِرِیْ اُخْتِیْ ذٰلِكَ مُنَائِیْ ثُمَّ ذٰلِكَ بُغْیَتِیْ
تَکِرُّوْا بِنَا اِلَی اللّٰهِ یَا اَحِبَّتِیْ عَلٰی اَنْ اَنَالَ بُغْیَتِیْ وَمُنْیَتِیْ
لَمْ اُقَاتِلْ فَاحْلِقُوْا اِلَی لِحْیَتِیْ

یعنی اے پروردگار مجھے رنج و اندوہ سے چھٹکارا دے۔ اور مجھے جلدی سے حسرت کی موت نہ دے۔ جب تک میں اپنی بہن کو نہ دیکھ لوں۔ یہی میری آرزو ہے۔ اور یہی میری مراد اور تمنا ہے۔ اے میرے یارو میرے ساتھ دشمنوں کی طرف چلو۔ قریب ہے۔ کہ میں اپنی مراد کو پہنچوں۔ اگر میں نہ لڑوں۔ تو میری ڈاڑھی منڈوا ڈالنا۔

اس آخری فقرہ پر حضرت خالدؓ بے ساختہ ہنس پڑے۔ غور کریں وہ مسلمان جو آج ڈاڑھی منڈانا فخر سمجھتے ہیں۔ ان کے بزرگ ڈاڑھی منڈانا بڑی بے غیرتی اور توہین سمجھتے تھے۔ شرعاً ڈاڑھی منڈانا گناہ تو ہے ہی۔

Marfat.com

لیکن اسے اتنا بُرا سمجھتے تھے۔ جیسے کسی نے بڑی ہی بے غیرتی کا کام کیا ہو۔ جب کوئی کسی کو مکروہ گالی دیتا تھا۔ تو کہتا تھا۔ تیری داڑھی مونڈ لونگا۔

پطرس نہر استیاق پر ٹھہرا۔ وہ اپنے بھائی بولص کے آنے کا منتظر تھا۔ اس نے عورتوں کو دیکھا۔ ان میں سب سے زیادہ خوبصورت اسے حضرت خولہؓ معلوم ہوئیں۔ اس نے اپنے سرداروں سے کہا۔ دیکھو یہ ماہر تو میرے لئے ہے۔ کوئی اس کے متعلق مجھ سے جھگڑا نہ کرے۔ میں کسی قیمت پر بھی اسے کسی کو نہ دوں گا۔ اور سرداروں نے اور لڑکیوں کو چھانٹنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے نہر کے کنارہ پر جا کر کھانا کھانا اور شراب پینی شروع کر دی۔

خولہؓ بنت الازور نے کہا۔ اے دخترانِ عرب تمہاری وہ شجاعت و جوانمردی کیا ہوئی جس کے لئے تم مشہور تھیں۔ کیا تم یہ بے حمیتی گوارا کر دگی۔ کہ یہ کافر تمہیں اپنی کنیزیں بنائیں۔ بخدا اس ننگ و عار سے ہمارا مر جانا بہتر ہے۔

عفیرہؓ بنت عفار نے کہا۔ خدا کی قسم ہماری شجاعت میں کلام نہیں ہے۔ لیکن ہم نہتی ہیں۔ کیا کر سکتی ہیں۔

خولہؓ۔ ہتھیار نہیں نہ سہی۔ خیموں کی چوبیں تو ہیں۔ کیا ہم انہیں استعمال نہیں کر سکتیں۔ یا تو اللہ تعالےٰ ہماری مدد کرے گا۔ اور ہم دشمنوں پر غالب آجائیں گی۔ یا سب شہید ہو کر اپنا نام چھوڑ جائیں گی۔

عفیرہؓ۔ خدا کی قسم تم نے درست کہا۔ کنیز بن کر زندہ رہنے سے لڑ کر شہید ہو جانا بہت اچھا ہے۔

تمام عورتیں لڑنے کے لئے مستعد ہوگئیں۔ انہوں نے خیموں کی چوبیں اٹھالیں۔ خولہؓ سب سے آگے ہوئیں۔ سب عورتوں کے کندھوں پر خیموں کی چوبیں رکھی ہوئی تھیں۔ خولہؓ ان کی سپہ سالار بن گئیں۔ انہوں نے کہا۔ دیکھو سب ملی جلی رہنا۔ اگر متفرق ہو جاؤ گی۔ تو دشمنوں کی شمشیروں کا لقمہ بن جاؤ گی۔ سب مل گئیں۔ خولہ نے بڑھ کر ایک عیسائی کے سر پر اس زور سے چوب ماری۔ کہ اس کی کھوپری کھیل کھیل ہو گئی۔ وہ مردہ ہو کر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر رومیوں نے شور مچایا۔ اب خولہؓ، عفیرہؓ، ام ابان اور سلمہ نے ایک ساتھ حملے کر کے کئی عیسائیوں کی کھوپریاں توڑ ڈالیں۔

پطرس نے جب گڑبڑ دیکھی۔ تو اس نے چلا کر کہا۔ سختی ہو تم پر اے عورتو تم نے یہ کیا واہیات معاملہ شروع کیا۔

عفیرہؓ نے پکار کر کہا۔ ہم دختران عرب ہیں۔ اپنے آپ کو عار و ننگ سے بچانے کے لئے حملہ آور ہوئی ہیں۔ ہم انشاء اللہ ان چوبوں سے تمہارے سر توڑ کر تمہارے بھیجے بکھیر دیں گی۔

پطرس نے سن کر کہا۔ اے نازنینان عرب! تم سے یہ کام نہ ہو سکیگا۔ پھر اس نے اپنے آدمیوں سے چلا کر کہا۔

خبردار! ان پر تلوار سے کوئی حملہ نہ کرے۔ البتہ انہیں متفرق کر دو۔ اور دیکھو۔ اس غزالۃ العرب (خولہؓ کو کوئی ہاتھ نہ لگائے)

عیسائی دوڑے۔ انہوں نے خواتین عرب کو منتشر کرنا چاہا۔ لیکن عورتیں انہیں اپنے پاس نہ آنے دیتی تھیں۔ جو بڑھ کر ان کے پاس جاتا۔

وہ چوبوں سے تواضع کر کے اس کا سر توڑ ڈالتیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے تیس عیسائیوں کو مار ڈالا۔ یہ کیفیت دیکھ کر بطرس کو غصہ آگیا۔ اس نے چلا کر کہا۔ میں انہیں نازنینانِ عرب سمجھتا تھا۔ لیکن یہ افریقہ کی وہ سانپنیں ہیں۔ جن کی صورتیں پریوں جیسی ہوتی ہیں۔ اب ان پر تلواروں سے حملہ کرو

عیسائیوں نے تلواریں نکال لیں۔ اور حملہ کیا۔ خولہؓ نے کہا۔

اے خواتین اسلام! جنگ کی آگ روشن ہو گئی ہے۔ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ صبر و استقلال سے لڑو۔ یہ کہتے ہی انہوں نے حملہ کر کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ پھر دوسرے کی گردن میں اس زور سے چوب ماری کہ اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ بطرس کو ان کی بہادری دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔ اس نے عورتوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے خواتین عربیہ! تم فضول مرنے پر آمادہ ہوئی ہو۔ میں تمہارا احترام کرتا ہوں۔

ام ابان نے کہا۔ ہم تبع اور حمیر کی بیٹیاں ہیں۔ جنگ ہمارا شیوہ ہے ہم دشمنوں سے مرعوب نہیں ہوا کرتیں۔

اب بطرس نے خولہؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے خنسائے عرب! عرب کی خوبصورت ہرنی! غور سے سنو۔ عیسائیوں میں میرا رتبہ بڑا ہے۔ ہرقل اعظم شہنشاہ روم بھی میری عزت کرتا ہے۔ کوئی نصرانی عورت ایسی نہیں، جو میرے ساتھ شادی کرنے کی خواہش نہ رکھتی ہو۔ میرے پاس دولت ہے۔ حشمت ہے۔ عزت ہے۔ میں تمہیں چاہتا ہوں تمہیں اپنی بیوی بناؤں گا۔ تم میری دولت و حشمت کی مالک ہو جاؤ گی نصرانی عورتیں

Marfat.com

تم پر رشک کرینگی۔

حضرت خولہؓ نے کہا۔ اے کافر کے بیٹے، خدا کی قسم۔ اگر میں تجھ پر غلبہ پاؤں گی۔ تو تیرے سر کو اس چوب سے توڑ ڈالوں گی۔ بخدا میں تجھے اپنی بکریوں اور اونٹوں کا چرواہہ بنانا بھی پسند نہ کروں۔

پطرس کو یہ سن کر غصہ آگیا۔ وہ عربی خوب جانتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ اے حامیانِ صلیب! اس سے زیادہ شرم و غیرت کی کیا بات ہوگی۔ کہ عربی عورتیں تمہارے سروں کو خیموں کی چوبوں سے توڑ ڈالیں۔ دنیا کے عیسائی تمہیں کیا کہیں گے۔ ان پر حملہ کرو۔ اور انہیں ان کے خون میں نہلا دو۔

عیسائیوں نے جوش میں آکر حملہ کیا۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور عورتیں پیدل تھیں۔ ان کے پاس ہتھیار تھے۔ اور عورتوں کے پاس چوبیں تھیں۔ جوں ہی عیسائی بڑھے۔ خولہؓ، ام ابانؓ، عفیرہ اور چند دوسری لڑکیوں نے گھوڑوں کے پیروں میں چوبیں ماریں۔ گھوڑے گرے سوار بھی گرے دوسری عورتوں نے جلدی سے بڑھ کر عیسائیوں کے بھیجے توڑ ڈالے۔

جبکہ عورتیں لڑ رہی تھیں۔ دفعتہً مسلمان آپہنچے۔ انہوں نے دور ہی سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ عورتیں خوش ہوگئیں۔ حضرت خولہؓ نے پکار کر کہا۔ اے دخترانِ عرب! خوش ہو کہ پروردگارِ عالم کی طرف سے تمہارے لئے کشود کار آئی۔

عیسائیوں نے جب مسلمانوں کو اور دھوپ میں ان کے ہتھیاروں

Marfat.com

کو چمکتے ہوئے دیکھا۔ تو ان پر خوف چھا گیا۔ بطرس بھی مرعوب ہو گیا اس نے عورتوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے عورت عربیہ! مجھے تم پر رحم آ گیا ہے۔ ہم لوگ بھی ماں، بہن اور بیٹیاں رکھتے ہیں میں تمہیں صلیب کے صدقہ میں چھوڑے دیتا ہوں۔ تمہارے مرتا گئے ہیں تم ان سے کہہ دینا اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ کہ دفعتہً دو سوار گھوڑے دوڑائے اسلامی لشکر میں سے آگے نکل کر آئے۔ ان میں سے ایک زرہ وغیرہ پہنے تھا۔ اور دوسرے ننگے بدن تھے۔ یہ خالدؓ اور ضرارؓ تھے۔ جونہی وہ خولہؓ کے پاس پہنچے۔ خولہؓ نے ان سے کہا۔ بھائی خدا کا شکر ہے۔ ہم آزاد ہو گئیں۔ بطرس سمجھ گیا۔ کہ خولہؓ ان کی بہن ہیں۔ اس نے کہا۔ اے نازنین عرب اگرچہ مجھے تمہاری جدائی کا رنج ہو گا۔ لیکن خیر برداشت کروں گا۔ تم اپنے بھائی کے پاس شوق سے جاؤ۔

خولہؓ نے اس کی طرف لپکتے ہوئے کہا۔ یہ امر خصائل عرب کے آئین کے خلاف ہے۔ کہ تو ہم سے تقرب اور شفقت کا اظہار کرے۔ اور ہم سے دوری اور جفا ظاہر ہو۔ ٹھہر تو اور لے جس چیز کا تو مستحق ہے۔ انہوں نے چوب سے حملہ کیا۔ بطرس نے کہا۔

مجھ سے اپنی صورت چھپا لو۔ میرے دل سے اب تمہاری محبت جاتی رہی۔ خولہ نے کہا مگر مجھے تمہارا ساتھ دینا ضروری ہے۔ اس عرصہ میں خولہ نے حملہ کیا۔ بطرس تو بچ گیا۔ ایک اور عیسائی کے سر پر ان کی چوب پڑی۔ وہ خود اوڑھے تھا۔ اس ضرب سے خود پچک گیا۔

Marfat.com

اور اس کا حلقہ اس کی کھوپڑی میں گھس گیا۔ وہ تلملاتا ہوا گھوڑے سے گرا۔
پطرس نے جلدی سے ضرارؓ سے کہا۔ اے عربی! اپنی بہن کو لو۔
تمہیں مبارک ہو۔ وہ میری طرف سے ہدیہ ہے۔
ضرارؓ نے کہا۔ میں نے تمہارا ہدیہ قبول کیا۔ مگر میرے پاس اس کے صلہ میں سوائے نیزہ کی نوک کے اور کچھ نہیں ہے۔
انہوں نے نیزہ سے حملہ کیا۔ خولہؓ نے دوڑ کر اس کے گھوڑے کے پیروں میں چوب ماری۔ گھوڑا اچھکا۔ پطرس گر پڑا۔ ضرارؓ نے جلدی سے اس کے چوتڑ میں اس زور سے نیزہ مارا۔ کہ انتڑیوں تک گھسا چلا گیا۔ پطرس اسی وقت مر گیا۔
اس کے بعد مسلمانوں نے عام حملہ کر کے تین ہزار رومیوں کو مار ڈالا بڑی مشکل سے ایک ہزار بھاگ کر اپنی جانیں سلامت لے جا سکے۔
حضرت خالدؓ عورتوں اور مال غنیمت کو لے کر لوٹے۔ اور حضرت ابو عبیدہ کے پاس پہنچے۔ وہاں انہوں نے بولس کو طلب کر کے اول اسلام پیش کیا۔ جب اس نے انکار کیا۔ تو اس کا سر کاٹ لیا۔ اس طرح پطرس کی بیوی کا خواب سچا ہو گیا۔ اور خواتین عرب کی حمیت و شجاعت بھی ظاہر ہو گئی۔

شوق جہاد

یرموک کے مقام پر عیسائیوں نے اپنی قوت و طاقت شوکت

Marfat.com

دشمت اور جاہ و جلال کا پورا پورا اظہار ہو گیا تھا۔ اس لڑائی کے واقعات پہلے بھی بیان ہو چکے۔ اب بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی حسب موقع بیان کئے جائیں گے۔

یرموک کی لڑائی کئی روز متواتر ہوتی رہی تھی۔ اور ایک مرتبہ نہیں۔ کئی مرتبہ مسلمان پسپا ہو ہو کر اس ٹیلہ تک پہنچ گئے تھے جس پر خواتین اسلام مقیم تھیں۔ پھر یہ ٹیلا اس قدر لمبا تھا۔ کہ میمنہ اور میسرہ تک پھیلا ہوا تھا۔ قلب اس ٹیلہ کے عین سامنے تھا۔ اس کا تصور اس طرح کرنا چاہیئے کہ یہ ٹیلہ شمال کی جانب تھا۔ اور شرقاً غرباً پھیلا ہوا تھا۔ جب میمنہ کے مسلمانوں کو شکست ہوتی تھی تب وہ ٹیلے سے جا ملتے تھے۔ اور جب میسرہ والوں کو ہزیمت ہوتی تھی۔ تو وہ اس ٹیلہ کے نیچے جا پہنچتے تھے۔

اس معرکہ میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا کوئی تناسب ہی نہ تھا۔ یہ مسلمانوں ہی کا دل گردہ تھا۔ کہ بے شمار عیسائیوں کے مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ لڑے اور ایسی نمایاں فتح حاصل کی۔ کہ ان واقعات کو پڑھنے والے آج بھی حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ اسی لڑائی میں خواتین عرب کے بھی جوہر کھلے جنہیں بار بار میدان جنگ میں نکل کر دشمنوں سے لڑنا پڑا۔

جب یرموک میں ایک روز عیسائیوں اور مسلمانوں نے صفیں مرتب کرلیں۔ ہر سردار اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ جنگ کی چنگاری چمکی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اس کے شعلے بھڑکنے لگے۔ تو عیسائیوں نے نہایت ہی

Marfat.com

سخت حملہ کیا۔ مسلمانوں نے ان کے اس حملہ کو بڑے استقلال سے روکا اور بڑی ہی بہادری سے جنگ شروع کر دی۔ عیسائیوں نے مسلمانوں کے میمنہ پر زیادہ زور ڈال دیا۔ رسالوں پر رسالے اسی طرف جھکنے لگے۔ نہایت خونریز جنگ ہونے لگی۔ مسلمانوں نے بڑی جوانمردی سے ان کا مقابلہ کیا۔ لیکن عیسائیوں نے ایک اور لشکر اس طرف بڑھا دیا۔ مسلمانوں نے نہایت صبر کے ساتھ اس کا بھی مقابلہ کیا۔ فریقین نہایت جوش اور بڑی پھرتی سے حملے کر رہے تھے۔ تلواریں کاٹ کر رہی تھیں۔ جنگجو قتل ہو ہو کر گر رہے تھے۔ دفعتہً عیسائیوں کے تیسرے لشکر نے بھی حملہ کر دیا۔ مسلمان اس حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن سردار اپنی اپنی جگہ جمے رہے۔ ان سرداروں میں عمروؓ بن معدی کرب زبیدی بھی تھے اس وقت ان کی عمر ایک سو دس سال کی تھی۔ اس ضعیفی کے عالم میں بھی وہ اپنی جگہ پر کھڑے نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ جو عیسائی ان کے قریب پہنچا تھا۔ وہ اسے جھپٹ کر حملہ کر کے ٹھکانے لگا دیتے تھے۔ ان کے قبیلہ زبید کے لوگ بھی انہیں تنہا چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

عمروؓ بن معدی کرب نے بلند آواز سے کہا۔ اے آلِ زبید تم ایک بہادر کی اولاد ہو کر پیچھے ہٹ رہے ہو۔ ڈرو اللہ سے اور ان عورتوں کے طعنوں سے جو تم سے اچھا لڑتی ہیں۔ ان کے قبیلہ والے غیرت میں آ کر بڑھے۔ انہوں نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا۔

Marfat.com

انہیں اپنے سردار عمرو بن معدی کرب سے بھی دور ہٹا دیا۔
لیکن عیسائیوں نے ایک اور لشکر اس طرف جھونک دیا۔ کچھ دیر مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ لیکن ان کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے عورتوں کے ٹیلہ سے جا لگے۔

اس وقت عورتیں لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ ان میں خولہ بنت ازور بھی تھیں۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ مسلمان ٹیلہ کے نیچے آ گئے ہیں۔ تو انہوں نے پکار کر کہا۔

اے دختران اسلام! اب تمہارے امتحان کا وقت آگیا ہے اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرو۔

یہ کہتے ہی وہ خیمہ کی چوب لے کر دوڑیں۔ اور ٹیلہ سے نیچے اتر کر مسلمانوں کے گھوڑوں کے منہ پر چوب مار مار کر کہتی تھیں۔ کہاں پھرے جاتے ہو۔ تم مسلمان ہو کر ہزیمت کے عار کو گوارا کر رہے ہو۔ کل قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دو گے۔ لوٹو۔ لوٹو خدا تم پر رحمت کرے۔

اور بھی بہت سی عورتیں اتر آئیں۔ انہوں نے بھی مسلمانوں کو شرم و غیرت دلائی۔ اب خولہؓ اور ان کے ساتھ بہت سی عورتوں نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ سب کے ہاتھ میں چوبیں تھیں۔ وہ مل کر ایک ساتھ کبھی عیسائیوں پر حملہ کرتی تھیں۔ اور عیسائیوں کو یا ان کے گھوڑوں کو زخمی کر کے گرا دیتی تھیں۔ جو عیسائی نیچے گرتا تھا۔ اسے چوبیں مار مار کر مار ڈالتی تھیں

Marfat.com

ایک عیسائی نے لبنیٰ بنت سالم کو گود میں اٹھا کر گھوڑے پر سوار کرنا چاہا۔ وہ اس گبرو کو پٹتی ہوئی تھیں۔ اپنی رہائی کی جدو جہد کر رہی تھیں۔ لیکن عیسائی موٹا تازہ اور بہادر تھا۔ لبنیٰ چھریرے بدن کی دبلی پتلی تھیں۔ قریب تھا۔ کہ وہ انہیں گھوڑے پر بٹھا لے۔ کہ خولہؓ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے جھپٹ کر اس رومی کے سر میں اس زور سے چوب ماری۔ کہ اس کے آہنی خود کا حلقہ کھوپڑی کو توڑ کر بھیجا تک جا پہنچا۔ وہ چکرا کر گرا۔ اور گرتے ہی مر گیا۔ لبنیٰ گھوڑے پر بیٹھ چکی تھی۔ جوں ہی انہوں نے عیسائی کو گرتے ہوئے دیکھا۔ وہ گھوڑے کی باگ سہار کر اسے اپنے قیام گاہ پر لے گئی۔

عورتوں کو مصروفِ جنگ دیکھ کر مسلمانوں کو جوش آیا۔ انہوں نے پلٹ کر حملہ کیا۔ عین اس وقت حضرت خالدؓ اس طرف آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں ان کا مشہور علم رائت العقاب تھا جس کا پھریرا سیاہ تھا۔ وہ طلایہ گردی کر رہے تھے۔ پانچ ہزار سواران کے ساتھ تھے۔ انہوں نے آتے ہی اس شدت سے حملہ کیا۔ کہ عیسائی پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک دم بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس طرح مسلمانوں کے میمنہ کو شکست ہوتے ہوتے فتح سے بدل گئی۔ اس روز رات تک نہایت خونریز جنگ ہوتی رہی۔ جب دن چھپ گیا۔ اور اچھی طرح اندھیرا پھیل گیا۔ تب دونوں لشکر جدا ہو کر اپنی اپنی قیام گاہ پر پہنچے۔

یرموک کی لڑائی کے زمانہ میں مسلمانوں کے سالارِ اعظم ابو عبیدہ بن

Marfat.com

الجراحؓ تھے۔ انہیں جب رات کو عورتوں کی بہادری کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ اسی وقت عورتوں کے پاس پہنچے۔ اور انہیں شاباش اور مبارکباد دی۔

ایک روز پھر عیسائی اور مسلمان صف بستہ ہوئے۔ یوں تو عیسائی لشکر کے چار سپہ سالار تھے۔ اور چاروں کہیں نہ کہیں کے بادشاہ تھے ایک جرجیر تھا۔ دوسرا قوریر، تیسرا قناطر اور چوتھا دریجان۔ لیکن سالارِ اعظم باہان ارمنی کو بنایا تھا۔

باہان نے تمام سرداروں کو سخت شرم و غیرت دلائی تھی۔ اس روز عیسائیوں نے بڑے جوش سے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ انہوں نے میمنہ اور میسرہ پر ایسا دباؤ ڈالا۔ کہ دونوں طرف مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ صرف قلب قائم رہا۔ اگر خدانخواستہ قلب کے بھی قدم اکھڑ جاتے۔ تو مسلمانوں کی شکست میں کوئی کلام نہیں رہا تھا۔

جب میمنہ اور میسرہ کے مسلمان ہزیمت اٹھا کر عورتوں کے ٹیلہ کے قریب پہنچے۔ تو عورتیں شور کر کے نیچے اتر آئیں۔ اور جو بوڑھی عورتیں تھیں۔ لڑ نہیں سکتی تھیں۔ انہوں نے پتھر برسانے شروع کر دئے۔ وہ تاک تاک کر عیسائیوں کو پتھروں کا نشانہ بنانے لگیں۔

حضرت خولہؓ اس روز تلوار اور ڈھال لے کر باقاعدہ جنگ کرنے کے ارادہ سے ٹیلہ سے اتریں۔ عفیرہ بنت عفارہ، سلمیٰ بنت لوی، باور کئی اور عورتیں ان کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو ڈانٹا۔ اور انہیں واپس لوٹنے کی ترغیب دی۔ ساتھ ہی جوش میں آ کر خود بھی حملہ کر دیا۔

Marfat.com

عیسائی یا تو بڑھے اور مسلمانوں کو دباتے چلے آرہے تھے۔ یا عورتوں نے انہیں ایک دم روک دیا۔ ادھر مسلمان بھی غیرت میں آ کر لوٹ پڑے۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ حضرت خولہؓ نے کئی عیسائیوں کو مار ڈالا اتفاق سے ایک عیسائی نے ان پر حملہ کیا۔ حضرت خولہؓ نے جلدی سے خود بھی وار کر دیا لیکن ان کی تلوار ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اسی وقت عیسائی کی تلوار ان پر پڑی۔ ان کے سر میں زخم آیا۔ خون کی نہر بہہ نکلی۔ وہ چکرا کر گر پڑیں۔ عفیرہؓ بنت عفار نے دیکھا۔ وہ دوڑ کر ان کے پاس پہنچیں۔ اور کہا۔ آج اندوہ گین ہوئے ضرارؓ اپنی بہن خولہؓ کی دید سے۔

عفیرہؓ نے جلدی سے اس عیسائی پر حملہ کیا۔ جس نے حضرت خولہؓ کو زخمی کیا تھا۔ اور پہلے ہی حملہ میں اسے مار ڈالا پھر وہ خولہؓ کو اٹھا کر ٹیلہ پر لے گئیں۔ اسی عرصہ میں خولہؓ کو ہوش آ گیا تھا۔ ان کے سر کے تمام بال خون سے سرخ ہو گئے تھے۔ عفیرہؓ نے ان کی مرہم پٹی کر کے پوچھا۔ کیسی طبیعت ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ خدا کا شکر ہے۔ اچھی ہے عفیرہؓ میں بچوں گی نہیں۔ مر جاؤں گی۔ خدا نے مجھے وہ چیز دے دی۔ جس کی مجھے خواہش تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی ضرار کو اچھا رکھے۔ اور ان کے عوض میری قربانی قبول کر لے۔ ان سے میرا سلام کہہ دینا۔

عفیرہؓ کے آنسو جاری ہو گئے۔ انہوں نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ خولہؓ خدا نے چاہا۔ تو تم اچھی ہو جاؤ گی۔

خولہؓ نے کوئی جواب نہ دیا۔ عفیرہ انہیں ان کے خیمہ میں پہنچا آئیں۔

اس عرصے میں مسلمانوں نے عیسائیوں کو مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ اور اس روز بھی فریقین دن چھپے تک لڑتے رہے۔

رات کو جب ضرارؓ واپس آئے۔ تو انہوں نے دیکھا۔ کہ خولہؓ کے سر سے پٹی بندھی ہوئی ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ یہ کیا ہوا۔ خولہؓ نے تمام واقعہ سنایا۔ ضرارؓ نے کہا۔ پیاری بہن خوش ہو۔ میں نے تمہارے اس زخم کے عوض میں اتنے عیسائیوں کو مارا ہے۔ کہ میں ان کا شمار بھی بھول گیا۔

خولہؓ اسی وقت اٹھیں۔ اور مشکیزہ میں پانی بھر کر مجروح مسلمانوں کو پلاتی ہوئی پھرنے لگیں۔ عفیرہؓ نے انہیں دیکھ کر کہا۔ خولہ تمہیں آج آرام کرنا چاہئے تھا۔ خولہؓ نے کہا۔ آرام میں ثواب کہاں ہے۔ ثواب تو مجاہدین کی خدمت کرنے میں ہے۔ عفیرہؓ کو سخت تعجب ہوا۔ انہوں نے ان کی دلیری اور قوت کی تعریف کی۔

خولہؓ کی بہادری

جب مسلمانوں نے حلب اور اعزاز کو فتح کر لیا۔ تو ہرقل اعظم کے دارالسلطنت انطاکیہ پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نواح میں عیسائی بہ کثرت چیونٹیوں کی طرح آباد تھے۔ اور ہرقل کے پاس لشکر ٹڈیوں کی طرح تھا۔ جس طرح جب ٹڈیاں نکلتی ہیں۔ تو وہ افق سے افق تک آسمان کے کناروں کو بھر لیتی ہیں۔ اسی طرح جب ہرقل اعظم کا یہ لشکر میدان میں نکلتا تھا۔ تو بڑے سے بڑے میدان کے کناروں تک بھر جاتا تھا۔

ابو عبیدہؓ نے نواح انطاکیہ کے عیسائیوں کو مرعوب کرنے کے لئے حضرت ضرارؓ بن ازور کو دو سو مسلمانوں کے ساتھ روانہ کیا۔ ان میں رسول اللہ صلعم کے غلام سفینہ بھی تھے۔ جب ضرارؓ مرج دابق میں پہنچے تو انہوں نے رات کو قیام کیا۔ پچھلی رات کو جبلہ کا بیٹا ایہم اچانک ان مسلمانوں پر آپڑا۔ اس کے آنے کی یہ وجہ ہوئی کہ وہ یعنی ایہم رسد فراہم کرنے آیا تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ دو سو مسلمان مرج دابق میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس نے رات ہی کو ان پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ ضرارؓ اور ان کے ہمراہی بڑی جانبازی سے لڑے۔ لیکن اتفاق سے ضرارؓ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ ضرارؓ گرے۔ عیسائیوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔ ان کے بعد تمام مسلمانوں کو اسیر کرلیا۔ رسول اللہ صلعم کے غلام سفینہ بھی گرفتار ہو گئے۔ مگر رات کو سفینہ کسی طرح رہا ہو گئے۔ وہ بھاگے۔ صبح جب وہ چلے جا رہے تھے۔ تو راستہ میں انہیں ایک شیر ملا۔ جو نہایت خونخوار اور خوفناک تھا۔ جب وہ سفینہؓ کے پاس آیا۔ تو انہوں نے کہا۔ اے شیر! میں رسول اللہ صلعم کا غلام ہوں۔ مجھ سے دور رہ۔ شیر دم ہلانے لگا۔ اور سفینہ کے ساتھ ہولیا۔ جب حلب قریب رہ گیا۔ تو شیر چلا گیا۔ گویا وہ ان کی حفاظت کے لئے ساتھ تھا۔

سفینہؓ نے ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ضرارؓ اور ان کے

لہ از تاریخ واقدی صفحہ ۳۸۰

ساتھیوں کی گرفتاری کی اطلاع دی۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور دوسرے مسلمانوں کو نہایت ہی رنج و افسوس ہوا۔ یہ خبر حضرت خولہؓ کو بھی پہنچ گئی۔ انہیں بھی سخت صدمہ ہوا۔ لیکن انہوں نے ضبط و صبر کیا۔ اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر خاموش ہو گئیں۔ خواتین عرب آ آ کر انہیں تسلی اور تشفی دینے لگیں۔

اسی وقت حضرت ابوعبیدہؓ نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ سے انطاکیہ لشکر کشی کی اجازت طلب کی۔ وہاں سے اجازت آ گئی۔ ابوعبیدہؓ معہ لشکر کے انطاکیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ سرزمین بلاط میں مقیم تھے۔ کہ ایک قاصد نے انطاکیہ سے آ کر انہیں حضرت ضرارؓ کا ایک خط دیا۔ اس میں ضرارؓ نے نظم میں اپنا حال بیان کیا تھا۔ اشعار نہایت دردناک تھے۔ ان سے ظاہر ہوا۔ کہ عیسائیوں نے ضرارؓ کو اس قدر زخمی کر دیا ہے۔ کہ انہیں زندگی کی امید نہیں رہی ہے۔

واقعہ یہ ہوا تھا۔ کہ جب ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کو ہرقل اعظم کے سامنے پیش کیا۔ تو اثنائے گفتگو میں ہرقل اعظم نے یہ کہہ دیا۔ کہ بیشک تمہارے نبی رسول برحق تھے۔ ایک بطریق نے کہا۔ یہ غلط ہے۔ جس نبی کے مبعوث ہونے کا ذکر انجیل میں ہے۔ وہ یہ نہیں۔ بلکہ بعد میں مبعوث ہوں گے۔ حضرت ضرارؓ کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے جوش میں آ کر کہا۔

اے رومی کتے تو جھوٹا ہے۔ اور تیری داڑھی بھی جھوٹی ہے۔ یہ نبی عربی وہی ہیں۔ جن کا ذکر توریت و انجیل میں آیا ہے۔ بطریق کو یہ بات

سخت ناگوار گزری۔ اس نے ضرارؓ کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔ اور درباریوں نے بھی تائید کی۔ ہرقل اعظم ان سے ڈر گیا۔ اس نے انہیں سزا دینے کی اجازت دے دی۔ وحشی عیسائیوں نے قیدی اور نہتے مسلمان پر تلواریں ماریں۔ چودہ تلواریں ان پر پڑیں۔ ان کے جسم کا قیمہ ہو گیا۔ اور ان کی زندگانی کی کوئی توقع نہ رہی۔

اتفاق سے اس وقت دربار میں یوقنا والئے حلب بھی بیٹھے۔ یہ مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ انہوں نے ضرارؓ کو بچایا۔ حکمت عملی سے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور ان کا علاج شروع کیا جب ضرارؓ کو ذرا افاقہ ہوا۔ تو انہوں نے اشعار میں اپنا حال لکھ کر یوقنا کے توسل سے بھیجا تھا۔

جب حضرت خولہؓ کو قاصد کے آنے کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ حضرت ابو عبیدہؓ کے خیمہ پہ پہنچیں۔ اور ان سے اپنے بھائی کی نظم سننے کی استدعا کی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا۔ بیٹی وہ اشعار نہ سنو تمہیں رنج ہو گا۔

خولہؓ نے کہا۔ میں صبر کروں گی۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے کہیں کہیں سے اشعار سنائے۔ خولہؓ بےچین ہو گئیں۔ وہ رونے لگیں۔ ابو عبیدہؓ نے انہیں تسلی دی۔ خولہؓ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ خدایا مجھے توفیق دے۔ کہ میں اپنے بھائی کا انتقام لوں۔ وہ وہاں سے چلی آئیں۔ اور ہتھیاروں کو صیقل کرنے لگیں۔

جب مسلمانوں نے انطاکیہ کے سامنے جا کر قیام کیا۔ تو ہرقل اعظم

Marfat.com

بے شمار فوجیں لے کر مقابلہ میں آگیا۔ ملک شام میں حق و باطل کا یہ آخری معرکہ تھا۔ اس معرکہ میں اس قدر عیسائی لڑنے کے لئے آئے۔ کہ اس سے پہلے کسی معرکہ میں شریک نہ ہوئے تھے۔

جب آتش جنگ مشتعل ہوئی۔ اور لڑائی کے شعلے بھڑکنے لگے۔ تو یوقنا نے ضرارؓ اور ان کے دوسو ساتھیوں کو رہا کر دیا۔ اس وقت ضرارؓ کو آرام ہو چکا تھا۔ ضرارؓ نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اور چونکہ انہیں جوش اور غصہ تھا۔ اس لئے انہوں نے نہایت ہی شدت سے جنگ شروع کر دی۔

ادھر حضرت ابوعبیدہؓ نے پر زور حملہ کر دیا۔ حضرت خالدؓ۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق، میسرہ بن مسروق العبسی، ذوالکلاع حمیری مالک اشتر نخعی اور حضرت عمرو بن معدی کرب زبیدی نے یکے بعد دیگرے اس شدت سے حملے کئے۔ کہ عیسائیوں کی صفیں کی صفیں الٹ دیں۔ اور انہیں مارتے کاٹتے وہاں تک پہنچ گئے۔ جہاں ضرارؓ اور ان کے ساتھی لڑ رہے تھے۔

ضرارؓ نہایت پر زور حملے کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک سوار کو دیکھا۔ جو نہایت سختی سے حملے کر رہا تھا۔ ہر حملہ میں وہ ایک عیسائی کو مار ڈالتا تھا۔ اور جب عیسائی گرتا تھا۔ تو وہ نعرہ لگاتا تھا۔ یہ ضرارؓ کے بدلہ میں ہے۔

ضرارؓ کو تعجب ہوا۔ وہ اس کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو سوار ڈھاٹا

Marfat.com

باندھے ہے۔ ضرارؓ نے اس سے کہا۔ اے برادر تو کون ہے۔

سوار نے ضرارؓ کو دیکھ کر کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ تم مل گئے۔ میں تمہاری بہن خولہؓ ہوں۔ خولہؓ نے انہیں سلام کیا۔ اور ان سے ان کا حال پوچھنا چاہا۔ ضرارؓ نے کہا۔ اے میری بہن اور اے بیٹی ازور کی۔ ہمارے باتیں کرنے سے یہ کہیں اچھا ہے۔ کہ ہم جہاد کریں۔ اپنا حال سنانے سے مجھے ان کافروں کا مار ڈالنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تم میرے گھوڑے کی باگ سے اپنے گھوڑے کی باگ ملا لو۔ اگر ہم دونوں میں سے کوئی شہید ہو گیا۔ تو قیامت کے روز حوض کوثر پہ ملے گا۔

خولہؓ نے کہا۔ خدا کی قسم میں بھی باتیں کرنے سے جہاد کرنا افضل و اچھا سمجھتی ہوں۔

دونوں نے گھوڑوں کی باگیں ملائیں۔ اور عیسائیوں پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے۔ اسی وقت عیسائی شکست کھا کر بھاگ گئے۔ ضرارؓ کو بڑا افسوس تھا۔ انہوں نے کہا۔ دوڑو خولہؓ ان کافروں کو بھاگ کر نہ جانے دو۔ یہ کہتے ہی انہوں نے حملہ کیا۔ خولہؓ نے بھی حملہ کیا۔ وہ بھی اس وقت نیزہ لئے ہوئے تھیں۔ جس عیسائی کے نیزہ مارتی تھیں۔ اس کے سینہ یا پشت میں گھس جاتا تھا۔ انہوں نے سترہ عیسائیوں کو مار ڈالا۔ اور ان کے بھائی ضرارؓ نے چونتیس کافروں کو قتل کیا۔ آخر عیسائی بھاگ نکلے۔ اور انطاکیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

Marfat.com

بہادر لڑکی

جب مسلمانوں نے عراق عجم پر تسلط کر لیا۔ تو سرزمین بہنسیا کی طرف بڑھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حکم بھیجا۔ کہ اب بہنسیا کی طرف بڑھو۔ اس وقت وہاں عمرو بن العاص سالار اعظم تھے۔ اور چونکہ ملک شام فتح ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت خالدؓ، حضرت ضرارؓ اور دوسرے سربرآوردہ مجاہدین عراق عجم ہی میں پہنچ گئے تھے۔

چنانچہ حضرت عمروؓ بن العاص نے اول حضرت خالدؓ و ضرارؓ وغیرہ کو روانہ کیا۔ جب وہاں عیسائیوں کے عظیم الشان اجتماع کی خبر پہنچی۔ تو خود بھی وہیں پہنچ گئے۔ ایک مشہور قلعہ دہشور کے قریب پہنچ کر انہوں نے چند دستے عیسائیوں کو مرعوب کرنے کے لئے اس نواح میں روانہ کئے۔

عبداللہؓ بن عمر فاروقؓ، عبداللہؓ بن زبیرؓ، سلیمانؓ بن خالدؓ بن ولید اور ضرارؓ بن الازور وغیرہ کو کم و بیش دو سو سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ حضرت ضرارؓ نے شاہ راہ چھوڑ دی۔ اور پہاڑوں میں گھس گئے۔ ان کے خوف سے پہاڑی لوگ اپنی بستیاں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے میدان میں نکل آئے۔ ابھی ضرارؓ اور ان کے ہمراہی کمریں کھول کر بیٹھے ہی تھے۔ اور کھانا پکانے کا انتظام کر رہے تھے۔ کہ تیرہ و تار غبار اٹھا۔ جیسے زبردست آندھی آگئی ہو۔

Marfat.com

مسلمان اس کی طرف دیکھنے لگے جب غبار چھٹا۔ تو عیسائیوں کا عظیم الشان لشکر نظر آیا۔ دس ہزار کی تعداد سے بھی زیادہ تھا مسلمانوں کو فکر ہوا۔ حضرت ضرارؓ نے جلدی سے اٹھ کر کہا۔ مسلمانو! گھبراؤ نہیں۔ خدا پر نظر رکھو۔ چلو ان کافروں بے ختنہ بریدہ کی طرف۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔ کہ لَا فِرَارَ مِنَ الْمَوْتِ یعنی موت سے چھٹکارہ نہیں ہے۔

ابھی مسلمان مسلح ہونے بھی نہ پائے تھے۔ کہ عیسائیوں نے زبردست حملہ کیا۔ ضرارؓ نے آگے بڑھ کر روکا۔ لیکن وہ تنہا کیا روک سکتے تھے۔ عیسائیوں نے پہلے ہی حملہ میں بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اور جو مسلمان باقی رہے۔ انہوں نے ڈھالیں تلواریں اٹھائیں۔ اور عیسائیوں کے مقابلہ میں آ گئے۔ ضرارؓ کے ساتھ مل کر وہ سب نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔ ضرارؓ بھی تیزی اور بہادری سے حملے کر رہے تھے۔ جب کہ وہ ہمہ تن جنگ میں مصروف تھے۔ اس وقت ایک عیسائی نے تاک کر ان کے گھوڑے کے تیر مارا۔ گھوڑا پہلے الف ہوا۔ اور پھر گر پڑا۔ حضرت ضرارؓ کود کر زمین پر پہنچے۔ ان کے زمین پر پہنچتے ہی کئی عیسائی ان کے اوپر آ گرے۔ اور انہوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ چونکہ مسلمان اپنے حال میں گرفتار تھے۔ اس لئے ان کی مدد نہ کر سکے۔ بلکہ مسلمانوں کو ان کی گرفتاری کا حال ہی نہ معلوم ہو سکا۔ ان کے بعد زیادہ تر مسلمان قید کر لئے گئے۔ اور تھوڑے سے شہید ہو گئے۔ اس گروہ میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ کے غلام سالم بھی تھے۔

جب انہوں نے یہ رستخیز دیکھی۔ تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلے۔ عیسائیوں کے جس گروہ نے حضرت ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کیا۔ وہ بباالکبریٰ کے بادشاہ کے ساتھ آیا تھا۔ اس کامیابی پہ بباالکبریٰ کا بادشاہ بہت خوش ہوا۔ قیدیوں کو ساتھ لے کر خوش خوش چل پڑا۔

سالمؓ نے اسلامی لشکر میں پہنچ کر ضرارؓ اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری کا حال حضرت خالدؓ کو سنایا۔ حضرت خالدؓ کو بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے مسیبؓ بن نجبۃ الفزاری اور رافعؓ بن عمیرۃ الطائی کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ ضرارؓ وغیرہ کو چھڑانے کے لئے روانہ ہونے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ روانگی کی تیاری کر رہے تھے۔ اس وقت خولہؓ بنت ازور بھی آئیں۔ وہ مسلح تھیں۔ انہوں نے حضرت خالدؓ سے درخواست کی۔ کہ انہیں بھی مسیبؓ وغیرہ کے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔ حضرت خالدؓ نے مسیبؓ سے کہا۔ تمام مسلمان اس لڑکی (خولہؓ) کی جرأت و شجاعت اور عزم و استقلال سے واقف ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ لے لو۔

چنانچہ مسیبؓ اور رافعؓ حضرت خولہؓ اور ایک ہزار مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ انہوں نے باشندگان جزیرہ میں سے ایک ایسے شخص کو ساتھ لے لیا۔ جو اس نواح کے رستوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ وہ راہبر ان لوگوں کو تیزی سے لے کر چلا۔ اور ایک دیہ کے قریب شاہراہ پر نکلا۔

اس نے راستہ پر جب گھوڑوں کے سموں کے نشان نہ دیکھے تو مسلمانوں سے کہا آپ کو خوشخبری ہو۔ ابھی وہ لوگ یہاں تک نہیں پہنچے۔ راستہ یہی ہے۔ تم کمین گاہ میں چھپ کر ان کا انتظار کرو۔

مسلمان چھپ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے ایسی آوازیں سنیں۔ جیسے کوئی لشکر آرہا ہو۔ مسیبؓ اور رافع نے مسلمانوں سے کہا۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ اے لشکر موحدین! دشمن قریب آگیا ہے۔

مسلمانوں نے ہتھیار سنبھال لئے۔ جب لشکر اور قریب آگیا۔ تو انہوں نے ضرارؓ کی آواز سنی۔ وہ اشعار پڑھتے آرہے تھے۔ جب انہوں نے کہا۔ اے خولہؓ کاش تو دیکھتی۔ تیرا بھائی کافروں میں اسیر ہے۔ اگر میں آزاد ہوتا۔ تو طلب شہادت کرتا۔

خولہؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ اے میرے بھائی۔ خدا کا شکر کرو۔ تمہارے لئے مدد آپہنچی۔ یہ کہتے ہی وہ تلوار ہاتھ میں لے کر کمین گاہ سے نکلیں۔ انہوں نے جوش میں آکر نہایت زور سے حملہ کیا۔ ایک عیسائی کے تلوار ماری۔

عیسائی نے ڈھال پر وار روکا۔ تلوار ڈھال کو پھاڑ کر اسکی کلائی پر پڑی۔ کلائی کٹ گئی۔ وہ بڑا سا منہ بنا کر گرا۔ خولہؓ نے دوسرے عیسائی پر حملہ کیا۔ وہ گھبرا گیا۔ ڈھال پر وار نہ روک سکا۔ اس کا سر کٹ گیا۔ ایک عیسائی نے ان پر حملہ کیا۔ قریب تھا۔ کہ وہ خولہؓ کو مار ڈالے۔ کہ مسیبؓ اور ان کے ہمراہیوں نے اس زور سے نعرہ مارا۔

کہ زمین لرز گئی۔ وہ عیسائی بھی کانپ گیا جس نے خولہؓ پر حملہ کیا تھا اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ خولہؓ نے جلدی سے حملہ کر کے اسے بھی مار ڈالا۔ اب مسلمانوں نے نہایت زور سے حملہ کیا۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا عیسائی بھی شدومد سے لڑنے اور مسلمانوں کو قتل و زخمی کرنے لگے۔ لڑائی زور شور سے شروع ہو گئی۔ حضرت خولہؓ عیسائیوں کو چیرتی پھاڑتی ضرارؓ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ آخر وہ وہاں تک پہنچ گئی۔ اور انہوں نے ضرارؓ کے بند کاٹ دئے۔

چونکہ عیسائی لڑائی میں مشغول تھے۔ اس لئے مزاحمت نہ کر سکے۔ جب خولہؓ نے ضرارؓ کے بند کاٹے۔ اس وقت کئی مسلمان وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے تمام مسلمانوں کے بند کاٹ دئے۔ ان مسلمانوں نے آزاد ہوتے ہی ہتھیار تلاش کرنے شروع کر دئے۔ سب سے پہلے ضرارؓ کے ہاتھ نیزہ آ گیا۔ وہ ایک عیسائی کو دھکا دے کر اس کے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ اور نیزہ سے عیسائیوں کو بندھنا شروع کیا۔ انہوں نے بیا الکبریٰ کے بادشاہ کو مار ڈالا۔ اس کے مرتے ہی عیسائی بھاگ نکلے۔ مسلمان ان کا سامان جمع کرنے لگے۔ ابھی وہ اس کام میں مشغول ہی تھے۔ کہ بے شمار عیسائی بھاگے ہوئے آتے۔ ضرارؓ نے انہیں دیکھتے ہی پکار کر کہا۔ مسلمانو، پھر بھیجا اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف کافروں کو۔ چلو اور انہیں خوب قتل کرو۔

مسلمان ان پر جا ٹوٹے۔ ان عیسائیوں کو عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ و عبداللہؓ بن عمرؓ وغیرہ نے شکست دی تھی۔ وہ سب لوگ ایک جگہ جمع

Marfat.com

ہو گئے تھے۔ اتفاق سے ان کی مٹھ بھیڑ عیسائیوں سے ہو گئی۔ انہوں نے ان عیسائیوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ لیکن بدقسمتی نے پھر انہیں مسلمانوں کے سامنے لا ڈالا۔ مسلمانوں نے انہیں بے دریغ قتل کرنا شروع کر دیا۔ خولہؓ بھی ضرارؓ کے ساتھ مل کر برابر لڑتی رہیں۔ اس روز بھی انہوں نے سات عیسائیوں کو قتل کیا۔ عیسائی گھبرا کر بھاگے۔ ان کی زیادہ تعداد ماری گئی۔ بہت تھوڑے بھاگ سکے۔ انہیں بھی شکست دے کر ضرارؓ معہ تمام مسلمانوں اور سامانِ غنیمت کے لوٹ آئے۔ ان کے معہ الخیر واپس آنے سے تمام مسلمانوں کو بڑی مسرت ہوئی۔

رہائی

جب ملک مصر فتح ہو گیا۔ اور وہاں کا بادشاہ ارسطولیس بھاگ گیا۔ تو مصر پر حضرت عمروؓ بن العاص نے قبضہ کر لیا۔ انہوں نے ہی اس ملک کو فتح کیا تھا۔ حضرت عمرؓ فاروق نے انہیں وہاں کا حاکم یا والی بنا کر ملک کے نظم و نسق کا حکم دے دیا۔

ارسطولیس ملک مصر سے بھاگ کر اسکندریہ میں ٹھہرا۔ اسے اس لئے مسلمانوں سے قلبی عداوت ہو گئی تھی۔ کہ مسلمانوں نے اس کا ملک چھین لیا تھا۔ اس نے بیس بڑے جہاز مہیا کئے۔ ان میں چار ہزار ایسے جنگ جو سوار کرائے۔ جن کی دلیری اور بہادری کی شہرت تھی۔ اور انہیں حکم دیا۔ کہ تم ملک شام کے بندرگاہ یافہ پر جا کر قیام کرو۔ اور مسلمانوں

کا سراغ لگاؤ۔ چونکہ ملک شام میں مسلمان بکھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے جب کبھی ان کے قریب ہونے کی خبر سنو۔ اچانک ان پر جا ٹوٹو۔ اور انہیں گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ۔ تاکہ میں انہیں قتل کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کروں۔

یہ جہاز روانہ ہوئے۔ بازنہ پہنچ کر انہوں نے جاسوس بھیجے۔ لیکن ان کا کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ آگے بڑھ کر رملہ میں پہنچے۔ وہاں انہیں جاسوسوں سے معلوم ہوا۔ کہ کچھ مسلمان قریب ہی ٹھہرے ہوئے ہیں۔ وہ جہازوں سے اتر کر ان کی تلاش و تجسس میں روانہ ہوئے۔

رملہ کے قریب حضرت ابوہریرہؓ کے چچا زاد بھائی دوس مقیم تھے۔ ان کے ساتھ پانچ سو کے قریب مسلمان تھے۔ ان میں ضرار بن الازور اور ان کی بہن خولہؓ بھی تھیں۔ ضرارؓ کچھ بیمار تھے۔ طبیبوں نے ان کے لئے سمندر کے ساحل پر ٹھہرنا مفید بتایا تھا۔ خولہؓ کو کچھ طبابت میں بھی دخل تھا۔ وہ خود اپنے بھائی کا علاج کر رہی تھیں۔ چونکہ وہاں عیسائیوں کے آنے کی توقع نہیں تھی۔ تمام ملک شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ بڑی بے فکری سے مقیم تھے۔ دن تو دن رات کو بھی کسی قسم کی احتیاط نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت ابوعبیدہؓ نے انہیں احتیاط کرنے کا حکم دیا تھا۔

ارسطولیس کے آدمیوں نے رات کو اچانک مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں سب کو گرفتار کر لیا۔ ضرارؓ اور حضرت خولہؓ بھی گرفتار ہو گئیں۔

Marfat.com

عیسائی انہیں اسی وقت لے کر چلے۔ جہازوں میں سوار کیا۔ اور اسکندریہ کی طرف روانہ ہوئے۔

دوپہر کے وقت ضرارؓ کے قیام گاہ پہ ابوہریرہؓ آئے۔ انہیں ضرارؓ کی خبر لانے کے لئے حضرت ابوعبیدہؓ نے بھیجا تھا۔ جب انہوں نے خیموں کو خالی اور سامان کو تتر بتر دیکھا۔ تو بہت زیادہ متعجب ہوئے۔ انہیں چند زخمی مسلمان ملے۔ جنہیں عیسائی اپنے خیال میں قتل کر کے چلے گئے تھے لیکن وہ زندہ تھے۔ البتہ زخمی ہو گئے تھے۔ ان سے ابوہریرہؓ کو معلوم ہوا۔ کہ رات عیسائیوں نے چھاپہ مارا۔ اور سب کو گرفتار کر کے لے گئے۔ ان میں ضرارؓ اور خولہ بھی ہیں۔

ابوہریرہؓ نے سمجھ لیا۔ کہ سمندر کی راہ سے عیسائیوں نے تاخت کی ہے۔ انہوں نے زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔ خیمے اور اسباب جمع کر دیا۔ اور وہاں سے رملہ کے ساحل پر پہنچے۔ انہیں ایک تختہ پہ ایک مسلمان بہ کر آتا نظر آیا۔ انہوں نے اسے نکالا۔ وہ ضرار کے ساتھیوں میں سے ایک تھا۔ اس نے بتایا۔ کہ جب عیسائی مسلمانوں کو جہاز میں بٹھا کر چلے۔ تو راستہ میں طوفان آ گیا۔ ان کے کئی جہاز غرق ہو گئے۔ ان میں زیادہ تر عیسائی تھے۔ کچھ مسلمان بھی تھے۔ ان جہازوں کے سب آدمی ڈوب گئے۔ میں ایک تختہ پر بہتا ادھر چلا آیا۔

ابوہریرہؓ نے اس سے پوچھا۔ کچھ معلوم ہوا۔ وہ جہاز کہاں سے آئے تھے۔ اور کہاں گئے ہیں۔ اس شخص نے جواب دیا۔ تمام عیسائی تذکرہ کر

رہے تھے۔ وہ سکندریہ سے آئے تھے۔ اور وہیں گئے ہیں۔

ابوہریرہ واپس لوٹے۔ اور قیام گاہ سے زخمیوں اور سامان کو بار کر کے ابوعبیدہؓ کے پاس آئے۔ انہیں ساری روئیداد سنائی۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو سخت صدمہ ہوا۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم! عیسائی ضرار کے دشمن ہیں۔ وہ انہیں ضرور قتل کر ڈالیں گے۔ اور خولہ یا تو لڑ کر مر جائے گی۔ یا اپنے بھائی کی موت کا صدمہ برداشت نہ کر سکیں گی۔ اگر خدانخواستہ ایسا ہوا۔ تو میں عمرؓ (خلیفہ دوم) اور خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ انہوں نے اسی وقت عمرؓو بن العاص والی مصر کو ایک خط لکھا۔ اور اس میں ضرارؓ اور خولہؓ کی گرفتاری کے حالات لکھ کر ان سے درخواست کی۔ کہ وہ خالد کو ان کی رہائی کے لئے بھیجیں۔ اور اگر کوئی معزز آدمی ان کے قبضہ میں آجائے تو اس کے تبادلہ میں انہیں واپس لیں۔

اسکندریہ ملک مصر کے قریب تھا۔ جب یہ خط عمرو بن العاص کو ملا۔ تو انہیں بھی ضرار اور خولہ کی گرفتاری کا بہت رنج ہوا۔ انہوں نے اسی وقت حضرت خالدؓ کو بلا کر حضرت ابوعبیدہؓ کا خط دکھایا۔ انہیں ایسا صدمہ ہوا۔ کہ وہ بے ساختہ رو پڑے۔ انہوں نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ آہ بھائی ضرار اور بہن خولہؓ دونوں ہم سے چھن گئے۔

حضرت خالدؓ پانچ ہزار شتر سواروں کو ساتھ لے کر اسی وقت چل پڑے۔ انہوں نے پہلے سے کچھ عیسائی جاسوس اسکندریہ اور اس کے نواح میں چھوڑ رکھے تھے۔ جو وہاں کی خبریں پہنچاتے تھے۔ ابھی خالدؓ

Marfat.com

راستہ ہی میں تھے۔ کہ انہیں چند جاسوس ملے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ کچھ مسلمان قیدی ملک شام سے لائے گئے تھے۔ بادشاہ ارسطولیس نے فی الحال انہیں دیر زجاج میں قید رکھنے کا حکم دیا ہے۔

بات یہ ہوئی تھی۔ کہ ضرار وغیرہ کو اسکندریہ لے جا کر ارسطولیس کے سامنے پیش کیا۔ اس نے انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن اس کے درباریوں نے اسے سمجھایا۔ کہ مسلمان اسکندریہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ اگر ہم نے ان کے ان آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ تو ہمارے جو آدمی ان کے ہاتھ آویں گے۔ وہ انہیں مار ڈالیں گے۔ اس لئے مناسب یہ ہے۔ کہ فی الحال انہیں قید رکھئے۔ یہ بات ارسطولیس کی سمجھ میں آگئی۔ اس نے انہیں اسکندریہ میں تو اس لئے قید رکھنا مناسب نہ سمجھا۔ کہ کہیں مسلمان فوراً ہی اس شہر پر بھی حملہ نہ کر دیں۔ بلکہ دیر زجاج میں دو ہزار سواروں کے ساتھ بھیج دیا۔

اس دیر میں نہایت مضبوط قلعہ تھا۔ قلعہ دار نہایت ہوشیار اور تجربہ کار اور جنگ جو تھا۔ اور اس کے پاس فوج بھی کافی تھی۔

حضرت خالدؓ اس بات کے معلوم ہوتے ہی اسکندریہ سے دیر زجاج کی طرف گھوم گئے۔ اور تیزی سے چل کر وہاں پہنچے۔ وہاں پہنچ کر انہیں معلوم ہوا۔ کہ ابھی تک قیدی وہاں نہیں آئے ہیں۔ وہ مقیم ہو گئے۔ اسی روز شام کے وقت عیسائیوں کی حراست میں قیدی آئے۔ چونکہ ضرارؓ بیمار تھے۔ اس لئے وہ خاموش تھے۔ لیکن خولہؓ نہایت

Marfat.com

حسرت زدہ اور غمگین لہجہ میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ ان کی ترنم ریز آواز
مینہ سا برسا رہی تھی۔ لیکن جو سنتا تھا۔ وہی افسردہ ہو جاتا تھا۔

اس وقت عرب میں دستور تھا کہ جب وہ لوگ سفر کرتے تھے
تو یا تو گذشتہ لڑائیوں کے متعلق یا اپنے خاندانی تفاخر کے متعلق یا اپنی موجودہ
حالت کے متعلق اشعار پڑھا کرتے تھے۔

خولہؓ جو اشعار پڑھ رہی تھیں۔ وہ تاریخ واقدی میں موجود ہیں۔ اختصار
کی وجہ سے ہم عربی کے اشعار قلم بند نہیں کرتے۔ صرف ان کا مطلب
لکھتے ہیں۔

اے افسوس آنکھیں روتی ہیں۔ اور آنسو جاری ہیں۔ میرے عارض
آنسوؤں سے تر ہیں۔ ظالم قبطیوں نے (مصر کے عیسائی قبطی النسل تھے)
ہماری غفلت سے فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے عربوں کو مغلوب کر کے اسیر
کر لیا۔ مجھے رنج و افسوس اس دلیر شخص پر ہے۔ جو میرا ساز و سامان تھا۔
جس میں پارسائی اور دینداری تھی۔ جو ہر آفت میں سینہ سپر ہو جاتا تھا ہر
مصیبت میں مدد کرتا تھا۔ وہ ضرارؓ تھے۔ ان میں غیرت تھی۔ جوش تھا۔
دلیری تھی۔ استقلال تھا۔ اگر وہ سوار ہونے کی قدرت رکھتے۔ تو جنگ کی
آگ کو مشتعل کر دیتے۔ یا اگر خالدؓ ہوتے تو وہ ہمیں اس مصیبت سے
رہائی دلاتے۔ یا اگر وہ میری آواز سنتے تو پکارتے۔ اور کہتے۔ اے خولہؓ
ٹھہر میں تیرے پاس آ گیا۔ اور تجھ سے سختی دور ہو گئی۔

اسی وقت خالدؓ بن ولید نے چلا کر کہا۔ لبیک لبیک یعنی حاضر ہو گیا۔

Marfat.com

میں۔ اے خولہؓ آئی تمہارے لئے خدا کی طرف سے کشود کار۔ تمہیں یاد کرنے والا خالدؓ تمہاری مدد کو آ پہنچا۔

خالدؓ نے اپنے ہمراہیوں کو کمینگاہ میں چھپا دیا تھا۔ انہوں نے بڑھ کر حملہ کیا۔ اسی وقت ان کے لشکر نے بھی نکل کر حملہ کیا۔ عیسائی دو ہزار تھے۔ اور مسلمان پانچ ہزار ایک ایک مسلمان نے ایک ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ چشم زدن میں تمام عیسائی مارے گئے۔ حضرت خالدؓ نے سب سے پہلے خولہ کی رسی کاٹی۔ اس کے بعد ضرار اور مسلمانوں نے اوروں کے بند کاٹ ڈالے۔ حضرت خولہؓ اور ضرارؓ نے حضرت خالد کا شکریہ ادا کیا۔ اس طرح خولہؓ اور ضرارؓ نے رہائی پائی۔

نکاح آج تک راقم الحروف نے جس قدر تاریخیں اور کتابیں دیکھی ہیں۔ ان سے یہ پتہ نہیں چلا۔ کہ حضرت خولہؓ کی شادی کب اور کس کے ساتھ ہوئی۔ تاریخوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ۱۳ھ میں نوعمری ہی کے زمانہ میں اپنے بھائی ضرار کے ساتھ ملک شام میں آئیں۔ اور ۲۳ھ تک وہاں رہیں۔

وفات اس طرح ان کی وفات کا بھی پتہ نہیں چلا۔ کہ کہاں اور کب ہوئی۔ وہ مجاہدہ اور شیر دل خاتون بن کر دنیا کی اسٹیج پر ظاہر ہوئیں۔ اور اپنے محیر العقول کارنامے دکھا کر ناپید ہوگئیں۔

Marfat.com

کمالات حضرت خولہؓ میں بہت سے کمالات تھے۔ وہ نہایت مشہور شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔ بیماروں کا علاج کر لیتی تھیں فنونِ حرب سے اس قدر واقف تھیں۔ کہ عورتوں کو عموماً اور لڑکوں کو خصوصاً وہ ہی لڑائی کے فن سکھایا کرتی تھیں۔ شوقِ جہاد اور تمنائے شہادت کا حال تم ملاحظہ ہی کر چکے ہو۔ کہا یہ جاتا ہے۔ کہ حسین لڑکیاں اور عورتیں نازک ہوتی ہیں۔ حضرت خولہؓ بہت زیادہ خوبصورت تھیں۔ لیکن نزاکت ان کے پاس نام کو بھی نہ پھٹکی تھی۔ دراصل بہادری اور جفاکشی کا انحصار دل پر ہے۔ وہ شیر دل تھیں۔ اس لئے دلیر اور باحوصلہ تھیں۔

صلیبی جہاد مصنفہ مولٰینا محمد صادق حسین صدیقی

عیسائی پہلی صلیبی جنگ میں مسلمانوں سے ہزیمت کھا کر تتر بتر ہو چکے تھے۔ اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں دبی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ نئے ساز و سامان سے اور نئے جوش و خروش سے اٹھے۔ اور جہاں جہاں مسلمانوں کو پایا ایسے ایسے مظالم کئے کہ زمین و آسمان کانپ گئے۔ مسلمانوں نے کس بے سرو سامانی سے ان کا مقابلہ کیا۔ قیمت ۲ روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور (پاکستان)

سلمٰی رضی اللہ عنہا بنت لوی

سلمٰی بنت لوی بن عاصم الیرلوعی نہایت نیک، دین دار اور عبادت گذار تھیں۔ انہیں بھی شوق جہاد ملک شام میں کھینچ لایا۔ انہیں مجاہدین اسلام کی خدمت کرنے کا بڑا شوق تھا۔ لڑائی کے وقت کاندھے پر مشکیزہ اٹھا لیتیں۔ لکڑی کا پیالہ ہاتھ میں لے لیتیں۔ اور زخمیوں اور پیاسوں کو پانی پلاتیں پھرا کرتیں۔ جن لوگوں کو جہاد کی مصروفیتوں کی وجہ سے اپنے کپڑوں میں پیوند لگانے کا موقع نہ ملتا تھا۔ وہ ان کے کپڑوں میں پیوند لگا دیتی تھیں یرموک کے مقام پر وہ بھی موجود تھیں۔ ایک روز جب اسلامی لشکر کے میسرہ نے ہزیمت اٹھائی۔ اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے عورتوں کے ٹیلہ سے جاملا۔ تو سلمٰی بنت لوی کو طرارہ آگیا۔ انہوں نے پکار کر کہا۔ اے خواتین لخم اور جذام! بزدلی کی تمہارے مردوں نے۔ وہ پیچھے ہٹتے چلے آ رہے ہیں۔ چلو اور چل کر انہیں روکو۔

چنانچہ ان کی آواز پر بہت سی عورتیں ان کے ساتھ ہولیں۔ کسی عورت نے اپنی گود میں سنگریزے بھر لئے۔ کسی نے خیموں کی چوبیں لے لیں۔ کسی نے اپنے بچوں ہی کو اٹھا۔ وہ ٹیلہ سے نیچے اتر کر مسلمانوں اور عیسائیوں کے گھوڑوں کے بیچ میں آگئیں۔ سلمٰی بنت لوی خیمہ کی چوب ہاتھ میں لئے دوڑی پھر رہی تھیں۔ وہ مسلمانوں کے گھوڑوں کے مونہوں اور سروں پر چوبیں مارتی تھیں۔ اور کہتی تھیں۔ یہ تم نے کیا کیا۔ تم نے مسلمانوں کی بہادری کو بٹہ لگادیا۔ اسلامی جماعت کو کمزور اور سست کر دیا۔ ہمارے سروں کو شرم و ذلت سے جھکادیا۔ تم ہمارے بیچ سے نکل جاؤ۔ دور ہو جاؤ تم نے خدا اور اس کے رسول کو ناخوش کر دیا۔

مسلمانوں کو ان کی باتیں سن کر بڑی غیرت آئی۔ وہ جوش میں آکر پلٹے۔ اور اس زور سے عیسائیوں پر حملہ آور ہوئے۔ کہ ان کی صفوں کو الٹ دیا یا تو عیسائی مسلمانوں کو دبلاتے چلے آ رہے تھے۔ یا اب مسلمان عیسائیوں کو پیچھے ہٹاتے بڑھنے لگے۔ یہ دیکھ کر سلمٰی بنت لوی کو بڑی مسرت ہوئی۔ وہ دوڑ کر پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ اٹھا لائیں۔ اور پانی پلاتی پھرنے لگیں۔ کہتی جاتی تھیں۔ کہ اب تم نے ہمارا سر اونچا کر دیا۔ اب ہم تمہاری ذات پر فخر کریں گی تم نے خدا کو راضی کر لیا۔ اب فتح میں کیا شک ہے۔ آخر عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ کسی اور معرکہ میں ان کی شرکت کا ذکر تاریخوں میں نہیں آیا۔

وفات ان کی وفات کے متعلق بھی تاریخوں سے کچھ پتہ نہیں چلتا ہے۔ کہ کب اور کہاں ہوئی۔

Marfat.com

عفیرہؓ بنت عفّار

عفیرہؓ بنت عفار قائم اللیل اور صائم النہار تھیں۔ ان کی اکثر راتیں عبادت میں اور اکثر دن روزہ سے گذرتیں۔ ان میں لڑنے کی تو قوت نہیں تھی۔ البتہ مجاہدین کی خدمت کا شوق تھا۔ اور یہی شوق انہیں ملک شام میں کھینچ لایا تھا چنانچہ ان سے مجاہدین کی جسقدر خدمت ہوتی کرتیں۔

جب مسلمان دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف روانہ ہوئے۔ تو ابو عبیدہؓ لشکر اسلام سے پیچھے عورتوں کو لے کر چلے۔ بولص اور اس کے بھائی پطرس نے فوج گراں لے کر دمشق سے نکل کر حضرت ابو عبیدہ پر حملہ کر دیا۔ بولص تو مردوں سے لڑنے لگا۔ اور پطرس عورتوں کو گرفتار کر کے وہاں لے چلا۔ اور نہر استریاق پر جا کر ٹھہرا۔ ان عورتوں میں عفیرہؓ بنت عفار خولہؓ بنت ازور، ام ابانؓ بنت عتبہ، سلمہ بنت النعمان وغیرہ تھیں۔ پطرس نے خولہؓ کو پسند کیا۔ اور اس کے اور سرداروں نے اور عورتوں اور لڑکیوں کو اپنے لئے منتخب کر لیا۔ ایک افسر نے عفیرہؓ بنت عفار کو اپنے لئے چن لیا۔ انہوں نے ان دختران عرب پر یہ ظاہر کر دیا۔ کہ ان میں کس کس کو کس

نے منتخب کر لیا ہے۔ عورتوں کو ان کا یہ انتخاب سخت ناگوار گذرا۔
جب عیسائی کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ پطرس اور اس کے افسر بھی نہر استریاقی پر بیٹھ کر کھانا کھانے اور شراب پینے لگے۔ تو عورتوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ خولہؓ نے کہا۔ اے دختران آلِ عمیر! ان رومی گبروں نے تمہیں اپنی کنیزیں بنانے کے لئے منتخب کر لیا ہے کیا تمہیں یہ گوارا ہے۔ کہ تم ان کی لونڈیاں ہو۔
عفیرہ نے کہا۔ زندگی بھر یہ گوارا نہیں ہے۔ مگر ہم نہتی ہیں۔ کیا کر سکتی ہیں۔
خولہؓ۔ ہمارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ نہ ہوں۔ یہ خیموں کی چوبیں تو پڑی ہیں۔ انہیں اٹھاؤ۔ اور دشمنوں سے لڑو۔ خدا کی قسم ہم اپنی قوم کو دھبہ نہ لگنے دیں گی۔ تمہاری شجاعت کا چرچا ہے۔ آج تم بہادری سے کنارہ کش ہو رہی ہو۔
عفیرہؓ۔ نہیں ہم بہادری سے کنارہ کش نہیں ہوتیں۔ ہم بہادروں کی اولاد ہیں۔ بہادر ہیں۔ لو سب سے پہلے میں کافروں کے مقابلہ کو نکلتی ہوں۔
یہ کہتے ہی عفیرہ نے خیمہ کی چوب اٹھالی خولہؓ نے کہا ایک ایک دو دو نہ جاؤ۔ سب مل کر چلو۔
چنانچہ سب خیموں کی چوبیں لے کر چلیں۔ عفیرہؓ نے بڑھ کر ایک عیسائی کی کھوپڑی پر چوب ماری۔ وہ چکرا کر گرا۔ انہوں نے دو تین چوبیں مار کر

Marfat.com

اس کے سر کے ٹکڑے کر دئیے۔ ایک اور عیسائی کے سر پر مسلمہ بنت نعمان نے چوب ماری۔ وہ جھکا۔ عفیرہؓ نے اس کی کمر پر اس زور سے چوب ماری۔ کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ پھر انہوں نے خولہؓ کے ساتھ مل کر کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔

جبکہ عورتیں خیموں کی چوبوں سے لڑ رہی تھیں۔ اس وقت حضرت خالد اپنی فوج لے کر آ گئے۔ انہوں نے عیسائیوں کو مار کر بھگا دیا۔ اور عورتوں کو ان سے خلاصی دلائی۔

یرموک کے مقام پر عرصہ تک لڑائیاں ہوتی رہی تھیں۔ اور ان لڑائیوں میں کئی مرتبہ عورتوں کو جنگ میں شرکت کرنی پڑی تھی۔ ایک روز جب جنگ کی آگ مشتعل ہو گئی۔ اور اس کے شعلے بھڑک اٹھے۔ خونریزی ہونے لگی۔ تو عیسائیوں نے مسلمانوں کے میمنہ پر دباؤ ڈالا۔ اور مسلمانوں نے نہایت استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔ لیکن عیسائیوں نے اس طرف لشکروں پر لشکر لانے شروع کر دئیے۔ آخر مسلمان پسپا ہو گئے۔ اور عورتوں کے ٹیلہ تک جا پہنچے۔ عورتیں یہ کیفیت دیکھ رہی تھیں۔ سعیدہ بنت عاصم خولانی کہتی ہیں۔ کہ اس روز بہت سی عورتیں ٹیلہ پر بیٹھی مسلمانوں کو ہزیمت کھا کر آتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ کہ عفیرہ بنت عفار نے پکار کر کہا۔

اے خواتین عرب بڑھ کر مردوں کو سنبھالو۔ اپنی اولادوں کو گودوں میں اٹھا لو۔ ان کے باپوں کو دکھاؤ۔ اور کہو۔ یہاں اور انہیں چھوڑ کر کہاں

Marfat.com

بھاگے جاتے ہو۔ اے دختران آل حمیر! بڑھو اور ان کا فروں کا استقبال کرو۔ چنانچہ وہ خیمہ کی چوب لے کر دوڑیں۔ اور عورتیں بھی ان کے ساتھ ہوگئیں۔ سب نے ٹیلے سے نیچے اتر کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ انہیں لڑتے دیکھ کر مسلمان سنبھلے۔ اور جوش میں آکر عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عورتیں بھی اس وقت تک لڑتی رہیں۔ جب تک عیسائی پسپا نہ ہوگئے۔

یرموک کی لڑائی ماہ رجب ۱۵ھ میں شروع ہوئی تھی۔ یوم تعور[ؔ] کے بعد پھر ایسا اتفاق ہوا۔ کہ میمنہ کے مسلمانوں پر عیسائیوں نے ایسی زور ڈالی۔ کہ وہ ہزیمت اٹھا کر عورتوں تک پہنچ گئے۔ پھر عورتیں چوبیں اور تلواریں لے کر میدان جنگ میں کود پڑیں۔ اور اپنے قبیلوں اور ماں باپ کا نام لے کر پکارنے لگیں۔

عفیرہ نے بھی تلوار لی۔ اور پکار کر کہا۔ میں عفیرہ ہوں۔ عفار کی بیٹی ہوں میرا باپ اپنے قبیلہ میں بڑا بہادر تھا۔ خدا کی قسم آج میدان جنگ میں مجھے کوئی پیچھے ہٹتے نہ دیکھے گا۔"

اسے اہل عرب رجز کہتے تھے۔ رجز پڑھ کر عفیرہؓ نے حملہ کیا۔ ایک عیسائی نے ان کے تلوار ماری۔ انہوں نے ڈھال پر روک کر اس

ؔ یرموک میں بہت سے معرکے ہوئے ہیں۔ ایک معرکہ عیسائیوں کے تیروں سے سات سو مسلمانوں کی ایک ایک آنکھ جاتی رہی تھی۔ اس دن کا نام یوم تعور رکھا گیا تھا۔ (صادق صدیقی)

Marfat.com

کے گھوڑے کے پہلو میں تلوار گھونپ دی۔ گھوڑا رومی کو لے کر گرگیا۔ عفیرہ نے جلدی سے اس کا سرکاٹ لیا۔ پھر انہوں نے ایک اور عیسائی پر حملہ کیا۔ اور اسے بھی مار ڈالا۔ عورتوں نے لڑائی کا پانسہ پلٹ دیا۔ مسلمان رک کر عیسائیوں پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے پر جوش حملے کرکے عیسائیوں کو شکست دے کر بھگا دیا۔ حضرتِ ابو عبیدہؓ نے عفیرہ کی بڑی تعریف کی۔

شہزادی عباسہ مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی

خلیفہ ہارون رشید اور قیصر روم و یونان کی نہایت خونریز جنگ، خاندان برمک کا عروج وزوال، جعفر برمکی کے قتل کے واقعات، قیصر یونان کی نصیحت آمیز شکست شیران اسلام کے تہلکہ خیز محاربات، عباسہ کے بہتان پر ایک لمبی تردید حسن و عشق کے لطیف مگر دل میں ہیجان پیدا کرنیوالے جذبات۔ جن کا انداز بیاں نہایت دلچسپ ہے قیمت صرف پانچ روپے

جہانگیر بک ڈپو نولکھا بازار، لاہور (پاکستان)

لیلیٰ رضؓ بنت الجریر

لیلیٰ بنت عبدالرحمن جو قیس بن عبداللہ یعنی مجنوں کی معشوقہ تھی۔ اور جن کی محبت کا افسانہ آج بھی ساری دنیا میں مشہور ہے۔ سانولے رنگ کی تھی۔ کہتے ہیں۔ کہ اس کے نقش ونگار ایسے دلکش تھے۔ اور اس کا حسن ایسا ملیح تھا۔ کہ اسے دیکھنے والے اس پر فریفتہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ عراق کا شہزادہ بخت نصر بھی اسے دل دے بیٹھا تھا۔

لیکن لیلیٰ بنت جریر اس لیلےٰ سے کہیں زیادہ خوبصورت تھیں۔ ان کے خدوخال ایسے دلکش تھے۔ کہ اگر ایام جاہلیت کا زمانہ ہوتا۔ تو عرب کے تمام شاعران کی تعریف کرتے۔ اور یونانی دیوی وتیں کی پرستش چھوڑ کر ان کے مجسمے تیار کرا کر ان محبوں کی پوجا شروع کر دیتے۔ وہ خوش جمال بھی تھیں۔ اور خوش آواز بھی۔ جب وہ اشعار پڑھتیں۔ تو ترنم ہونے لگتا۔ سننے والے مسحور و بیخود ہو جاتے۔ وہ قبیلہ حمیر سے تھیں۔ انہیں بہت سی نظمیں یاد تھیں۔ وہ خود شاعرہ بھی تھیں۔ لیکن مشہور شاعروں کا کلام

انہیں یاد تھا۔ مردوں کے کلام میں حضرت حسانؓ کے کلام کو جو دربارِ رسالت کے مشہور شاعر اور رسول اللہ صلعم کے مداح خاص تھے پسند کرتی تھیں۔ عورتوں میں حضرت خنساءؓ کے کلام کی بڑی مداح تھیں۔ مذاق میں کہا کرتی تھیں۔ وہ مجھ سے زیادہ حسین نہیں تھیں۔ نہ معلوم نہیں اہل عرب نے خنساء (خوبصورت ہرنی) کا خطاب کیوں دیا تھا۔

وہ بھی ملک شام میں اپنے کسی عزیز کے ساتھ آئی تھیں۔ اور معرکہ یرموک میں موجود تھیں۔ ایک روز جب فریقین کی صفیں مرتب ہو گئیں۔ اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ تو وہ ہم سن لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی میدانِ جنگ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ دفعتہً انہوں نے مسلمانوں کو ہزیمت اٹھا کر بھاگ کر آتے ہوئے دیکھا۔ اسی وقت وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ انہوں نے اپنی ساتھ والیوں سے کہا۔ چلو، چلو۔ اے آلِ حمیر! مسلمان بھاگے جا رہے ہیں۔ انہیں لڑنے کی ترغیب دو۔

چنانچہ وہ ان لڑکیوں کو لے کر ٹیلہ سے نیچے اتریں۔ انہوں نے جھولیوں میں پتھر بھر لئے۔ وہ مسلمانوں کے گھوڑوں کے مونہوں پر اور عیسائیوں کے سروں اور پیشانیوں پر پتھر مارتی تھیں۔ لیلےٰ نے نہایت خوش آیند لہجہ میں ایک نظم شروع کر دی۔ تمام لڑکیاں ان کے ساتھ مل کر گانے لگیں۔ ان کی سریلی آوازیں بلند ہو کر سننے والوں کو مسحور کرنے لگیں۔ وہ نظم یہ تھی:

نحنُ بناتِ طارق نمشی علی النمارق

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔

مَشْیَ الْقَطَا الْبَـادِق اَلْمِسْکُ فِی الْمَفَـارِق

ہم خرام ناز سے چلنے والیاں ہیں۔ مشک کی خوشبو ہمارے سروں پر ہے۔

وَالدُّرُّ فِی الْمَخَانِق اِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِق

ہمارے چہرے مصفا موتی ہیں۔ اگر تم ہماری طرف متوجہ ہو تو ہم مصافحہ کے لئے۔

وَنَفْرُشُ النَّمَارِق وَنُدُوقُ الْغَا رِق

اور ہم تمہارے لئے فرش بچھائیں۔ یا تم پھرو تو ہم تم سے جدا ہو جائیں۔

اِنْ تُقْبِلُوا نُعَانِق اَوْ تُدْبِرُوا نُفَارِق

اگر تم لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملینگی اور قدم پیچھے ہٹاؤ گے تو جدا ہو جائیں گی۔

کچھ تو لیلےٰ کی اس نظم نے جوش پیدا کیا۔ کچھ عورتوں کو میدان جنگ میں دیکھ کر غیرت آئی۔ وہ پلٹے اور اس شان سے پلٹے۔ کہ عیسائیوں کو تلواروں کی باڑھوں پر رکھ لیا۔ انہیں مار کاٹ کر پیچھے بھگا دیا۔ عورتوں اور مردوں نے لیلےٰ کی بڑی تعریف کی۔

سه یہ وہ نظم ہے۔ جو غزوہ احد میں ہندہ اور اس کے ساتھ والیوں نے زمانہ کفر میں گائی تھی۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

Marfat.com

لبنیٰ بنت سالم رضی اللہ عنہا

لبنیٰ بنت سالم بھی حضرت خولہؓ اور لیلیٰ بنت جریر کی طرح خوش جمال اور خوش ادا تھیں۔ عام طور پر عربی لڑکیوں کے نقش و نگار دلکش ہوتے تھے۔ لبنیٰ کا نقشہ بھی بہت ہی پیارا تھا۔ لیکن اور لڑکیوں کے مقابلہ میں وہ بہت ہی دھان پان اور نازک تھیں۔ وہ بھی ملک شام میں خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں آئی تھیں۔ یرموک کے معرکہ میں موجود تھیں۔ اچھی صورت عورت ہو یا مرد سب ہی کو اچھا معلوم ہوا کرتا ہے۔ لبنیٰ کو بھی خولہؓ، لیلیٰؓ، عفیرہؓ، ام رومانؓ، سعیدہؓ، ام تمیمؓ اور دوسری سب ہی لڑکیاں اور عورتیں پیار کرتی تھیں۔

جب یرموک میں عیسائیوں نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ تو عورتیں ٹیلہ سے میدان جنگ میں کود گئیں۔ لبنیٰ بھی جوش میں آکر کودیں۔ مگر وہ کوئی حربہ نہ لے سکیں۔ شاید اس وجہ سے کہ چوب تمان سے اٹھ نہ سکتی تھیں۔ اور تلوار وغیرہ لینے کا موقعہ نہ ملا۔ جب وہ عیسائیوں کے نرغہ میں

Marfat.com

پہنچیں۔ تب اپنی غلطی پر متنبہ ہوئیں۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ خولہؓ نے انہیں میدانِ جنگ میں اور پھر نہتا دیکھ کر کہا۔ تم بھی چلی آئیں۔ اور پھر خالی ہاتھ واپس جاؤ۔

لبنیٰ نے کہا۔ کیا اس لئے کہ تم اور دوسری لڑکیاں مجھے طعنہ دو۔

اس عرصہ میں خولہؓ ایک عیسائی کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ لبنیٰ ادھر اُدھر دیکھنے لگیں۔ اتفاق سے وہاں ایک گرانڈیل عیسائی آ گیا۔ لبنیٰ کو دیکھ کر وہ بھاگا۔ اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔ لبنیٰ اسے لپٹ گئیں۔ اور اپنے ساتھ نیچے گرانے کی کوشش کرنے لگیں۔ ابھی یہ جدوجہد جاری تھی۔ کہ خولہؓ آ گئیں۔ انہوں نے دیکھ لیا۔ وہ جھپٹیں۔ اور عیسائی کے اس زور سے ضرب ماری۔ کہ وہ چکرا کر گرا۔ حسن اتفاق سے جس وقت عیسائی چوٹ کھا کر گرا۔ اس وقت وہ گھوڑے پر سوار ہو چکی تھیں۔ گھوڑے کی سواری میں وہ طاق تھیں جھٹ گھوڑے کی باگ سہار کر ٹیلہ پر لے گئیں۔

جب اس معرکہ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور انہوں نے لبنیٰ کی کارنامہ سنی۔ تو سب ہنسے۔ ابو عبیدہ نے کہا۔ شہسواری اسے کہتے ہیں۔ کہ سوار کے گرتے ہی گھوڑے کو سنبھال لیا۔

Marfat.com

رابعہ بصریہؒ

رابعہ بصریہ عرب کے مشہور قبیلہ عدی سے تھیں۔ اسی قبیلہ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ بھی تھے۔ آپ کے والد کا نام اسمٰعیل تھا اور آپ کی کنیت ابو الخیر تھی۔ بصرہ کو آپ کے وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ ابو الخیر رابعہ بصریہ کہلاتی تھیں۔ آپ صاحب علم و فضل تھیں۔ دیندار، پرہیزگار اور عابدہ و زاہدہ تھیں۔ آپ ریا سے بہت بچتی تھیں۔ یہ چاہتی تھیں۔ کہ آپ کی شہرت نہ ہو۔ مگر جس قدر آپ اپنے آپ کو چھپاتی تھیں۔ اسی قدر مشہور ہوتی جاتی تھیں۔ آپ گمنامی میں رہنا چاہتی تھیں۔ لیکن قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔

خدا کو یہ منظور تھا۔ کہ وہ آفتاب بن کر چمکیں۔ چنانچہ وہ چمکیں۔ اور ایسی چمکیں۔ کہ ایک دفعہ دنیائے اسلام کو چمکا دیا۔ اس زمانہ کے دیندار اور پرہیزگار لوگ ان کی زیارت کی تمنا اور آرزو کرنے لگے۔

چونکہ شروع ہی سے وہ گمنامی میں رہنا اور زندگی بسر کرنا چاہتی تھیں

اس لئے ان کے ابتدائی حالات پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کب اور کہاں پیدا ہوئیں۔ عہد طفلی کس طرح گذارا۔ علم کس سے سیکھا۔ شروع زمانہ میں عبادت کا کیا طریقہ رہا۔ کس سے کسب زہد حاصل کیا۔

دنیائے اسلام میں ان کی شہرت اس وقت ہوئی۔ جب وہ بیوہ ہو گئی تھیں۔ اور ان کی جوانی بھی ڈھل گئی تھی۔ بلکہ بڑھاپا آ گیا تھا عبادت و ریاضت نے انہیں نفس کشی کی طرف مائل کر دیا تھا۔ اور نفس کشی سے تصوف کا ذوق بڑھ گیا تھا۔ ان کے دل میں عشق الہٰی کی آگ پیدا ہو چکی تھی۔ ان کی تمنا تھی۔ کہ وہ اسی آگ میں جل جائیں۔ چنانچہ وہ اکثر درگاہ رب العزت میں یہ دعا مانگا کرتی تھیں۔ اِلٰہِیْ تُحْرِقُ قَلْبًا یُحِبُّکَ یعنی خداوندا میرے دل کو اپنی محبت کی آگ سے جلا دے۔ ایک روز ہاتف غیب نے ندا دی ہم ایسا نہیں کرتے ہم سے ایسا گمان نہ رکھو۔

اس زمانہ میں سفیان ثوری بھی بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ ان کے زہد و اتقا کی بھی شہرت تھی۔ انہیں بھی رابعہ بصریہ سے عقیدت تھی۔ اکثر ان کی صحبت میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک روز وہ رابعہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ان کی زبان سے نکلا۔ وَاحُزْنَاہ۔ یعنی افسوس غم نہیں چھوڑتا۔ رابعہ نے فوراً ہی ٹوکا۔ سفیان! جھوٹ نہ بولو۔ یہ نہیں کہتے۔ وَاقِلَّةُ حُزْنَا یعنی افسوس ہمیں کتنا تھوڑا غم ملا۔ اگر زیادہ غم ہوتا۔ تو تمہیں دم مارنے کی بھی مجال نہ ہوتی۔ ان میں ایک خوبی یہ بھی تھی۔ کہ وہ نیک اعمال کو ظاہر نہیں کیا کرتی تھیں۔ اگر

Marfat.com

کوئی نیک عمل کسی وجہ سے ظاہر ہو جاتا۔ تو اسے کالعدم سمجھتیں۔ وہ دوسروں کو بھی یہ نصیحت کیا کرتی تھیں۔ کہ جس طرح تم اپنے عیبوں اور گناہوں کو چھپایا کرتے ہو۔ اسی طرح نیکیوں اور اچھے کاموں کو بھی چھپایا کرو۔

رابعہ بصریہ خوشامدیوں سے بڑا پرہیز کیا کرتی تھیں۔ اگر کوئی ان کی تعریف کرنے لگتا۔ تو فرماتیں بے کار کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ کوئی نیک کام ہی کر لو۔

ان کی پرہیز گاری اور اتقا کا سب سے نمایاں اور بین ثبوت یہ ہے۔ کہ انہوں نے آخر زمانہ میں باتیں کرنا چھوڑ دی تھیں۔ اسی خیال سے کہ عام گفتگو میں کبھی کوئی ایسا لفظ نہ نکل جائے جس کی باز پرس ہو۔ انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔ کہ اگر کوئی اشد ضرورت میں ان سے باتیں کرتا۔ تو وہ قرآن شریف کی آیتوں سے اس کا جواب دیتیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہیں قرآن شریف پر کس قدر عبور حاصل تھا۔ آج دنیا میں بڑے بڑے عالم و فاضل موجود ہیں۔ حفاظ بھی ہیں۔ قرآن شریف کو سمجھنے اور سمجھ کر پڑھنے والے بھی ہیں۔ بڑے ذکی اور ذہین بھی ہیں۔ لیکن ایک بھی ایسا نہیں ہے۔ جو ہر بات کا جواب کلام اللہ شریف کی آیتوں سے دے سکتا ہو۔ یہ شرف بھی ایک عورت ہی کو حاصل ہوا۔

ایک مرتبہ وہ حج کرنے کے لئے تشریف لے گئیں۔ جب واپس

آرہی تھیں۔ تو نہ معلوم کس طرح قافلہ سے بچھڑ کر ایک جنگل بیابان میں رہ گئیں۔ اتفاق سے حضرت امام ابو حنیفہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارک وہاں آنکلے۔ عبداللہ نے حضرت رابعہ بصریہ کی تعریف و شہرت سنی تھی۔ لیکن ان سے ملنے اور انہیں دیکھنے کا کہیں اتفاق نہ ہوا تھا۔ وہ انہیں اس جنگل میں دیکھ کر پہچان نہ سکے۔ البتہ ایک عمر رسیدہ عورت کو تنہا وہاں دیکھ کر حیران ہوئے۔ انہوں نے جو گفتگو کی۔ اور رابعہ بصریہ نے جو قرآن شریف کی آیتوں سے جواب دئیے۔ ہم اس مکالمہ کو درج کرتے ہیں۔

عبداللہؓ نے کہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رابعہ۔ وعلیکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتہ

عبداللہؓ خدا تم پر رحمت کرے۔ تم تنہا اس صحرائے ریگ زار میں کیا کر رہی ہو۔

رابعہؓ۔ وَمَن يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ یعنی جسے اللہ گمراہ کرے۔ اسے کوئی راہ بتانے والا نہیں۔

عبداللہ نے قیاس سے یہ سمجھ لیا۔ کہ وہ راستہ بھول گئی ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا۔ آپ کہاں جاتی ہیں۔

رابعہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ یعنی پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندہ کو مسجد حرام یعنی کعبہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس لے گیا۔

عبداللہؓ نے خیال کر لیا۔ کہ وہ حج کے لئے کعبہ گئی تھیں۔ اور وہاں

سے فارغ ہو کر بیت المقدس جا رہی ہیں۔
انہوں نے پوچھا تم اس مقام پر کب سے مقیم ہو۔
رابعہ نے جواب دیا۔ ثَلَاثَ لَیَالٍ سَوِیًّا یعنی پوری تین راتیں ہوئیں۔
عبد اللہ سمجھ گئے۔ کہ وہ تین رات سے اس جنگل میں بھٹک رہی ہیں۔ انہوں نے سوال کیا۔ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ پھر کھایا کیا؟
رابعہ: ھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ یعنی وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔
عبد اللہ کو تعجب ہوا۔ کہ یہاں انہیں کھانے کو کیا ملا۔ انہوں نے دریافت کیا۔ یہاں پانی نہیں ہے تم وضو کس چیز سے کرتی ہو۔
رابعہ: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا یعنی جب تم پانی نہ پاؤ۔ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔
عبد اللہ سمجھ گئے۔ کہ وہ تیمم کر کے نماز پڑھتی رہی ہیں۔ انہوں نے کہا میرے پاس کھانا ہے۔ کھاؤ گی۔
رابعہ: ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ یعنی تم رات تک اور دن کو پورا کرو۔
عبد اللہ سمجھ گئے۔ کہ ان کا روزہ ہے۔ مگر انہیں تعجب ہوا۔ کہ رمضان کا مہینہ تو ہے نہیں پھر روزہ کیسا۔ انہوں نے پوچھا۔ روزہ کیسا ہے۔
رابعہ: فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّهٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یعنی، پس جو کوئی زیادہ نیکی کرے۔ اس کے لئے بہتر ہے۔ اگر تم روزہ رکھو۔ تو تمہارے لئے اچھا ہے۔ اگر تم جاننے والے ہو۔

Marfat.com

عبداللہ ان کی قرآن خوانی سے عاجز ہو گئے۔ وہ چاہتے تھے۔ کہ جس طرح میں باتیں کرتا ہوں۔ اسی طرح یہ بھی کریں۔ لیکن وہ ان کی ہر بات کا جواب قرآن شریف کی آیت سے دیتی تھیں۔ آخر انہوں نے زچ ہو کر کہا جس طرح میں تم سے باتیں کرتا ہوں۔ اس طرح تم کیوں نہیں کرتی ہو۔

رابعہؒ۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ یعنی منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلتا مگر یہ کہ اس پر جاسوس موجود ہے۔

عبداللہ نے سمجھ لیا۔ کہ وہ اس اندیشہ سے کوئی بات سوائے آیات قرآنی کے نہیں کرتیں۔ کہ کہیں کوئی ایسا فقرہ نہ نکل جائے۔ جسے فرشتے لکھ لیں۔ اور اس کے متعلق ان سے بازپرس ہو۔ انہیں ان کی قرآن دانی پر بڑا تعجب ہوا۔ اب انہوں نے ایسے سوالات شروع کئے۔ جس کا جواب قرآن شریف کی آیتوں سے دینا مشکل ہو جائے۔ انہوں نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو۔

رابعہؒ۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا یعنی تو اس چیز سے واقفیت حاصل نہ کر۔ جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ بیشک اس کے متعلق دل اور کانوں سے پوچھا جائیگا۔

عبداللہ۔ مجھ سے غلطی ہوئی معاف کیجئے۔

رابعہؒ۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ یعنی آج کے دن تم پر سرزنش نہیں ہے۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کرے۔

Marfat.com

عبداللہؒ۔ اگر میں تمہیں اپنی اونٹنی پر بٹھا کر لے چلوں۔ تو چلو گی۔
رابعہؓ۔ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللهُ یعنی اور جو نیکی تم کرو۔ اللہ اسے جانتا ہے۔
عبداللہؒ نے اونٹنی بٹھا کر کہا۔ آئیے سوار ہو لیجیے۔
رابعہؒ۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ یعنی تم مومنوں سے کہہ دو۔ کہ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔
عبداللہ نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ اب سوار ہو جائیے۔
حضرت رابعہؓ نے سوار ہونا چاہا۔ اونٹنی نے شوخی کی۔ بھڑک گئی۔ اس سے ان کی چادر پھٹ گئی۔ انہوں نے کہا۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ یعنی اور تمہیں جو مصیبت پہنچے۔ وہ تمہارے ہی ہاتھوں سے ہے۔
عبداللہ نے اونٹنی کے پیر باندھ دیئے۔ عبداللہ نے مہار پکڑی۔ اور بدوؤں کی طرح شور کرتے ہوئے چلے۔ رابعہ نے کہا۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ یعنی اپنی چال پر نرمی اور اپنی آواز کو پست کرو۔
عبداللہ آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ شور و غل بھی بند کر دیا۔ مگر اب انہوں نے اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔
رابعہؓ نے کہا۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی جس قدر توفیق ہو۔ قرآن پڑھو۔
عبداللہؒ۔ خدا نے تم میں بہت سی نیکیاں پیدا کی ہیں۔

Marfat.com

رابعہ۔ وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی اور نہیں سمجھتے مگر عقل والے۔
عبد اللہؓ کچھ دور تک خاموش چلے گئے۔ پھر انہوں نے پوچھا۔
تمہارے شوہر ہیں۔
رابعہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ یعنی اے ایمان والو اس چیز کا سوال نہ کرو۔ کہ اگر تم پر ظاہر ہو جائے۔ تو تمہیں بری معلوم ہو۔
عبد اللہ چل کر اسی قافلہ میں پہنچ گئے۔ جس میں سے رابعہ بچھڑ گئی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ تمہارا اس قافلہ میں کون ہے۔
رابعہؓ۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا یعنی مال اور بیٹے دنیا کی زینت ہیں۔
عبد اللہ سمجھ گئے۔ کہ ان کے بیٹے قافلہ میں ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا۔ تمہارے بیٹوں کے نام کیا ہیں۔
رابعہؓ۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِیْمًا یٰیَحْیٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ یعنی اور اللہ نے ابراہیم کو دوست کیا۔ اللہ سے اچھی طرح بات کی۔ اے یحییٰ تو مضبوطی سے کتاب پکڑ۔
عبد اللہؓ نے سمجھ لیا۔ کہ ابراہیم موسیٰ یحییٰ ان کے بیٹے تھے۔ انہوں نے ان تینوں کے نام لے کر آواز دی۔ تینوں دوڑے چلے آئے۔ عبد اللہ کہتے ہیں۔ وہ تینوں نوعمر اور خوبصورت تھے۔ انہوں نے آتے ہی اپنی ماں کو نہایت احترام سے اتارا۔ عبد اللہ کو لے گئے

Marfat.com

ان کی بڑی مدارات کی۔ عبداللہ نے پوچھا۔ یہ تمہاری والدہ کب سے آیات قرآنی کے سوائے اور کوئی بات نہیں کرتیں۔

رابعہ کے بیٹوں نے جواب دیا۔ چالیس سال ہوئے۔ کہ انہوں نے آیات قرآنی کے سوائے کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالا۔

عبداللہؒ۔ ان کا کیا نام ہے۔

ابراہیم۔ رابعہ بصریہؒ

عبداللہ کو ان سے مل کر بڑی مسرت ہوئی۔ انہوں نے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ میں نے اس زمانہ کی بہترین عارفہ، عابدہ اور زاہدہ سے ملاقات کی۔

رابعہ بصریہ کا یہ اتقا اور یہ پرہیزگاری تھی۔ آج بھی ان واقعات کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں عبدہ بنت شوال ایک اور نیک خاتون اور خدا کی نیک بندی تھیں۔ انہیں رابعہ بصریہؒ سے بڑی محبت و عقیدت ہو گئی تھی۔ وہ ان کے پاس رہنے لگیں۔ اور رات دن ان کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ وہ رابعہ کے متعلق فرماتی ہیں۔ کہ میں نے ایسا عبادت گذار جیسی رابعہ تھیں۔ نہ مرد دیکھا نہ عورت۔ ساری ساری رات اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے قیام، رکوع اور سجود میں گذار دیتی ہیں۔

چونکہ تمام رات علے التواتر عبادت کرنا رسول اللہ صلعم کے طریقہ عمل یعنی سنت نبوی کے خلاف تھا۔ اس لئے پچھلی رات کو سپیدہ سحر

Marfat.com

نمودار ہونے کے وقت جانماز پر ہی لیٹ جاتیں۔ کمر سیدھی کر لیتیں۔ جب غنودگی طاری ہونے لگتی۔ تو جھٹ کر بیٹھ جاتیں۔ اور اتنی تھوڑی دیر آرام کرنے پر بھی متاسف نظر آتیں۔ یہ کہتی ہوئی اٹھتیں۔

اے نفس اٹھ، کتنا سوئے گا۔ اور کب تک سوئے گا۔ قریب ہے تو اس نیند میں مبتلا ہو جائے۔ جس کے سونے والے آواز صور ہی سن کر اٹھیں گے۔ عبدہ بنت شوال کہتی ہیں۔ کہ اکثر میں ان سے یہی سنتی ہوں آخر دن تک ان کا یہی معمول رہا۔ وہ کبھی آرام سے نہیں سوئیں۔ فرمایا کرتی تھیں۔ دنیا آرام کی جگہ نہیں ہے۔ بندہ کو آخرت کی فکر کرنی چاہیئے جس کی عاقبت سدھر گئی۔ اس نے سب کچھ پالیا۔ اور جس نے آخرت کھودی۔ اس نے سب کچھ کھو دیا۔

جب ان کی وفات کا وقت آیا۔ تو انہوں نے عبدہ بنت شوال سے کہا۔ عبدہ! میری موت سے کسی کو تکلیف نہ دینا۔ یہی کرتہ جو میں پہنے ہوں۔ پہنائے مجھے دفن کرا دینا۔

چنانچہ جب ۱۳۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ تو ان کی وصیت کے موجب ان کے کرتے میں انہیں دفن کر دینا۔ یہ کرتہ نہ ریشم کا تھا۔ نہ لٹھے کا۔ نہ ململ کا۔ بلکہ موٹے کپڑے کا تھا۔ گاڑھے کی قسم کا۔ پھر اسے نہ آب زمزم سے دھویا تھا۔ نہ اسے عطر لگایا تھا۔ سادہ اور بلا خوشبو کا تھا۔

عام طور پر لوگوں کا وطیرہ یہ ہے۔ کہ اچھا کفن ڈلانے کی وصیت

Marfat.com

کر جاتے ہیں۔ آب زمزم سے دھوتے ہیں۔ تاکہ اس نے جو بدکاریاں کی ہیں۔ یا عبادت نہیں کی۔ نماز نہیں پڑھی۔ روزے نہیں رکھے۔ زکواۃ نہیں دی۔ حج نہیں کیا۔ خیرات نہیں کی۔ لہو ولعب میں مشغول رہا۔ آب زمزم کی وجہ سے یا کفن پر کوئی دعا رکھنے کی برکت سے اس کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔ یہ خیال خام ہے۔ ان بدعتوں سے عذاب میں تخفیف نہیں ہو سکتی۔ اگر عذاب میں تخفیف چاہتے ہو۔ تو نیک عمل کرو۔ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اس سے انشاء اللہ دنیا بھی سدھر جائے گی۔ اور عاقبت بھی۔ اگر اعمال اچھے نہیں ہیں۔ تو کربلا سے کفن منگاؤ یا خانہ کعبہ سے۔ علماء سے سندیں لکھاؤ یا دعائیں۔ آب زمزم سے کفن دھو۔ یا مردہ کو نہلاؤ۔ کچھ نہ ہوگا۔ عبادت کرو۔ خدا کو راضی رکھو کسی کھٹ پٹ کے کرنے کی ضرورت نہیں۔ کیسے ہی کفن میں کفنائے جاؤ۔ خدا لطف و کرم کرے گا۔ بخشے جاؤ گے۔ نہ قبر کا عذاب ہوگا۔ نہ محشر میں تکلیف ہوگی۔ نہ دوزخ کی آگ میں جلو گے۔ یہ بات ہر انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ کہ وہ نیک عمل کر کے خدا کی رحمت کے سایہ میں چلا جائے۔ یا برے عمل کر کے جہنم کی آگ کا ایندھن بن جائے۔ جو خدا کو مانتے ہیں۔ حشر و نشر کے قائل ہیں۔ خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ وہ جنتی ہیں۔ اور جنہوں نے دنیا ہی کو معراج زندگی سمجھ لیا ہے۔ وہ اس میں آلودہ رہ کر اپنی عاقبت خراب کر لیتے ہیں۔

عبدہ بنت شوال نے حضرت رابعہ بصریہ کو ان کی وفات کے ایک

سال بعد خواب میں دیکھا کہ نہایت پُر تکلف لباس پہنے نرم فرش پر بیٹھی ہیں۔ عبیدہ کو حیرت ہوئی۔ انہوں نے پوچھا۔ بی بی تمہارا وہ موٹا کرتہ کیا ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔ خدا نے مجھ پر رحم کیا۔ مجھے سندس اور استبرق کے کپڑے پہنائے ہیں۔ عبیدہ! اگر تم خدا کے دوستوں کے مدارج، مراتب یہاں آکر دیکھو۔ تو حیران رہ جاؤ۔ عبیدہؓ نے دریافت کیا۔ کہ عبیدہؓ بنت ابی گلاب کس حال میں ہیں۔

عبیدہؓ بنت ابی کلاب بھی اس زمانہ کی نیک اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ رابعہؓ نے کہا۔ وہ فضیلت و رتبہ میں مجھ سے بڑھ گئی ہیں۔ عبیدہؓ نے پوچھا۔ ایسا انہوں نے کیا عمل کیا تھا۔ رابعہ نے کہا۔ انہوں نے اس بات کی پرواہ نہیں کی۔ کہ دنیا میں کیسے گذر رہی ہے۔ ان کی یہی بے نفسی خدا کو پسند آگئی۔

آج مسلمان بڑے فخر کے ساتھ اپنی بیٹیوں کا نام رابعہ رکھتے ہیں۔ اس نام کو شرف و مقبولیت حضرت رابعہ بصریہ کی وجہ سے ہوئی۔ کاش دختران اسلام ان کی پیروی اور تقلید کریں۔

Marfat.com

حضرت شہربانو رض

ان کا اصل نام شاہزان ہے۔ یہ ایران کے بادشاہ یزدجرد کی بیٹی اور نوشیروان کی پوتی ہیں۔ خاندان کسریٰ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اگرچہ یزدجرد اور نوشیروان کو کئی پشتوں کا فاصلہ ہے۔ لیکن مورخین انہیں نوشیرواں کی پوتی ہی لکھتے ہیں۔

جب مدائن پر جو ایران کا دارالسلطنت تھا۔ مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور یزدجرد وہاں سے نکل بھاگا۔ تو حضرت سعدؓ بن وقاص نے جو آنحضرت صلعم کے ماموں اور ایران میں جو لشکرِ اسلام تھا۔ اس کے سالارِ اعظم تھا۔ یزدجرد کے تعاقب میں اسلامی دستے روانہ کیے۔ ایک دستہ ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں بھیجا گیا تھا۔

ہاشم ترک وتاز کرتے ہوئے حوائی حوان تک جا پہنچے۔ وہاں ایرانیوں کی ایک کثیر جماعت سے ان کی مڈبھیڑ ہو گئی۔ ایرانیوں کا سپہ سالار رساق بن ہرمز تھا۔ جو نہایت بہادر اور بڑا شہ زور تھا۔ اہل فارس کی اس جماعت

کے ساتھ کئی ہودج محمل اور عماریاں بھی تھیں۔ ان میں خواتین ایران سوار تھیں۔ ان میں ایک محافہ نہایت خوبصورت تھا۔ اس پر طرح طرح کے زرنگار زنگار رنگ پردے پڑے ہوتے تھے۔ جن پر بیل بوٹے لعل و جواہر کے تھے۔ جو دھوپ میں جھلملا رہا تھا۔ اس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کئے دیتی تھی۔ اس محافہ کے گرد کنیزوں اور خدام کا ازدھام تھا۔

ہاشم نے ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی نہایت جی توڑ کر لڑے۔ لیکن اثنائے جنگ میں ہاشمؓ نے ساقر بن ہرمز کو مار ڈالا۔ سردار کے مارے جاتے ہی ایرانی بھاگ نکلے۔ لیکن کنیزیں اور خدام محافہ کو چھوڑ کر بھی نہ بھاگے۔ ہاشم نے انہیں سب کو گرفتار کر لیا۔ ہاشم کو معلوم ہوا۔ کہ اس محافہ میں یزدجرد ملک کسریٰ کی بیٹی شاہران ہے۔ شاہران کے ساتھ خزانہ کے صندوق بھی تھے۔ ہاشم قیدیوں اور خزانہ کو لے کر مدائن میں حضرت سعدؓ بن وقاص کے پاس آئے۔ اور انہیں بتایا۔ کہ اس زرنگار محافہ میں شاہران بنت کسریٰ ہے۔ دوسری محملوں اور عماریوں میں اس کی کنیزیں ہیں۔ صندوقوں میں خزانہ ہے۔ سعد نے فوراً یہ آیۃ پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ یعنی اے پروردگار ملک لازوال کے مالک تو ہی ملک اور بادشاہت عطا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ عزت دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ ذلیل کرتا ہے۔

حضرت سعدؓ نے شاہران کو خواتین عرب کے پاس بھیج دیا۔ جب

Marfat.com

وہ محافہ سے اتریں۔ اور عورتوں نے دیکھا۔ تو اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ وہ لباس پہنے ہوئے تھی۔ اس میں سچے موتیوں کی جھالریں ٹکی ہوئی جھلملا رہی تھیں۔ اور جواہرات کے پھول کڑھے ہوئے تھے۔ موتیوں کی چمک اور جواہرات کی ضیا نے اس کے چہرہ کو اور بھی جگمگا رکھا تھا۔ عرب عورتوں نے اس کی بڑی مدارات کی۔

حضرت سعدؓ نے خزانہ کے صندوق کھلوا کر دیکھے۔ ان میں اشرفیاں (دینار سرخ) جواہرات اور موتی بھرے ہوئے تھے۔ دو صندوقوں میں ایک عجیب فرش تھا۔ نہایت طول طویل تھا۔ اس کے بیچ میں چھوٹا سا تخت تھا۔ تخت خالص سونے کا تھا۔ تخت کے سامنے زمرد بنائی ہوئی سبز رنگ کی گھاس تھی۔ اس طریقے سے زمرد جڑے گئے تھے۔ کہ بالکل گھاس معلوم ہوتے تھے۔ اس کے کچھ فاصلہ پر چاندی کی کرسیاں تھیں۔ جو تخت کے سامنے نیم دائرہ میں تھیں۔ اسی تخت اور کرسیوں کے چاروں طرف نہایت خوبصورت چار باغیچے تھے۔ ان باغیچوں کے پودوں میں زیادہ تر چاندی کے اور کچھ سونے کے تھے۔ صورت ایسی تھی۔ کہ اگر چاندی کے تنے تھے۔ تو سونے کی شاخیں تھیں۔ اور اگر سونے کے تنے تھے۔ تو چاندی کی شاخیں تھیں۔ ہیرے جواہرات اور زمرد کے پتے اور پھول تھے۔ لعلوں کی کلیاں تھیں۔ ان کی شاخوں پر چڑیاں تھیں۔ اور وہ بھی جواہرات کی تھیں۔ چاروں باغیچوں میں چار

Marfat.com

سبزہ زار تھے۔ یہ چاروں سبزہ زار زنگار رنگ حریر، جواہر بو قلموں، طلائے احمر اور نقرہ خالص سے بنائے گئے تھے۔ موسم سرما میں جب خزاں کا دور دورہ ہوتا تھا۔ تو بادشاہ اس بساط پر بیٹھ کر بادہ خواری کیا کرتا تھا۔ گویا اسے خزاں میں بھی بہار کا لطف آ جاتا تھا۔ اس بساط کا نام بعض مورخ "بساط مسرت" اور بعض بساط بہار لکھتے ہیں۔ اغلب خیال یہی ہے۔ کہ اس کا نام فرش بہار تھا۔ ایک صندوق میں شاہ کسریٰ کا شاہانہ لباس اور تاج تھا۔

حضرت سعدؓ نے مدائن کے جوہریوں کو طلب کر کے "فرش بہار" کی قیمت کا اندازہ کرایا۔ انہوں نے کہا۔ یہ اس قدر قیمتی ہے۔ کہ اس کی قیمت کا اندازہ ہونا ناممکن ہے۔

مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر باقی مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا۔ اور فرش بہار اور کسریٰ کا شاہی لباس مع مال خمس کے اور شہزادی شاہران کے حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت سعد نے جو خط امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو لکھا تھا۔ وہ سننے کے قابل ہے۔ یہ خط ابن خلدون اور واقدی میں موجود ہے۔ ہم عربی کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

یہ نامہ بندۂ خدا سعد بن وقاص کی طرف سے امیر المومنین عمر بن خطاب کی خدمت میں۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے آپ اور مسلمانان یثرب پر میرا اور مسلمانان

عراق کا سلام پہنچے۔ میں اس خدائے واحد کی تعریف کرتا ہوں۔
جس کے سوائے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اس کے
لطف و کرم کی وجہ سے ہم نے تمام ملک کسریٰ تسخیر کر لیا ہے۔
یزدجرد بھاگ گیا ہے۔ لیکن اس کی بیٹی شاہران ہمارے قبضہ
میں آگئی ہے۔ مال خمس کے ساتھ شاہران کو اور فرش بہار کو
آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ فقط ہمارا سلام آپ برادر
جمیع مسلمین پر اور رحمت و برکات خدا کی نازل ہوں۔

جب یہ سب چیزیں مدینہ منورہ پہنچیں۔ تو مسلمان اس بے شمار
دولت کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا سعدؓ بن
وقاص بڑے ہی امین ہیں۔ انہوں نے کیسی بیش بہا چیزیں بلا کسی تصرف
کے بجنسہ بھیجی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اشرفیاں اور جواہرات تقسیم کرنے شروع کئے۔ ہر
شخص کو بیس بیس ہزار دینار ملے۔ اس کے بعد "بساط مسرت" یا فرش بہار
پر خزاں آئی۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ بعض
عیسائی مورخ لکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے یہ بڑا ہی وحشیانہ پن کیا۔ کہ اس
نادر روزگار فرش کے ٹکڑے کر ڈالے۔ ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں۔ کہ
ایرانیوں نے اس فرش کو محض اس پر بیٹھ کر شراب پینے کے لئے بنوایا تھا
اور اس میں کروڑوں روپیہ بے وجہ صرف کر دیا تھا۔ اسلام ان واہیات
چیزوں کو مٹانے ہی کے لئے آیا تھا۔ پھر یہ خرافات کیوں باقی رہتی۔

اس سے کیا کام لیا جاتا۔
اس کا ٹکڑا جس کسی کے حصہ میں آیا۔ اسے بیس ہزار درہم اس کی قیمت ملی۔ اس تقسیم کے بعد امیر المومنین نے کہا۔
اب تمہیں سب کو شاہان کسریٰ کی شان عبرت کے لئے دکھاتے کو یزدجرد کا شاہی لباس کسی کو پہنایا جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین نے محکم بن رواحہ کو بلا کر ملبوسات شاہی پہنائے جمیل مجلیٰ بجواہر اس کے گلے میں ڈالی۔ دستانے پہنائے۔ تاج اڑھایا۔ پٹکا زریں کمر میں باندھا۔ ہتھیار وغیرہ سجا کر اسے آراستہ کیا۔ اس کا زرتار لباس جو مکلل بجواہر تھا۔ اور پٹکا جس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اور تاج جس میں لعل و گوہر غلطاں ٹکے ہوئے تھے۔ ایسے جگمگانے لگے۔ کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا۔ مسلمانو! دیدہ عبرت سے دیکھو۔ یہ اس بادشاہ کا لباس ہے۔ جو اپنے بے شمار لشکر بے قیاس دولت اور بے حد وسیع ملک پر پھول کر خدا کو بھول گیا تھا۔ خدا نے اسے عزت دی تھی۔ دولت دی تھی۔ وسیع اور زرخیز ملک دیا تھا۔ دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہ تھی۔ جو اسے نہ دی ہو۔ لیکن اس نے شکر گذاری کے بجائے ہلبتہ خدا کی ناشکری کی۔ آخر خدا نے اس سے سب کچھ چھین لیا۔ اس کے لشکر پراگندہ ہوگئے۔ اس کی دولت کا، اس کے ملک کا ہم موحدین کو مالک کر دیا۔ جب تک ہم خدا سے ڈرتے رہیں گے۔ اس کی اطاعت کریں گے۔ یہ سب چیزیں ہماری رہیں گی۔ اور جب ہم اسے بھول جائیں گے۔ اس کی

نافرمانی کرنے لگیں گے۔ تو ہم سے بھی یہ چیزیں چھن جائیں گی۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق ؓ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا اب اگر کسی کا کچھ استحقاق ہو۔ تو وہ پیش کرے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔ یا امیرالمومنین میں ابوبکر صدیقؓ کا بیٹا ہوں۔ جو رسول اللہ صلعم کے یار غار تھے۔ جو مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ جنہوں نے ہجرت کے وقت رسول اللہ صلعم کی رفاقت کی جنہوں نے اسلام کے لئے اپنا مال خرچ کیا۔ جن کی شان میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ یعنی تم میں سے کوئی بھی اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جس نے فتح مکہ سے پہلے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ اور مقابلہ کیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ بے شک تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ بلکہ تم نے اپنے باپ کی فضیلت بہت کم بیان کی۔ چنانچہ انہیں دس ہزار درہم عطا کئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اب کوئی شخص اپنا حق ثابت کرتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔

یا امیرالمومنین: میں نے مسلمانوں کے عسرت کے زمانہ میں اپنے روپے سے لڑائی کا سامان تیار کیا۔ جب مسلمانوں کو پانی نہ ملتا تھا۔ تو یہودیوں سے کنواں خرید کر دیا۔ رسول اللہ کی دو بیٹیوں زینبؓ اور کلثومؓ سے نکاح کیا۔ دو قبلہ کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ دو رکعتوں میں سارا

قرآن پڑھ کر ختم کیا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا۔ پروردگار نے یہ آیت میرے حق میں نازل کی۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ

یعنی کیا وہ شخص جو فرمانبردار ہے۔ اور رات کو عبادت کے لئے کھڑا رہتا ہے۔ اور سجدہ کرتا ہے۔ عقبیٰ کا خوف رکھتا ہے۔ اور اپنے پروردگار کی رحمت کا دعویدار ہے۔ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے۔ جو ایسا عمل نہیں کرتا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ تم نے بھی اپنا حق ثابت کر دیا۔ انہیں بھی آپ نے دس ہزار درہم عطا کئے۔ اس وقت وہاں حسنینؓ بھی کھڑے تھے۔ دونوں نوجوان اور خوب رو تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ میرے حبیبو! آگے آؤ۔ اور بتاؤ۔ تم دونوں کو کون سی حاجت میرے پاس لائی ہے۔ دونوں شاہزادے شرما کر خاموش ہو رہے۔ اگرچہ وہ اپنا حق ثابت کر سکتے تھے۔ ان کا کوئی ثانی و ہمسر نہ تھا۔ لیکن دولت دنیا کے لئے انہیں اپنا حق ثابت کرنا کچھ اچھا نہ معلوم ہوا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ (جو کچھ انہوں نے فرمایا۔ ہم انہیں کی زبان میں ادا کرتے ہیں)

وَقَالَ لَهُمَا يَا حَبِيْبَيَّ بِمَا الَّذِيْ اَخْرَجَكُمَا مِنْ مِّثْلِهِمَا مَنْ يَّفْتَخِرُ وَقَالَ اَلَيْسَ اَنْتُمَا سِبْطَيِ الرَّسُوْلِ اَلَيْسَ اُمُّكُمَا فَاطِمَةَ الْبَتُوْلَ اَلَيْسَ اَبُوْكُمَا سَيْفَ اللّٰهِ الْمَسْلُوْلَ اَلَيْسَ فِيْ بَيْتِكُمَا نَزَلَ التَّنْزِيْلُ اَلَيْسَ كَانَ سَادِسَكُمَا تَحْتَ الْعَبَاءِ جِبْرَئِيْلُ اَلَيْسَ فِيْكُمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ الْجَلِيْلُ مَا اَتَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ فَاِنْ اِفْتَخَرْتُمَا فَلَكُمَا

Marfat.com

الصغر البلیغ یعنی اور کہا۔ اے میرے حبیبو! تمہیں کون سی حاجت لائی فخر و مباہات میں تم دونوں کا ہمسر کون ہے۔ تم رسول اللہ صلعم کے نواسے ہو۔ حضرت فاطمہ بتول تمہاری ماں ہیں۔ تمہارے باپ اللہ کی ننگی شمشیر ہیں۔ کیا تمہارے گھر قرآن شریف کی تاویل نازل نہیں ہوئی۔ کیا زیر عبا تم پنج تن کے ساتھ چھٹا جبرئیلؑ نہ تھا۔ کیا رب العزت نے یہ حکم نازل نہیں کیا۔ کہ تمہارے دوست داروں پر کسی کو کوئی راہ نہیں ہے۔ اگر تم دونوں فخر کرو۔ تو تمہارے لئے بڑا فخر ہے۔ اسی وقت ان دونوں میں سے ہر ایک کو بیس بیس ہزار درہم دیئے جانے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے کہا۔

اے امیر المومنین! اللہ تمہیں جزائے خیر دے تم نے اہل بیت کی خوب تعریف کی۔

اس کے بعد عبد اللہ بن عمرؓ یعنی خلیفہ کے بیٹے اٹھے۔ انہوں نے کہا۔ یا امیر المومنین! کیا میں آپ کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا آپ خلیفہ نہیں ہیں۔ کیا آپ جب مسلمان ہوئے تھے۔ تو مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو شوکت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد کی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو ایک ہزار درہم دیئے جانے کا حکم دیا۔ وہ جس کے حکم سے اوروں کو دس دس بیس بیس ہزار درہم عطا کئے جاتے ہیں۔ اپنے بیٹے کو صرف ایک ہزار درہم دلاتا ہے۔ کیا ایسا

Marfat.com

انصاف کسی اور مسلمان کا تھا۔

حضرت عبداللہؓ نے کہا۔ اے والدِ بزرگوار! میں نے ہجرت کی۔ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا۔ جہاد کیا۔ کفار کے جیش کو جنبش میں لایا آپ نے مجھے اتنا تھوڑا حصہ دیا۔ اور حسنینؓ کو مجھ سے بہت زیادہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔

اے فرزند! اگر تیرا دادا حسنین کا سا دادا، تیرا باپ حسنین کا سا باپ، تیری ماں حسینؓ کی سی ماں ہوتی۔ تو آج تجھے بھی اسی قدر دیتا۔ جس قدر ان دونوں کو دیا ہے۔

جب مالِ غنیمت کی تقسیم سے فراغت ہوئی۔ تب حضرت عمرؓ نے بنت کسریٰ یعنی شاہراں کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ یہ شاہزادی کم سن، بھولی اور نہایت خوب صورت تھی۔ وہ ایسی پوشاک پہنے تھی جس میں موتی اور جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ سونے اور جواہرات کے زیورات میں غرق تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے زیورات اتار لینے کا حکم دیا۔ ایک شخص بڑھا۔ شاہراں ایران کے بادشاہ کی باحمیت بیٹی تھی۔ وہ اس توہین کو برداشت نہ کر سکی۔ اس نے پکار کر کہا۔ خبردار مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے۔ ساتھ ہی جو شخص زیورات اتارنے کے لئے بڑھا تھا۔ اس کے سینے پر ایک دوہتڑ مارا۔ حضرت عمرؓ اور تمام مسلمانوں کو غصہ آگیا۔ شاہراں رونے لگی۔ حضرت عمرؓ کا غصہ دھیما پڑ گیا۔ شاہراں دزدیدہ نظروں سے حضرت حسینؓ کو دیکھ رہی تھی۔ حضرت حسینؓ

بھی نہایت خوبرو تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ میں اس شاہزادی کو حضرت حسینؓ کے حوالہ کرتا ہوں۔
حسینؓ، حضرت علیؓ اور تمام مسلمان بہت خوش ہوئے۔ شاہزادی مسلمان ہو کر حضرت امام حسین علیہ السلام کے نکاح میں آئیں۔ اور اسلامی نام شہر بانو رکھا گیا۔ آج بھی وہ دنیائے اسلام میں اس نام سے مشہور ہیں۔
یہاں یہ نکتہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اگر حضرت عمرؓ کو خدانخواستہ خاندان اہل بیت سے کوئی کدورت ہوتی۔ تو سب سے زیادہ حسنینؓ کو دولت عطا نہ کرتے۔ اور شاہزادی ایران کو حضرت حسین کے حوالہ معہ اس کے تمام زیورات کے نہ کرتے۔ بلکہ اپنے بیٹے عبداللہؓ کو دیتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ ان بزرگوں میں کوئی مناقشہ نہ تھا۔ یہ باتیں سینکڑوں برس بعد غرض کے بندوں نے مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کے لئے پیدا کی ہیں۔ اس وقت مسلمانوں میں فرقہ بندی نہ تھی۔ سب کا ایک ہی مسلک تھا۔ سب ایک ہی فرقہ میں تھے۔ بعد میں ایک فرقہ محب اہل بیت کے نام سے موسوم ہو گیا۔ تاریخ اسلام کی پہلی جلد میں اس معاملہ پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔
حضرت شہر بانوؓ مسلمان ہو کر بالکل ہی بدل گئیں۔ نہ ان میں ایرانی شاہزادیوں جیسا تکبر رہا۔ نہ فخر رہا۔ نہ غرور رہا۔ نہ شوق آرائش و زینت رہا۔ غرض کچھ بھی نہ رہا۔ خواتین اسلام کی دیکھا دیکھی ان ہی کی سی

Marfat.com

سادگی اختیار کرلی۔ گھر کا کام خود ہی کرنے لگیں۔

حضرت حسینؓ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ ان کی خدمت اپنا فرض جانتی تھیں۔ انہیں کبھی ناخوش نہ ہونے دیتی تھیں۔ وہ کبھی کسی بات پر حضرت حسینؓ سے نہیں جھگڑیں۔ انہیں حضرت امام حسین کی تمام اولاد سے اپنی ہی اولاد جیسی محبت تھی۔

جب کربلا کا وہ حشر خیز معرکہ (۶۳ھ) پیش آیا جس میں رسول اللہ کا چمن تاراج ہو گیا۔ تو حضرت شہر بانوؓ بھی حضرت حسینؓ کے ساتھ تھیں۔ جب کوفیوں نے اہل بیت کا محاصرہ کر لیا۔ تو حضرت امام حسینؓ نے حضرت شہر بانو سے کہا۔ کہ وہ وقت آگیا ہے۔ جس کا انتظار تھا یعنی میری شہادت اسی جگہ ہونے والی ہے۔ تم اپنے بچہ زین العابدین کو ساتھ لے کر حجاز یا اپنے وطن ایران چلی جاؤ۔

حضرت شہر بانوؓ کے بطن سے صرف ایک اولاد حضرت زین العابدین تھے۔ شہر بانوؓ نے کہا۔ میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی۔

حضرت حسینؓ۔ یہاں رہ کر ایسے حشر بداماں اور روح فرسا مناظر دیکھو گی۔ کہ روح لرز جائے گی۔

شہر بانوؓ۔ قسمت جو دکھائے گی۔ دیکھنا پڑے گا۔

آخر جب معرکہ حق و باطل شروع ہو گیا۔ اور اہل بیت میدان جنگ میں جا جا کر شہید ہونے لگے۔ تو چونکہ شہر بانوؓ کو سب ہی سے محبت تھی۔ اس لئے ہر ایک کی شہادت پر انہیں قلبی صدمہ ہوتا تھا۔ یہ اور ستم

Marfat.com

بالائے ستم تھا۔ کہ کوفیوں نے پانی بند کر دیا تھا۔ مرد، عورتیں اور بچے سب پیاسے تھے۔ خدا کو شہر بانو کے استقلال وصبر کا امتحان خاص طور پر لینا تھا۔ ان کے بیٹے زین العابدینؓ بیمار تھے۔ ایک تو گرمی کی شدت، دوسرے بخار کی حدت۔ پیاس کا یہ عالم تھا۔ کہ زین العابدینؓ کی زبان پر کانٹے پڑ گئے تھے۔ کسی پہلو قرار نہ آتا تھا۔

ایک روز صبح صادق کے وقت حضرت زین العابدینؓ کی حالت پیاس کی شدت سے بہت خراب ہو گئی۔ وہ بار بار پانی مانگتے تھے۔ حضرت شہر بانوؓ اور ام کلثومؓ بالیں پر بیٹھی تھیں۔ شہر بانو ضبط نہ کر سکیں۔ انہوں نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ خدایا! میرے بچہ پر رحم کر۔ حضرت زین العابدینؓ نے کہا۔ اے اللہ! اب تشنگی کی اذیت ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ اس زندگی سے تو موت اچھی۔

شہر بانوؓ عورت تھیں۔ اور پھر ماں بے چین ہو کر رونے لگیں۔ حضرت امام حسینؓ تشریف لائے۔ بیٹے کی زار حالت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ فرمایا۔ بیٹا! تمہارا باپ آج اس قدر مجبور ہو گیا ہے۔ کہ تمہارے لئے پانی کا ایک قطرہ بھی مہیا نہیں کر سکتا ضبط کرو۔

شہر بانو سسکیاں بھر رہی تھیں۔ آنسوؤں کا دریا رخساروں پہ بہ رہا تھا حضرت حسینؓ نے کہا۔ تم بھی ضبط وصبر کرو۔ یہی دردناک مناظر ہیں۔ جن سے میں نے تمہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔

شہر بانوؓ کس قدر بے بسی ہے۔ کہ میرا بچہ پیاسا مر رہا ہے۔ میں

Marfat.com

اپنی زندگی دے کر بھی اس کے لئے پانی کا ایک قطرہ نہیں لا سکتی۔

حسینؓ۔ خدا ہی کی یہ مرضی ہے۔ میں اور تم کیا کر سکتے ہیں۔

شہر بانوؓ۔ میں بھی جانتی ہوں۔ لیکن ماں کی مامتا کلیجہ ہلا دیتی ہے۔

حسینؓ۔ صبر کرو تمہارے رونے کی آواز سن کر دشمن ہنسنے لگے۔

شہر بانوؓ نے ایسا ضبط کیا۔ کہ اس کے بعد روح کو تحلیل کر دینے والے جو مناظر دیکھے۔ ان پر بھی آواز سے نہ روئیں۔ یہاں تک کہ علی اکبرؓ بھی جن سے انہیں اپنے حقیقی بیٹے سے زیادہ محبت تھی شہید ہو گئے۔ اور انہوں نے ضبط کیا۔

یہاں یہ بات بھی واضح کرنی مناسب ہے۔ کہ حضرت علی اکبرؓ کی حقیقی والدہ لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی تھیں۔ گویا وہ شہر بانو کے سوتیلے بیٹے تھے۔ لیکن شہر بانو کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔

جب حضرت امام حسینؓ تنہا رہ گئے۔ تو خواتین اہل بیت بے قرار ہو گئیں۔ حضرت شہر بانوؓ کو بھی سخت قلق ہوا۔ حضرت حسینؓ نے تشریف لا کر شہر بانو سے کہا۔ اب میں رخصت ہونے کے لئے آیا ہوں۔

شہر بانو کا دل ہل گیا۔ رونے لگیں۔ افسوس بے چاری اس قدر رو چکی تھیں۔ کہ آنسو تک خشک ہو چکے تھے۔ حضرت حسینؓ نے کہا۔ میں جانتا ہوں۔ اس وقت تمہارے دل کو کس قدر اذیت ہو رہی ہے۔ افسوس میرے اختیار میں یہ نہیں ہے۔ کہ میں تمہارے اس درد دل

Marfat.com

کو دور کر سکوں۔ میں مسافر ہوں۔ پا بہ رکاب ہوں۔ اگر سچ پوچھو۔ تو ہم سب ہی مسافر ہیں۔ یہ دنیا ہی مسافر خانہ ہے۔ سب ہی کو یہاں سے سفر کرنا ہے۔ میرے بعد تم سب بھی وہیں آؤ گے۔ جہاں میں جا رہا ہوں۔ اور جس جگہ میرے اور تمہارے عزیز و اقارب جا چکے ہیں۔ تم شاہزادی تھیں۔ تم نے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔ تم نے میری رفیق زندگی بن کر وہ راحت و آرام نہ پایا۔ جو تمہیں اپنے گھر میسر تھا۔ میرے پاس شاہانہ ٹھاٹ نہ تھے۔

شہر بانوؓ۔ خدا شاہد ہے۔ مجھے آپ کے پاس بڑی راحت ملی۔

حسینؓ۔ اور تم نے مجھے خوش رکھا میری تمنا یہ تھی۔ کہ تم اپنے وطن یا حجاز میں چلی جاتیں۔ مگر تم نے یہ گوارا نہ کیا۔ اس سے تمہاری محبت اور شرافت ظاہر ہو گئی۔ میں قافلہ سالار ہو کر آیا تھا۔ اب تم اسی غم زدہ قافلہ کی سردار ہو گی۔ انشاء اللہ تمہارے بچہ (زین العابدینؓ) سے میری نسل چلے گی۔ تم اہل بیت کے ساتھ نیکی کرنا۔ میری بہن زینبؓ بہت زیادہ غم زدہ ہے۔ اس کی دلجوئی کرتی رہنا۔ خبردار میرے مرنے کے بعد بے صبری نہ کرنا۔ بین نہ کرنا۔ ضبط و استقلال کا ثبوت دینا۔

شہر بانوؓ۔ آپ کے حکم کی تعمیل کروں گی۔

حضرت حسینؓ یہ وصیت فرما کر میدان جنگ میں گئے۔ حضرت شہر بانوؓ مصلے پر پہنچیں۔ دعائیں مانگنے لگیں۔ دفعتہً شور ہوا۔ کہ امام عالی مقام شہید کر دئیے گئے۔

Marfat.com

شہر بانوؑ اُٹھیں۔ ان کے چہرہ سے استقلال ظاہر تھا۔ وہ صرف خود ہی ضبط نہیں کر رہی تھیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی ضبط کی تلقین کر رہی تھیں۔ آخر بدبخت اشقیا نے آکر خیمہ و خرگاہ لوٹ لئے۔ عورتوں کے سروں سے چادریں کھینچ لیں۔ حضرت شہر بانوؑ کو بھی برہنہ سر کر دیا۔

کہتے ہیں۔ تاریخ اپنے دور کو دہراتی ہے۔ ایک وہ وقت تھا۔ جب ان کا باپ یزدجرد انہیں چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور وہ جنگی قیدی بن کر آئی تھیں۔ آج پھر قسمت نے قیدی بنا دیا۔ قید ہو کر کوفہ پہنچیں۔ وہاں ننگے سر پھرائی گئیں۔ وہاں سے دمشق گئیں۔ وہاں ان کی شایان شان عزت ہوئی۔ وہاں سے مدینہ منورہ واپس آئیں۔ اور مرتے دم تک وہیں اپنے بیٹے زین العابدینؑ کے ساتھ رہیں۔

معرکہ کربلا کے تمام حالات پڑھنے کے لئے ہمارا ناول معرکہ کربلا منگا کر ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت پانچ روپے

Marfat.com

بکارہ

بکارہ نام ہے۔ قبیلہ ہلال سے تھیں۔ افسوس ہے۔ مورخین نے ان کے والد تک کا نام نہیں لکھا۔ نسب کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ قبیلہ ہلال سے تھیں۔ تعلیم یافتہ تھیں۔ ذی فہم ذی عقل اور نہایت دلیر تھیں۔ شاعرہ تھیں۔ اور ان کی شاعری کا یہ عالم تھا کہ لوگ سن کر پھڑک جاتے تھے۔

وہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہٗ کے عہد خلافت میں تھیں۔ حضرت علیؓ سے بڑی عقیدت رکھتی تھیں۔ جب لوگوں نے حضرت علیؓ سے قاتلان حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوم کے قصاص لئے جانے کا مطالبہ کیا۔ اور ان کا رویہ گستاخانہ حد تک پہنچ گیا۔ تو بکارہ نے اشعار کے ذریعہ سے لوگوں کو حضرت علیؓ کا احترام کرنے کی تلقین کی۔ ان کے اشعار کا یہ اثر ہوا۔ کہ بہت سے لوگوں نے حضرت علیؓ کی مخالفت ترک کر دی۔ تمام حجاز میں بکارہ کے اشعار بطور سند پیش کئے جاتے کہ

دیکھو۔ بکارہ کہتی ہے۔ کہ یہ فتنہ ہے۔ اس سے بچو۔

لیکن جب شام والوں نے زور پکڑا۔ اور انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے نہایت شدت سے قصاص لئے جانے کا مطالبہ کیا۔ تو بکارہ بھڑک اٹھیں۔ انہوں نے ایسے اشعار کہنے شروع کئے۔ جس سے حضرت امیر معاویہؓ کی تذلیل ہو۔ ان کے یہ اشعار عرب سے عجم اور عراق سے شام تک پہنچ گئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی سنے۔ انہیں سخت ناگوار گزرا۔ لیکن بکارہ عرب میں تھیں۔ اور امیر معاویہ شام میں تھے۔ وہ انہیں تنبیہ نہ کر سکتے تھے۔ بکارہ برابر ان کے خلاف لکھا ہی تھیں۔ جو کچھ وہ لکھتی تھیں۔ اس کی فوراً شہرت ہو جاتی تھی۔

بکارہ کی مخالفت وکدورت کی وجہ یہ تھی۔ کہ امیر معاویہؓ کے باپ حضرت ابوسفیان سے ان کے باپ کو کوئی زک پہنچی تھی۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جب ابوجہل کے مارے جانے کے بعد ابوسفیان مکہ کے حاکم بنائے گئے تھے۔ اور اس وقت وہ حالت شرک میں تھے۔

جب ابن ملجم خارجی نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔ تو حضرت امام حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ لیکن انہوں نے مسلمانوں کی خونریزی روکنے اور باہمی جنگ وجدل بند کرنے کے لئے حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست برداری دے دی۔ اور حضرت امیر معاویہؓ دنیائے اسلام کے خلیفہ منتخب کر لئے گئے۔ بکارہ کو بڑا ناگوار گزرا۔ انہوں نے

Marfat.com

زوردار الفاظ میں حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کی سخت مخالفت کی۔ ان کے یہ مخالفانہ اشعار بھی دربار خلافت میں جا پہنچے۔ ساتھ ہی امیر معاویہؓ کو یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بکارہ نہایت ہی تنگ دستی اور عزبت کی حالت میں زندگی گذار رہی ہیں۔ امیر معاویہؓ نے حجاز کے گورنر کو لکھا۔ کہ بکارہ کو فوراً دربار میں پیش کرو۔

بکارہ دربار میں حاضر ہوئیں۔ امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا۔ کیا تم وہی بکارہ ہو۔ جو میری توہین و تذلیل میں اشعار کہتی تھیں۔ بکارہ نے جواب دیا ہاں میں وہی بکارہ ہوں۔ میں صاف گو ہوں۔ جو میرے دل میں آتا ہے۔ زبان سے نکل جاتا ہے۔

مروان بن حکم بھی اس وقت وہاں موجود تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس پر حضرت عثمان غنیؓ کو بہت زیادہ اعتماد تھا۔ اور جسے خلیفہ سوم نے بہت زیادہ اختیارات دے رکھے تھے۔ اسی کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ شہید ہوتے تھے۔ اس نے امیر معاویہؓ کو جوش و غصہ دلانے کے لئے کہا۔

امیر المومنین! یہ نہایت بدگو ہے۔ اس نے آپ کی زبردست توہین کی ہے۔ اس کے چند اشعار مجھے یاد ہیں۔ ان سے کس قدر کینہ اور عداوت کی بو آتی ہے۔ سنئے

نزلی ابن الهند الخلافۃ مالکا

هيهات ذاك وما اراد لعيد

مَلَکَ نفسَدَ فِی الخلا فلا لنا دا
آعزّ آتٌ عمّادُ دُ وَالشّقا وَسعِید

یعنی۔ کیا ہم ابن ہند (امیر معاویہؓ کی والدہ کا نام ہند تھا) کو خلیفہ سمجھیں۔ یہ دور از قیاس ہے۔ کیوں کہ یہ اس کے رتبہ سے بالاتر ہے اے معاویہؓ! تجھے تیرے نفس نے گمراہی میں ڈال دیا ہے۔ اور عمرو بن العاص اور سعید بن العاص نے تجھے بدبختی کی طرف ورغلایا ہے۔

عمروؓ بن العاص مشہور صحابی تھے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے ملک مصر فتح کیا تھا۔ اور سعید عمرو بن العاص کے بھائی تھے۔

اتفاق سے سعیدؓ بن العاص بھی اس وقت دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے کہا۔ یہ نہایت ہی یاوہ گو ہے۔ آپ (امیر معاویہؓ) خلیفہ ہو گئے۔ تو اس نے پھر بھی اپنی زبان درازی کو بند نہ کیا۔ بلکہ اس کی زبان اور تیز ہو گئی۔ اس نے جو اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے تین مجھے یاد ہیں۔ سنئے ہم ان اشعار کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

میری آرزو تھی۔ کہ اپنی زندگی میں کسی بنی امیہ کو ممبر پر خطبہ پڑھتے نہ دیکھوں۔ اس سے پہلے ہی مر جاؤں۔ مگر خدا نے میری عمر کی رسی دراز کر دی یہاں تک کہ دنیا کے عجیب کرشمے میری نظروں سے گذرے۔ اور میں نے امیر معاویہؓ کو ممبر پر خطبہ پڑھتے دیکھا۔

امیر معاویہؓ نے تیز نگاہوں سے بکارہ کو دیکھ کر پوچھا: کیا یہ تمہارے

Marfat.com

ہی اشعار ہیں؟ بکارہ نے جواب دیا " ہاں میرے ہی ہیں۔ لیکن اے امیر! جو کلام ابھی تم نے نہیں سنا۔ وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔
لوگوں کو خیال ہوا۔ کہ امیر معاویہؓ بکارہ کو سخت سزا دیں گے۔ امیر معاویہؓ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر بولے۔
تم اس وقت تنگ دست اور مفلوک الحال ہو۔
بکارہ۔ جی ہاں مگر میں کوئی حاجت لے کر نہیں آئی ہوں۔
امیر معاویہؓ۔ مگر میں تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔
بکارہ۔ اس بے لطفی کے بعد اظہار حاجت مناسب نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلی گئی۔ ارکین دربار نے کہا۔ اسے ایسی سخت سزا دینی چاہئے جس سے دوسروں کو عبرت ہو۔
امیر معاویہؓ۔ ایک صاف گو عورت کو سزا دینا قرین انصاف نہیں بلکہ وہ اس لئے عزت و احترام کے قابل ہے۔ کہ وہ مرعوب نہیں ہوتی۔ اب بھی اس کی یہ حالت ہے۔ کہ جو اس کے دل میں ہوتا ہے۔ وہی زبان پر آتا ہے۔
چنانچہ امیر معاویہؓ نے ان کے پاس اس قدر دولت بھیج دی۔ جس سے وہ فارغ البالی کے ساتھ عمر بسر کر سکیں۔ حضرت معاویہؓ کے اس احسان نے ان کا دل جیت لیا۔ پھر انہوں نے ان کی بدگوئی نہیں کی۔ اور اپنی بقیہ عمر عبادت و ریاضت میں گذار دی۔
اس زمانہ کے ان مردوں کو جو حکام سے فوراً مرعوب ہو کر

خوشامدیں کرنے لگتے ہیں۔ اس دلیر عورت کے حالات سے جرأت حاصل کرنی چاہیئے۔

افسوس ہے۔ جس طرح بکارہ کے نسب، شادی، اولاد وغیرہ کے حالات پردۂ خفا میں رہے۔ اسی طرح ان کی وفات کا حال بھی معلوم نہیں ہوا۔ نہ معلوم کتنی عمر پاکر کب وفات پائی۔

طارق (مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی سردھنوی)
شیر اندلس حضرت طارق کے مجاہدانہ کارنامے، اندلس پر مسلمانوں نے کیوں حملہ کیا۔ اور اس ملک میں کیا کیا نادرات اور عجائبات تھے۔ طلسمی گنبد کا راز، اندلس کے بادشاہ راڈرق کی سیاہ کاریاں، بارہ ہزار مسلمانوں کی ایک لاکھ عیسائیوں سے جنگ کے ہولناک واقعات نیز یہ کہ مسلمانوں نے کس سرفروشی سے مقابلہ کیا۔ قیمت ہیں روپے
جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور (پاکستان)

Marfat.com

زرقا

زرقا نام ہے قیس ہمدانی کی بیٹی تھیں۔ یہ معلوم نہیں کب پیدا ہوئیں۔ نہ ان کے ابتدائی حالات کا کچھ پتہ چلتا ہے۔ وہ جنگ صفین کے زمانہ میں دفعتہً عرب کے اسٹیج پر نمودار ہوتی ہیں۔ اور اپنے پر جوش اشعار سے نوجوانانِ عرب کے دلوں میں جنگ و پیکار کی رُوح پھونک دیتی ہیں۔ قبیلے کے قبیلے کٹ مرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ زرقا بنت قیس ہمدانی قادر الکلام اور زبردست شاعرہ تھیں۔ قدرت نے فیاضی کے ساتھ انہیں علم کا خزانہ عطا فرمایا تھا۔ ان کا کلام بڑا پُراثر ہوتا تھا۔ آواز صاف سُریلی اور لہجہ نہایت دلکش تھا۔ جب وہ اشعار پڑھتیں۔ تو ترنم سا ہونے لگتا۔ جو کچھ وہ کہتیں۔ لوگوں کے دلوں پر نقش ہو جاتا۔ جس بات پر چاہتیں۔ لوگوں کو راغب کر دیتیں۔ خدا نے انہیں علم اور آواز کے ساتھ خوب صورتی بھی عطا کی تھیں۔ خوش آواز بھی تھیں۔ اور خوش جمال بھی۔

انہیں حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہٗ سے بڑی عقیدت و محبت

وہ جانتی تھیں۔ کہ حضرت علیؓ سیاسیات کو مکاری سمجھتے ہیں۔ نہایت صاف گو اور بڑے سادہ لوح ہیں۔

جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ سوئم شہید ہوئے۔ اور حضرت علیؓ نے عنانِ خلافت ہاتھ میں لی۔ تو عام طور پر مسلمانوں نے حضرت علیؓ سے مطالبہ شروع کیا۔ کہ قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص لیا جائے۔ چونکہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش میں مصر، بصرہ اور کوفہ وغیرہ کے لوگ شامل تھے۔ اور ابھی تک دنیائے اسلام میں امن وامان نہیں ہوا تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ یہ چاہتے تھے۔ کہ امن ہو لینے کے بعد قصاص لیا جائے۔ لیکن مسلمانانِ جمہور کا یہ مطالبہ تھا۔ کہ قصاص فوراً لیا جائے۔ قصاص لینے سے باغیوں اور غوغائیوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اور خود بخود امن وامان ہو جائے گا۔

دراصل یہی ہونا چاہئے تھا۔ اس سے تمام فتنوں کا سدباب ہو جاتا۔ لیکن حضرت علیؓ اپنی نرم دلی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے۔ اس سے دنیائے اسلام میں جوش وہیجان پیدا ہو گیا۔ اسی وقت حضرت امیر معاویہؓ نے بھی قصاص لئے جانے کا مطالبہ کر دیا۔ امیر معاویہ کو دنیائے اسلام میں ہر دلعزیزی حاصل تھی۔ وہ ملک شام کے والی تھے۔ ان کی قوت بھی بڑھی ہوئی تھی۔ چونکہ انہوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اس لئے حضرت علیؓ ملک شام پر یورش کرنے چلے۔ امیر معاویہؓ بھی مقابلہ کے لئے لشکر فراہم کر کے بڑھے۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ مقام صفین میں دریائے فرات کے ساحل

Marfat.com

پر ہو گیا۔

جب حضرت علیؓ نے فراہمی لشکر کا اعلان کیا۔ تو زرقا نے قبائل کا دورہ شروع کیا۔ اور حضرت علیؓ کی مدح میں اشعار کہہ کر لوگوں میں ایسی روح پھونک دی۔ کہ ہر قبیلہ کے نوجوان لڑائی کے ارادہ سے گھروں سے نکل آتے۔ اور ان کے ساتھ ہو گئے۔ قبیلہ ہمدان کا تو کوئی فرد بھی اپنے خیموں میں نہ رہا۔ کئی ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر وہ بھی مقام صفین میں آ پہنچیں۔ اور انہوں نے اپنا تمام لشکر حضرت علیؓ کے سپرد کر دیا۔

حضرت علیؓ کو زرقا کی وفاداری، جوش دلیری، ہمت اور کارگذاری دیکھ کر حیران رہ گئے۔ انہوں نے زرقا کی تعریف بھی کی۔ اور ان کے حق میں دعا بھی فرمائی۔

جب صفین میں فریقین نے اپنے لشکروں کی ترتیب کی۔ اور جنگ کا آغاز ہو گیا۔ تو زرقا اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہو میں۔ اور پر جوش اشعار سے لوگوں کو لڑائی پر برانگیختہ کرنے لگیں۔ انہوں نے امیر معاویہ کی برائیاں اور حضرت علیؓ کی خوبیاں بیان کرنی شروع کیں۔ لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا۔

جب خونریزی شروع ہو گئی۔ لڑائی کے شعلے بھڑکنے لگے تیز تلواریں اور نیزے اپنا کام کرنے لگے۔ زرقا اس وقت بھی میدان جنگ میں موجود رہیں۔ لوگوں کو جنگ کی ترغیب بھی دیتی رہیں۔ اور خود بھی لڑتی رہیں۔

جنگ صفین میں کئی روز تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی تھی۔ زرقا روزانہ اپنے سرخ اونٹ پر سوار ہو کر میدان جنگ میں

ملکتی تھیں۔ اور صبح سے شام تک مصروف رہتی تھیں۔

جب تحکیمین کا تقرر ہوا۔ اور حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ اپنے اپنے لشکر لے کر چلے گئے۔ تو زرقا بھی اپنے وطن کو واپس چلی گئیں۔ چند روز کے بعد زرقا کو معلوم ہوا۔ کہ امیر معاویہؓ خلیفہ مقرر ہو گئے۔ انہیں بڑا افسوس ہوا۔ انہوں نے کہا۔ لوگوں نے حضرت علیؓ کو دھوکا دیا۔ وہ اب بھی امیر معاویہؓ کو برا ہی کہتی رہیں۔ اس عرصہ میں ابن ملجم نے حضرت علیؓ کو شہید کر دیا۔ زرقا کو سخت صدمہ ہوا۔ انہوں نے بڑے پر درد مرثیے کہے۔

حضرت علیؓ کی شہادت اور حضرت امام حسینؓ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد امیر معاویہؓ مستقل خلیفہ ہو گئے۔ ان کے خلیفہ ہوتے ہی دنیائے اسلام میں امن وامان ہو گیا۔ کوئی فتنہ باقی نہ رہا۔ برائیوں اور خوغائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔

ایک روز امیر معاویہؓ کے دربار میں زرقا کا ذکر آ گیا۔ مصاحبوں نے کہا۔ زرقا کے پرجوشیلے اشعار نے لوگوں میں ایسی روح پھونک دی تھی۔ جس نے انہیں خونریزی پہ آمادہ کر دیا۔ وہ نہایت خطرناک عورت ہے۔ کوفہ میں موجود ہے۔ آپ سے اب بھی ناخوش ہے۔ خوف ہے۔ کہیں وہ پھر بغاوت نہ کرا دے۔ اسے بلا کر قتل کرا دینا چاہئے۔

امیر معاویہؓ نے کہا۔ افسوس ہے۔ تم مرد ہو کر ایک ایسی عورت سے ڈرتے ہو۔ جو زبردست شاعرہ ہونے کے علاوہ صاف گو اور دلبر ہے۔ اور مجھے اس کے قتل کا مشورہ دیتے ہو۔ کس قدر بزدلی کی بات ہے۔ وہ عزت واحترام کے قابل ہے۔ نہ کہ قتل کر دئیے جانے کے۔

Marfat.com

ایک مصاحب نے کہا۔ اس نے آپ کی توہین و تذلیل میں کوئی بھی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ کی برائیاں بیان کرتی رہی۔

امیر معاویہؓ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کوفہ کے گورنر کو لکھا۔ کہ زرقا کو نہایت احترام و آرام کے ساتھ بھیج دو۔

چنانچہ جب زرقا دربار میں حاضر ہوئیں۔ تو امیر معاویہؓ نے ان سے پوچھا سفر کس طرح سے طے ہوا۔ انہوں نے جواب دیا۔ جس طرح لڑکی ماں کی گود میں ہوتی ہے۔ یا جیسے بچہ گہوارہ میں سوتا ہے۔

امیر معاویہؓ۔ ہم نے گورنر کو اسی طرح حکم دیا تھا۔ زرقا! تجھے یاد ہے تو جنگ صفین میں سرخ اونٹ پر سوار تھی۔ اور اپنے تیز و تند اشعار سے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا رہی تھی۔

زرقا۔ یاد ہے۔

امیر معاویہؓ۔ کیا تو نے جوش میں آ کر یہ نہ کہا تھا۔ لوگو! تم اس فتنہ سے بچو۔ جو ظلمت کے پردے ڈال رہا ہے چراغ آفتاب کے سامنے روشن نہیں ہو سکتا۔ ستارے چاند کے سامنے ماند ہیں۔ عورتوں کی زینت مہندی سے ہے۔ اور مردوں کی خون سے

زرقا۔ بیشک میرے اشعار کا یہی مطلب تھا۔ آپ نے گذشتہ واقعات یاد دلا کر میرے دل کو پر جوش اور میری روح کو تازہ کر دیا۔

امیر معاویہؓ۔ اس روز تم نے میری توہین میں بہت سے اشعار کہے تھے۔ اور حضرت علیؓ کی بڑی مدح کی تھی۔

Marfat.com

زرقا۔ یہ صحیح ہے۔ مجھے حضرت علیؓ سے محبت و عقیدت تھی۔
امیر معاویہؓ۔ اب تو حضرت علی مرتضٰے کو کیسا سمجھتی ہے۔
زرقا۔ میں اس وقت جب علی مرتضٰے زندہ تھے۔ انہیں تم سے بہتر سمجھتی تھی۔ اور آج بھی جب وہ دنیا میں نہیں رہے تم سے اچھا سمجھتی ہوں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے۔ کہ میں ان کے ساتھ شریک ہو کر تم سے لڑی۔
امیر معاویہ۔ زرقا: میں تیری آزادی، دلیری، صاف گوئی اور اخلاقی جرأت کی تعریف کرتا ہوں۔ لیکن سب سے زیادہ قابل عزت و ستائش یہ بات ہے۔ کہ تو آج بھی حضرت علی مرتضٰے سے ویسی ہی عقیدت و محبت رکھتی ہے۔ جیسی ان کی حیات میں رکھتی تھی۔ تجھ جیسی قابل، وفادار اور حق گو عورت کی حاجت روائی کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ تو اپنی ضرورت بیان کر۔
زرقا۔ جس کے خلاف میں ہمیشہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہی ہوں۔ لڑائیوں میں لوگوں کو بھڑکاتی رہی ہوں۔ اب اس سے کس منہ سے سوال کروں۔
امیر معاویہؓ۔ تو سوال کر یا نہ کر۔ مگر معاویہ تجھے دے گا۔
چنانچہ امیر معاویہؓ نے اسے اس قدر دولت دی۔ کہ وہ دولتمند ہو گئیں۔ اور امیرانہ شان سے زندگی بسر کرنے لگیں۔
ایک مرتبہ انہوں نے کہا۔ امیر معاویہؓ سے زیادہ حلیم عفو کرنے

Marfat.com

والا اور سخی میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اس نے میری تمام خطائیں معاف کر دیں۔ اور مجھے دولت مند کر دیا۔ وہ جب تک زندہ رہیں۔ امیر معاویہؓ کو دعائیں دیتی رہیں۔

افسوس ہے۔ کہ زرقا کی وفات کا بھی تاریخوں سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

سنگدل ملکہ (مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی سردھنوی)
مٹھی بھر شیران اسلام کے حیرت انگیز کارنامے۔ ملکہ مریم کی سنگدلی اور اس کا عجیب معرکہ قلعہ آمد کی شاندار فتوحات، فرزندانِ توحید کا جوش جہاد۔ شیر اسلام حضرت خالد بن ولید اور بہادر اسلام حضرت ضرارؓ اور دیگر مجاہدین اسلام کی بہادری کے حیرت انگیز واقعات مع حسن و عشق کی دلچسپ داستان کے بیان ہیں۔ قیمت تین روپے
جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور (پاکستان)

Marfat.com

ام سلمہ مخزومی

ام سلمہ کنیت ہے۔ اور یہ کنیت اس قدر مشہور ہوئی۔ کہ اصل نام گم ہو گیا۔ یہ قبیلہ مخزوم سے تھیں۔ اسی قبیلہ سے سیف اللہ حضرت خالد بن الولید تھے۔ ان کا نسب اس طرح پر ہے۔ ام سلمہ بنت یعقوب بن ولید بن عبداللہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی۔

ام سلمہ کی پیدائش کا حال معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کب اور کہاں پیدا ہوئیں۔ ان کے ابتدائی حالات بھی قعر گمنامی میں ہیں۔ تاریخوں کی ورق گردانی سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ ایک غریب گھرانہ میں پیدا ہوئیں۔ اور اور ان کے اب وجد تلاش معاش میں عرب سے ملک شام میں ہجرت کر گئے تھے۔

جب انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ تو عربوں کی معاشرت بہت کچھ بدل چکی تھی۔ تمدن کا نیا دور شروع ہو گیا تھا۔ وہ نہایت خوبصورت اور خوش اندام تھیں۔ جوں جوں گلشن شباب کی طرف بڑھتی گئیں۔ حسن و جمال میں ترقی ہوتی گئی۔ آخر تمام ملک شام میں ان کی خوبصورتی کی شہرت ہو گئی

Marfat.com

ان سے نکاح کے لئے بڑے بڑے دولتمندوں کے پیغام آنے لگے۔

نکاح اوّل ان کا پہلا نکاح عبدالعزیز بن عبدالملک کے ساتھ ہوا۔ عبدالعزیز کافی دولتمند تھے۔ انہوں نے پانچ ہزار اشرفیاں مہر مقرر کئے۔ اور اسی وقت ادا کر دیئے۔ شب عروسی کو جواہرات سے بھری ہوئی صندوقچی نذر کی۔ عبدالعزیز ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ ام سلمہ متمول بیگموں کی طرح رہنے لگیں۔ لیکن عبدالعزیز بن عبدالملک کی زندگی نے وفا نہ کی۔ انہوں نے عین عالم جوانی میں انتقال کیا۔ ام سلمہ بیوہ ہو گئیں۔

دوسرا نکاح اس وقت ام سلمہ کی جوانی کی ابتدا تھی۔ حسن اور جوانی نے انہیں رشک حور بنا دیا تھا۔ پھر ان کے پاس پیام آنے لگے۔ اس زمانہ میں عربوں میں ہاشم نامی ایک عرب بڑے مالدار تھے۔ مشہور تھا۔ کہ عربوں میں ان سے زیادہ متمول کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے کوشش کی۔ آخر ام سلمہ راضی ہو گئیں۔ اور ان سے نکاح ہو گیا ہاشم نے ام سلمہ کے لئے عیش و آرام کے وہ تمام لوازمات مہیا کر دیئے۔ جو شہزادیوں کے لئے مخصوص تھے۔ پچیس تیس کنیزیں اور پیش خدمتیں ان کی خدمت کے لئے مقرر کر دیں۔ پر تکلف ایوان تعمیر کرایا۔ اور یہ کوشش کی۔ کہ ام سلمہ کی تمام آرزوئیں پوری کر دی جائیں۔ مگر ان کی عمر نے بھی کچھ وفا نہ کی۔ ان کا بھی جلد ہی انتقال ہو گیا۔ اور ام سلمہ پھر بیوہ ہو گئیں۔ لیکن اب وہ جوان۔ حسین اور دولتمند بیوہ تھیں۔

Marfat.com

پھر لوگوں نے پیام دینے شروع کر دئیے۔

تیسرا نکاح عہد طفلی میں ام سلمہ سے کسی بوڑھی عورت نے جس کے زہد و اتقا کی شہرت تھی۔ یہ کہا تھا۔ کہ بیٹی تم ملکہ بنو گی۔ یہ بات ام سلمہ کو یاد تھی۔ چونکہ اس وقت وہ بہت غریب تھیں۔ اس لئے خیال کیا کرتی تھیں۔ کہ وہ ملکہ کیسے بن سکیں گی۔ لیکن جن عفیفہ نے ان کے حق میں پیشین گوئی کی تھی۔ ان کی بات پر بھی اعتقاد تھا جب ان کی شادیاں ہوئیں۔ اور دولت کی فراوانی ہو گئی۔ تو وہ سمجھیں۔ کہ ملکہ سے مراد متمول بیگم سے ہو گی۔ انہیں کیا خبر تھی۔ کہ قسمت انہیں ملکہ ہی بنانے والی ہے۔

ایک روز وہ اپنے مکان کے بالاخانہ پر بیٹھی تھیں۔ کئی معزز اور دولتمند بیگمیں ان کے پاس تھیں۔ چلمنیں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ سب باہر بڑے راستہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ یہ ذکر کوفہ کی شاہراہ کا ہے۔ لوگ کثرت سے آجا رہے تھے۔ دفعتہً ایک خوش رو خوش جمال جوان رعنا کا گذر ہوا۔ ام سلما سے دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئیں۔ لیکن اس جوان کے چہرہ سے افلاس ٹپک رہا تھا۔ ظاہری شان بھی فلاکت کا پتہ دے رہی تھی۔ ام سلمہ نے ہم صحبت خواتین سے اس جوان کے متعلق پوچھا۔ ایک بی بی اس سے واقف تھی۔ اس نے کہا یہ نوجوان رسول اللہ صلعم کے چچا حضرت عباس کی اولاد سے ہے۔ نہایت مفلس ہے۔

Marfat.com

ام سلمہ، اس کا نام کیا ہے۔
وہی بی بی عبداللہ نام ہے۔ اور ابوالعباس کنیت ہے سنا ہے لوگ اس کے بڑے معتقد ہیں۔
ام سلمہ اس وقت تو خاموش ہو گئیں۔ لیکن جب مہمان عورتیں چلی گئیں۔ تو انہوں نے اپنی ایک رازدار پرستار کو سات سو اشرفیاں دے کر عبداللہ یعنی ابوالعباس کے پاس خود ہی نکاح کا پیام دے کر بھیجا جب یہ پرستار ابوالعباس کے پاس پہنچی۔ اور اسے ام سلمہ کے نکاح کا پیام دیا۔ تو وہ حیران رہ گیا۔
کوئی کا کوئی فرد بشر ایسا نہ تھا۔ جس نے ام سلمہ کے حسن اور دولت کی شہرت نہ سنی ہو۔ بڑے بڑے متمول لوگ ان سے نکاح کی کوشش کر رہے تھے۔ ابوالعباس کو اپنی خوش اقبالی پر سخت حیرت ہوئی۔ اس نے کنیز سے اپنی ناداری کا عذر کیا۔ کنیز نے سات سو اشرفیاں پیش کر دیں۔ ابوالعباس خوش ہو گئے۔ اسی وقت جا کر ام سلمہ کے بھائی کو شادی کا پیام دیا۔ اس نے کہا میں ام سلمہ سے مشورہ کر لوں۔ چنانچہ بھائی نے بہن سے یہ ذکر کیا۔ ام سلمہ تو تیار بیٹھی تھیں۔ رضامند ہو گئیں تین چار روز کے اندر ہی پانچسو اشرفیوں کے مہر پر نکاح ہو گیا۔
شب عروسی کو ابوالعباس جب حجلہ عروسی میں داخل ہوا۔ تو دیکھا کہ دلہن ایک شہ نشین میں نہایت پرتکلف مسہری پر بیٹھی ہے۔ جس پر مغرق و مرصع فرش ہے۔ ام سلمہ نے بال بال موتی پروئے ہوئے ہیں

اور جواہرات کے زیورات اس کثرت سے پہنے ہیں۔ کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے۔ کہ جہاں جواہرات ضو نہ دے رہے ہوں۔ لباس بھی ایسا مغرق بجواہر تھا۔ کہ جیسے جواہرات کی جھالریں لگا دی گئی ہوں۔ دولتمندی کا یہ ایسا آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا نظارہ تھا۔ جو ابوالعباس کی نظر سے کبھی نہ گذرا تھا۔ اس پر غضب یہ ہوا۔ کہ ام سلمہ بے نقاب بیٹھی تھیں۔ ایک تو وہ تھیں ہی حسین دوسرے جواہرات کی ضو نے ان کی صورت کو ایسا جگمگا دیا تھا۔ کہ چہرہ پر نظر نہ ٹھہرتی تھی۔

ابوالعباس اپنی نازآفریں بیوی کو اس عالم میں دیکھ کر کچھ ایسے مبہوت و ششدر ہوئے۔ کہ کھڑے رہ گئے۔ آگے بڑھنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ ام سلمہ نے ان کا رعب و خوف دور کرنے کیلئے شیریں لہجہ میں کہا۔ آئیے۔ لیکن ابوالعباس کو اب بھی قدم آگے بڑھانے کی ہمت نہ ہوئی۔ ام سلمہ نے پرستار کو بلا کر مسہری کے پردے چھٹوا دیے۔ اور مغرق بجواہر لباس اتار کر سادہ کپڑے پہن لئے۔ کنیز نے پردے کھینچے۔ اور چلی گئی۔ اب ابوالعباس کو کچھ ہمت ہوئی۔ وہ آگے بڑھ کر مسہری کے پاس پہنچ گئے۔ لیکن رعب حسن کی وجہ سے اب بھی بیٹھنے یا ہمکلام ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔ ام سلمہ نے انہیں تسلی دی۔ بٹھایا۔ غرض رفتہ رفتہ ابوالعباس کے دل سے رعب حسن دور ہوا۔ اور وہ بے تکلف ہونے لگے۔

ملکہ ابوالعباس محمد بن علی کے بیٹے تھے۔ ۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے

تھے۔ ان کے والد محمد بن علی خلافت امیہ کو الٹنے کی سازش کر رہے تھے اگرچہ وہ اپنی زندگی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن انہوں نے جو بغاوت کا تخم ڈال دیا۔ وہ پھل پھول رہا تھا۔ سازشیں ہو رہی تھیں۔ اور جڑیں مضبوط کرتی جاتی تھیں۔

جب ابوالعباس جوان ہوئے۔ تو انہوں نے اس سازش کو کامیاب بنانے کی کوشش شروع کی لیکن وہ مفلس تھے۔ اور ہر تحریک کے لئے روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس تحریک کو اس پیمانہ پر نہیں چلا سکے۔ جس پر وہ چاہتے تھے۔ جب ام سلمہ سے ان کی شادی ہوئی۔ تو انہوں نے ایک روز ام سلمہ سے سازش کی تمام باتیں کہہ دیں۔ حتے کہ سارے راز بھی بیان کر دئے۔ ام سلمہ غور اور توجہ سے سنتی رہیں۔

جب ابوالعباس سب کچھ بیان کر چکے۔ تب ام سلمہ نے کہا۔ تمہاری تجاویز مناسب ہیں۔ لیکن جو لوگ تمہارے والد کے مرید ہیں۔ اور تم سے عقیدت رکھتے ہیں۔ ان میں زیادہ جوش پیدا کیا جائے۔ انہیں ان کی ضروریات کے لئے زر نقد بھی دیا جائے۔ ان کے لئے گھوڑے اور آلات حرب بھی مہیا کئے جائیں۔ گویا ان لوگوں کو خفیہ فوج میں بھرتی کر لیا جائے۔ انشاء اللہ یقیناً کامیابی ہو گی۔ روپیہ میرے پاس موجود ہے۔ جس قدر چاہو صرف کرو۔

ابوالعباس خوش ہو گئے۔ ام سلمہ کی فوجی بھرتی کی تجویز انہیں بہت ہی مناسب معلوم ہوئی۔ انہوں نے ام سلمہ کی تجویز پر عمل شروع کر دیا۔

Marfat.com

اپنے والد کے تمام مریدوں کی فوج بھرتی کر لی۔

آخر انہوں نے ایک دم خروج کیا۔ اس وقت بنوامیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد سریرآرائے سلطنت تھا۔ وہ کچھ اچھے حکمرانوں میں نہ تھا۔ عباسیوں کی سازش کارگر ہوئی۔ انقلاب پیدا ہوا۔ بنوامیہ کی حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ عباسیوں کی خلافت قائم ہو گئی۔ ابوالعباس خلیفہ ہوئے۔ اور انہوں نے اس قدر خونریزی کی۔ کہ سفاح ان کا لقب ہو گیا۔ یعنی ابوالعباس سفاح کہلانے لگے۔ ام سلمہ ملکہ بن گئیں۔ دراصل ابوالعباس سفاح کو کامیابی ام سلمہ کی تجویز سے ہوئی۔

اگرچہ ابوالعباس سفاح خلیفہ ہو گئے۔ انقلاب حکومت کے وقت ان کی بہادری اور سفاکی کے جوہر بھی ظاہر ہوئے۔ لیکن اب بھی ام سلمہ سے دبتے تھے۔ اب بھی ان کے دل پر اس نازنین کا خوف چھایا ہوا تھا۔ خود مختار خلیفہ ہونے پر بھی انہیں یہ جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ کسی اور عورت سے شادی کر سکیں۔

ام سلمہ نہایت ہوشیار اور بڑی مدبر تھیں۔ آغاز خلافت میں انہوں نے ابوالعباس کو نہایت مفید اور اہم مشورے دئیے۔ اور ان کے مشوروں کی بدولت عباسی خلافت مضبوط ہو گئی۔

جب ملک میں امن و امان ہو گیا۔ اور ابوالعباس سفاح کا سکہ جم گیا۔ تب ایک روز ان کے پاس ان کے مصاحب خاص خالد بن صفوان آئے۔ یہ شخص چونکہ ابوالعباس کے منہ چڑھا تھا۔ اس لئے یہ چاہتا تھا۔ کہ

Marfat.com

ابوالعباس کو عیش و عشرت میں پھنسا کر ان کے نام سے خود حکومت کرے۔ چنانچہ اس نے کہا۔ امیر المومنین! مجھے حضور کی حالت دیکھ کر تعجب ہوتا ہے خدا نے حضور کو خلیفہ بنا دیا۔ دنیائے اسلام کو آپ کا تابع فرمان کر دیا۔ لیکن آپ پر ایک عورت (ام سلمہ) حکمرانی کرتی ہے۔ آپ اس کے بندۂ فرمان اور معاف کیجئے۔ دام ناخریدہ غلام بنے ہوئے ہیں۔ حضور نے اس کی وجہ سے اپنے اوپر سارے لطف اور دنیا کی لذتیں حرام کر لی ہیں۔ یہاں تک کہ حضور کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ دنیا میں کیسی کیسی حسین، خوبرو، گلعذار، ناز آفرین دلربا ئیں موجود ہیں۔ کوئی ماہ طلعت ہے۔ کوئی گل رخسار ہے۔ کوئی آہو چشم ہے۔ کوئی ملیح ہے۔ کوئی پری چہرہ ہے۔ کوئی حور جبیں ہے۔ کوئی جامہ زیب ہے۔ کسی کا قامت قیامت ہے۔ کسی کی آواز میں جادو ہے۔ کسی کی آنکھ میں سحر ہے۔ کسی کی چتون زہریلی ہے۔ کسی کی زلفیں سیاہ ناگن ہیں غرض دنیا میں ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر حسین ہیں۔ حضور تا حدار ہیں۔ زندگی کا لطف اٹھائیں:

دیر تک حسینان عالم کی تعریفیں کر کے اور ابوالعباس کے دل میں ہوس رانی کے مہلک جراثیم چھوڑ کر خالد بن صفوان چلا گیا۔ ابوالعباس نے غور کیا تو اسے یہ کہنا پڑا۔ کہ واقعی میں دنیا کی لذتوں سے محروم ہوں۔ اتفاق سے اسی وقت ام سلمہ آ گئیں۔ انہوں نے خلاف معمول ابوالعباس کو متفکر دیکھا۔ تو فکر مندی کی وجہ پوچھی۔ ابوالعباس ان سے ڈرتے تھے۔ وجہ کیسے بتا دیتے۔ لیکن تریا ہٹ مشہور ہے۔ ام سلمہ نے اس قدر اصرار کیا۔ کہ ابوالعباس

کو ساری سرگزشت سنانی پڑی۔ ام سلمہ کو خالد بن صفوان کی یہ حرکت سخت ناگوار گذری۔ بڑا غصہ آیا۔ انہوں نے کہا تم نے اس حرامزادے کو کیا جواب دیا۔ ابو العباس ام سلمہ کے غصہ کے تیور دیکھ کر ڈر گئے۔ انہوں نے کہا میں نے کچھ نہیں کہا۔

ام سلمہ اسی وقت چلی آئیں۔ اور آتے ہی اپنے دس بارہ غلاموں کو حکم دیا کہ فوراً خالد بن صفوان کے مکان پر جاؤ۔ اور اسے اتنا مارو۔ کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے۔ غلام چلے۔ انہیں بلا کر پھر ہدایت کی۔ کہ دیکھو اس طرح نہ مارنا۔ کہ وہ مر جائے۔ زندہ رہے مگر مرمت اچھی طرح ہو جائے

غلام خالد کے مکان پر پہنچے۔ وہ منصوبے گانٹھ رہا تھا۔ کہ شاہی غلام خلعت و انعام لے کر آتے ہوں گے۔ اتنے میں ملکہ کے غلام پہنچے۔ اطلاع کرائی۔ خالد دوڑا ہوا باہر چلا آیا۔ غلاموں نے پکڑ کر اسے مارنا شروع کیا۔ اسے بڑی حیرت ہوئی۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے ہاتھ پیر جوڑ کر پوچھا تم کس کے غلام ہو۔

غلاموں نے پوچھا ہو تے کس کے۔ ملکہ کے ہیں۔

خالد سمجھ گیا۔ کہ ملکہ تک اس کی باتیں پہنچ گئیں۔ اس نے غلاموں کی بہتیری منت سماجت کی۔ لیکن وہ نہ مانے۔ اور اسے اسقدر مارا۔ کہ اس کا تمام بدن ورم کر آیا۔ اور درد ہونے لگا۔ جب وہ بیدم ہو گیا۔ تب غلام چلے آئے۔ خالد پر اس مار کا ایسا خوف چھایا۔ کہ جب خدام شاہی اسے بلانے کے لئے آئے۔ تو انہیں بھی ملکہ کے غلام سمجھ کر باہر نہیں نکلا۔

Marfat.com

ابوالعباس سفاح روزانہ اسے بلاتا تھا۔ لیکن وہ گھر سے باہر نہ نکلتا تھا۔ آخر ایک روز خادموں نے باآواز بلند کہا۔ کہ خلیفہ نے طلب فرمایا ہے۔ چلو ورنہ عتاب نازل ہوگا۔ تب وہ درباری پوشاک پہن کر باہر نکلا۔ خلیفہ کے حضور میں پہنچا۔ خلیفہ نے اتنے دنوں غائب رہنے اور حاضر دربار نہ ہونے کی وجہ پوچھی۔ اس نے عرض کیا۔ خانہ زاد بیمار ہو گیا تھا۔

خالد نے یہ تو دیکھ لیا۔ کہ سفاح تنہا ہے۔ لیکن اس کی عین پشت پر ایک دریچہ تھا۔ اور اس پر ایک باریک زرنگار پردہ پڑا ہوا تھا۔ جس میں کبھی کبھی حرکت پیدا ہو جاتی تھی۔ خالد سمجھ گیا۔ کہ پس پردہ ملکہ ام سلمہ موجود ہیں۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔ سفاح نے کہا تم نے پچھلی صحبت میں حسین و بیجال عورتوں کی کچھ صفتیں بیان کی تھیں۔ مجھے ان باتوں میں بڑا لطف آیا تھا۔ یہ بتاؤ۔ وہ کن عورتوں کی تعریف تھی:

خالد نے کہا بہتر ہے۔ سنئے میں نے عرض کیا تھا جس کسی نے ایک بی بی کے ہوتے دوسری کی۔ ضرر اٹھایا۔

سفاح نے حیران ہو کر خالد کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ہائیں۔ یہ تم نے کب کہا تھا۔

خالد۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا۔ کہ جس کے تین بیویاں ہوں اس کی مثال اس دیگچی کی سی ہے۔ جو برابر ابلے جاتی ہے۔

سفاح بہت بگڑے۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم۔ تو نے یہ نہیں کہا تھا۔ اگر یہ کہا ہو۔ تو میں قرابت رسول اللہ صلعم سے محروم ہوں۔

Marfat.com

خالد۔ اعلیٰ حضرت کو شاید یاد نہیں رہا۔ میں نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ چار بیویاں ایک شوہر کے لئے صریح آفت ہیں۔ اسے بہت جلد بوڑھا اور پھر فانی بنا دیتی ہیں۔ اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

سفاح نے غضبناک ہو کر کہا۔ کمبخت میرے سامنے بھی جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے یہ نصیحتیں کب کی تھیں۔

خالد۔ کیا حضور میری جان لینا چاہتے ہیں۔

سفاح کو کیا معلوم تھا۔ کہ خالد کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ اور یہ جان لینے والا فقرہ اس نے کیوں کہا۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تمہاری جان لینا نہیں چاہتے۔ تم اطمینان رکھو۔ تم نے کہا تھا۔ عورتیں گل رخسار ہوتی ہیں۔ گلعذار ہوتی ہیں۔ آہو چشم ہوتی ہیں۔

خالد نے قطع کلام کر کے کہا۔ جی ہاں! میں نے عرض کیا تھا۔ یہ حرم کی دو شیزہ لونڈیاں اپنے آپ کو ماہ طلعت اور زہرہ جبیں سمجھتی ہیں لیکن حقیقت میں ایسی مسٹنڈیاں ہیں۔ کہ عورت ہونا کیسا سو مرد ہیں۔ ان کے عورت ہونے میں بس یہی کسر ہے۔ کہ وہ مرد مار ہیں۔

اس وقت پردہ کے پیچھے سے سریلے قہقہہ کی آواز آئی۔ خالد سمجھ گیا۔ کہ اس وقت کی تمام باتیں ملکہ نے سن لیں۔ اس نے کہا۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا۔ کہ بناتِ (مخزوم کی بیٹیاں) مخزوم قریش کا پھول ہیں۔ اور آپ کے پاس تو بنی مخزوم کے سارے پھولوں سے اعلیٰ تر ہیں، نہایت خوشرنگ شاداب اور مہکتا ہوا پھول موجود ہے۔ تعجب ہے۔ کہ

Marfat.com

پھر آپ اور پھولوں پر کیوں نظر ڈالتے ہیں۔

خالد کے فقرہ ختم کرتے ہی نہایت دلکش لہجہ میں آواز آئی۔ بیشک تم نے امیر المومنین سے یہی کہا ہو گا لیکن انہوں نے اپنے دل سے کچھ اور باتیں اپنی ہوس کے مطابق گھڑ لیں۔ اور تمہاری طرف منسوب کر دیا۔

چونکہ سفاح ام سلمہ سے اب بھی ڈرتے اور بچتے تھے۔ اس لئے خالد کو کچھ نہ کہہ سکے۔ خاموش ہو گئے۔ خالد کچھ دیر اور بیٹھ کر رخصت ہو گیا۔ جب وہ آیا تھا۔ تو اسے ملکہ کی طرف سے اپنی جان کا اندیشہ تھا۔ لیکن اب جب واپس چلا۔ تو زندگی اور ملکہ کی مہربانی کی امید تھی۔ اسکی یہ امید جلد ہی پوری ہو گئی۔ ابھی وہ گھر آ کر اچھی طرح بیٹھا بھی نہ تھا۔ کہ ملکہ کے غلام انعام لے کر آ پہنچے۔ خالد ان کے آنے کی خبر سنتے ہی گھر سے نکل آیا۔ دیکھا تو ایک چاندی کی کشتی میں نہایت نفیس خلعت تھا۔ دس ہزار درہم تھے۔ ایک غلام تھا۔ اور ایک بڑے قد و قامت کا گھوڑا تھا۔ وہ ان چیزوں کو لے کر بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد اس نے کبھی سفاح سے عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف نہیں کی۔ نہ کسی اور کو جرات ہوئی۔ نہ خود خلیفہ سفاح کو کسی دوسری عورت کا خیال ہوا۔ زندگی بھر وہ ام سلمہ کے فرمانبردار اور ان سے مانوس رہے۔

افسوس تاریخوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اس خاتون (ام سلمہ) نے جس نے بنو امیہ کے تخت کو الٹنے اور عباسی خلافت کے قیام میں مدد کی۔ کب اور کہاں وفات پائی۔

Marfat.com

نوار دارمی

نوار قبیلہ بنی دارم کی شریف دختر تھی۔ ان کے باپ کا نام اعین بن صعصعہ مجاشعی تھا۔ وہ حضرت عبداللہؓ بن زبیر کے عہد خلافت میں تھیں۔ نہایت خوشرو، خوشجمال، خوش ادا اور خوش اخلاق تھیں۔ ساتھ ہی صاحب علم بھی تھیں۔ ان کی گفتگو مقفیٰ اور مسجع ہوتی تھی۔ شرفائے عرب میں ان کا بڑا وقار تھا۔ ان کے حسن و جمال کی بڑی شہرت تھی۔ اگرچہ تاریخوں سے تو یہ پتہ نہیں چلتا۔ البتہ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب انہوں نے گلشن شباب میں قدم رکھا۔ تو ان کے والدین فوت ہو چکے تھے۔ وہ تنہا تھیں

اسی زمانہ میں عرب کا مشہور ہجو گو شاعر فرزدق تھا۔ فرزدق کا اصل نام ہمام تھا لیکن وہ کچھ ایسا بد قوارہ اور چپٹا سا تھا۔ کہ خود اس کے باپ نے اسے ایک روز فرزدق کہہ دیا۔ اسی روز سے وہ فرزدق کے نام سے مشہور ہو گیا۔ فرزدق عربی میں روٹی کے سوکھے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اس کی صورت ہی روٹی کے سوکھے ٹکڑے کے مشابہ تھی۔

فرزدق بڑا حاضر جواب تھا۔ اس کی حاضر جوابی اور ہجو گوئی سے

Marfat.com

سے لوگ اس سے دبتے اور بچتے تھے۔
ایک مرتبہ چند شخصوں نے اسے چڑانے کے لئے پوچھا۔ بھئی تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ فرزدق۔ ان لوگوں نے قہقہہ لگا کر کہا۔ گویا تم روٹی کے سوکھے ٹکڑے ہو۔ اس نے فی البدیہہ کہا۔ جی ہاں! الحمد للہ خدا نے مجھے تمہاری جوروؤں کے پیٹ میں پہنچا دیا۔ یہ برجستہ جواب سن کر وہ لوگ اپنا سا منہ لے کر چلے گئے۔
فرزدق نوار پر فریفتہ تھا۔ لیکن اپنے عشق کو ظاہر نہ کرتا تھا۔ جانتا تھا۔ کہ اس جیسے بدقوارہ اور مفلس شخص کو نوار جیسی دولت مند اور نازنین کیوں قبول کرنے لگی۔
نوار کے پاس شادی کے پیام آنے لگے۔ اتفاق سے بنی دارم کا ایک شریف خوشرو اور نوجوان شخص جو نوار کا رشتہ کا چچا زاد بھائی بھی تھا۔ فرزدق کی تولیت میں تھا۔ اسے بھی نوار سے محبت تھی۔ نوار کو بھی اس سے لگاؤ تھا۔ اس نوجوان نے بھی نوار کو اپنی شادی کا پیام دے دیا۔ نوار کو اس کے پیام کا انتظار تھا۔ انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ لیکن بغیر فرزدق کی رضامندی کے یہ نکاح نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس نوجوان نے نوار سے کہلایا۔ کہ تم چچا فرزدق سے تحریک کرو۔ نوار اگرچہ ہوشیار تھی۔ لیکن دھوکا کھا گئی۔ اس نے فرزدق سے کہلا بھجوایا۔ کہ فلاں نوجوان جو آپ کی تولیت میں ہے۔ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مجھے منظور ہے۔ چونکہ تم اسکے ولی ہو۔ لہذا عقد کا انتظام کر دو۔

Marfat.com

فرزدق بڑا چالاک تھا۔ اس نے دام فریب بچھایا۔ جواب میں کہلا بھیجا۔ میں تمہاری خواہش پوری کر دوں گا۔ لیکن پہلے معززین عرب کے سامنے اس بات کا صاف طور پر اقرار کرو۔ کہ فرزدق جس کسی کے ساتھ تمہارا عقد کر دے گا تمہیں منظور ہوگا۔ نوار سیدھی سادی عورت تھیں۔ اس کے فریب میں آگئیں۔ اس بات کا اقرار کر لیا۔ اور کئی معزز لوگوں کے سامنے یہ کہہ دیا۔ کہ میں نے اپنے نکاح کا اختیار فرزدق کو دے دیا۔ جس کے ساتھ چاہے کر دے۔

اب فرزدق نے ایک اور زبردست اور آخری چال چلی۔ اس نے نوار سے کہلایا۔ کہ اب تم اپنے قبیلہ والوں یعنی بنی دارم کے معززین کو بھی اپنے یہاں جمع کر کے ان سب کے سامنے یہی اقرار کر لو۔ کہ تم اپنے عقد کا مجھے اختیار دیتی ہو۔

نوار کو اپنے ابن عم کے ساتھ شادی کرنے کی کچھ ایسی تمنا پیدا ہو گئی تھی۔ کہ انہوں نے فرزدق کے کہنے کے مطابق اپنے قبیلہ کے شرفا کو جمع کیا۔ فرزدق کو بھی بلایا۔ اور سب کے سامنے کہہ دیا کہ میں نے فرزدق کو اپنے عقد کا اختیار کلی دے دیا۔ جس کے ساتھ چاہے کر دے۔ فرزدق نے سب کے سامنے کئی اقرار اور لئے۔ اور پھر کھڑا ہو کر خطبہ نکاح پڑھنا شروع کیا۔ پہلے حمد و ثنا پڑھی۔ پھر کہا۔ آپ سب اصحاب کے سامنے نوار نے مجھے اپنے عقد کا مختار کل بنا دیا ہے۔ میں نے نوار کا عقد ایک سو سیاہ آنکھوں والی سرخ رنگ اونٹنیوں کے مہر پر اپنے ساتھ کیا۔ ان الفاظ کو

Marfat.com

سن کر مجلس پر سناٹا چھا گیا۔ اور نوار پر گویا بجلی گر پڑی۔ اس نے زور
شور سے مخالفت شروع کی۔ کہا۔ فرزدق نے مجھے دھوکا دیا۔ اس سے
طے یہ ہوا تھا۔ کہ فلاں نوجوان کے ساتھ جو میرا ابن عم ہے۔ اور اس کی
تولیت میں رہتا ہے۔ میرا عقد کرے گا۔ فرزدق نے کہا۔ یہ غلط کہتی ہے۔
میں اس پر عرصہ دراز سے فریفتہ ہوں۔ میری محبت نے اسے مجھ پر مہربان
کیا۔ اور اس نے اپنے عقد کا اختیار مجھے دے دیا۔ چونکہ نوار نے تمام
لوگوں کے سامنے فرزدق کو اپنے نکاح کا مختار کل بنا دیا تھا۔ اس لئے
کوئی بھی اس کا ساتھ دینے پر تیار نہ ہوا۔ بات دراصل یہ بھی تھی۔ کہ سب
فرزدق کی ہجو گوئی سے ڈرتے تھے۔ جانتے تھے۔ کہ اگر ذرا بھی نوار کی
طرفداری کی۔ تو وہ ان کے خاندان تک کا نام اچھال دے گا۔
نوار کئی روز تک لوگوں کو جمع کر کے فرزدق کی چالاکی بیان کرتی
رہیں۔ لیکن ہر ایک نے یہی جواب دیا۔ کہ سب کے سامنے تم نے خود ہی
اسے اختیار دیا۔ اب کون اس کی مخالفت کر کے اس سے اپنی ہجو کہلائے
وہ سارے زمانہ میں بدنام کر دے گا۔ نوار سخت پریشان ہوئیں۔ ایک تو
در مقصود ہاتھ نہ آیا۔ دوسرے وہ نہایت راسخ العقیدہ مسلمان تھیں۔ امر و
نواہی کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔ انہیں خیال تھا۔ کہ یہ نکاح ناجائز ہے۔
فرزدق نے دھوکا دیا۔ اور دھوکہ سے نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ انہوں
نے مفتیوں کی طرف رجوع کیا۔ مفتی بھی فرزدق سے ڈرتے تھے۔ انہوں
نے کہہ دیا۔ شرع ظاہری ہے تم نے اقرار کر لیا۔ نکاح ہو گیا۔

Marfat.com

جب نوار ہر طرف سے مایوس ہو گئیں۔ تو انہوں نے اس معاملہ کو عبداللہؓ بن زبیر کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن زبیر سارے عرب اور عراق کے خلیفہ تھے۔ مگر نوار بصرہ میں رہتی تھی۔ اور خلیفہ مکہ معظمہ میں تھے۔ وہ مکہ جانا چاہتی تھیں۔ لیکن فرزدق کی ہجو گوئی کے خوف سے کوئی انہیں اپنے ساتھ مکہ لے جانے کو تیار نہ تھا۔ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے بھی کہا۔ مگر کوئی تیار نہ ہوا۔

اتفاقاً قبیلہ بنی عدی بن عبید مناۃ کے چند نوجوان بصرہ میں آئے۔ یہ لوگ بنی ام نسیر کے لقب سے مشہور تھے۔ نوار کے قریبی رشتہ دار تھے۔ نوار ہی کے مہمان ہوئے۔ نوار نے انہیں تمام داستان سنا کر ان سے مدد کی درخواست کی۔ وہ اس بات پر تیار ہو گئے۔ کہ انہیں مکہ میں لے جا کر حضرت عبداللہؓ بن زبیر کے سامنے پیش کر دیں۔ چنانچہ وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ جب فرزدق نے سنا۔ تو اس نے بصرہ کے معزز لوگوں سے کہا۔ نوار ابن زبیر کے پاس گئی ہے۔ مجھے بھی جانا چاہئے کہیں فیصلہ یک طرفہ نہ ہو جائے۔ مگر میرے پاس نہ اونٹ ہیں۔ نہ سامان سفر۔ مجھے یہ چیزیں دو۔ لوگوں نے اسے سب چیزیں مہیا کر دیں۔ اور اس نے بھی مکہ کی راہ لی۔

اس کے پاس زبردست حربہ ہجو گوئی تھا۔ چنانچہ اس نے ان لوگوں کی ہجو میں اشعار کہے۔ جو نوار کو لے گئے تھے۔ جب فرزدق مکہ میں پہنچا۔ تو چونکہ اس کی شہرت مکہ تک تھی۔ اس لئے لوگوں نے اسے ہاتھوں

Marfat.com

ماتھ لیا۔ اس کی بڑی مدارات کی۔ فرزدق کو تحقیق کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ نوار عبداللہ بن زبیر کی حرم خولہ بنت فزاریہ کی مہمان ہے۔ فرزدق حضرت عبداللہؓ بن زبیر کے بیٹوں کے پاس ٹھہرا۔ اور ان کی مدح میں چند اشعار کہہ کر انہیں اپنا طرف دار کر لیا۔ انہوں نے حضرت عبداللہؓ سے فرزدق کی سفارش کی۔ ادھر ان کی بیوی خولہ نوار کی وکالت کر رہی تھیں۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیر الجھن میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ کوئی رائے قائم کرتے تھے۔ نہ فیصلہ دیتے تھے۔ فرزدق کو معلوم ہو گیا۔ کہ عبداللہ بن زبیر پر ان کی بیوی کا زیادہ اثر ہے۔ عجب نہیں۔ کہ نوار کے حق میں فیصلہ کر دیں۔ اس نے بگڑ کر دو شعر کہے۔ جو اس کی زبان سے نکلتے ہی مکہ بلکہ ساری دنیائے اسلام میں پھیل گئے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

أما بنوه فلم تقبل شفاعتهم — وشفعت بنت منظور بن زبيا

ان کے بیٹوں کی سفارش تو قبول نہ ہوئی۔ — اور منظور بن زبان کی بیٹی کی سفارش مان لی گئی۔

ليس الشفيع الذي ياتيك مؤتزرا — مثل الشفيع الذي ياتيك عريانا

جو سفارش کرنے والا پاجامہ پہن کر آتے — اس سفارش کرنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ جو برہنہ آئے۔

عبداللہ بن زبیر نے جب یہ اشعار سنے۔ تو انہوں نے نوار کو بلا کر پوچھا تم فرزدق سے خلاصی کیوں چاہتی ہو۔

نوار نے جواب دیا۔ اس لئے کہ اس نے فریب سے نکاح کیا ہے۔

Marfat.com

اور یہ نکاح ناجائز ہے۔

عبداللہؓ۔ تم اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔

نوار۔ بالکل نہیں۔

عبداللہؓ۔ تب دو باتوں میں سے ایک منظور کرو۔ پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ میں اس سے تمہیں طلاق دلانے کے بعد اسے فوراً قتل کر ڈالوں تاکہ وہ ہماری ہجو نہ کہے۔ دوسری بات یہ کہ تمہیں طلاق دلا کر اسے دشمنان اسلام کے ملک میں جلاوطن کر دوں۔ جہاں کافر اسے مار ڈالیں۔

کہتے ہیں۔ عورت بڑی سنگدل ہوتی ہے جب کسی سے نفرت کرتی ہے۔ تو اس سے ہولناک انتقام لیتی ہے لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ عورت نہایت رحم دل، نرم مزاج، وفادار اور عفو و درگذر کرنے والی ہوتی ہے۔ وہ اسے بھی معاف کر دیتی ہے۔ جو اسے نہایت اذیت پہنچاتا ہے۔ چنانچہ نوار نے کہا۔ مجھے یہ منظور نہیں۔ کہ فرزدق میری وجہ سے مارا جائے۔

عبداللہؓ۔ جب تمہیں اس کے حال پر ترس آتا ہے۔ تو اسے قبول ہی کیوں نہیں کر لیتی ہو۔ اسے تم سے بے حد محبت ہے۔ وہ تم پر فریفتہ ہے۔ تمہارا قریبی رشتہ دار بھی ہے۔ تمہاری فرقت میں روتا بھی ہے۔ سختیاں بھی برداشت کر رہا ہے۔ اس کا قصور معاف کر دو۔

نوار۔ مجھے اپنی زندگی خراب کرنی منظور ہے۔ لیکن اس غریب کا بے گناہ مارا جانا گوارا نہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ جسے وہ نکاح کہتا ہے۔

Marfat.com

دراصل وہ نکاح نہ تھا۔

عبداللہؓ۔ تمہیں یہ خیال ہے۔ تو دوبارہ نکاح کر لو۔

لوار۔ اس میں مضائقہ نہیں۔

عبداللہؓ نے فرزدق کو طلب کر کے کہا تم نے جس مہر پر لوار کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ اسے لاکر حاضر کرو۔ ورنہ میں تمہارا نکاح باطل کر دوں گا۔

فرزدق نے کہا۔ میں پردیس میں ہوں۔ اس غریب الوطنی میں اعلیٰ قسم کے سو اونٹ کہاں سے لاؤں۔

عبداللہؓ۔ میں اس بات کو نہیں جانتا۔ جس طرح بنے۔ لاؤ۔

فرزدق دبنے والا نہ تھا۔ اس نے بگڑ کر کہا۔ آپ مجھ پر اس لئے یہ ناجائز دباؤ ڈال رہے ہیں۔ تاکہ لوار کو مجھ سے طلاق دلا کر اسے اپنی بی بی بنالیں۔

اگرچہ عبداللہؓ بن زبیر نہایت مغلوب الغضب تھے۔ انہیں فرزدق کی بات پر نہایت طیش آیا۔ لیکن انہوں نے واگذر سے کام لیا۔ نہایت سنجیدگی سے کہا۔ سنو۔ تمہارا قبیلہ شرفائے عرب میں نہایت ہی تحقیر کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ تمہیں اور تمہاری قوم کو اہل عرب نے اپنی برادری سے خارج کر کے نکال دیا تھا۔

فرزدق قبیلہ بنی تمیم سے تھا۔ عہد جاہلیت میں اس کے بزرگوں نے خانہ کعبہ پر یورش کر کے اسے لوٹ لیا تھا۔ چونکہ تمام عرب کعبہ کا احترام کرتے تھے۔ اور بنی تمیم نے کعبہ کی بے حرمتی کی۔ اس لئے

Marfat.com

عرب کے تمام قبائل نے مل کر اس قبیلہ (بنی تمیم) کی سخت بے وقعتی کی۔ اور اسے سرزمین تھامہ سے نکال دیا تھا۔

عبداللہؓ بن زبیر نے مہر فراہم کرنے کا حکم دے کر فرزدق کو اپنے پاس سے اٹھوا دیا۔ فرزدق کے پاس کیا رکھا تھا۔ اس کے پاس دولت اور تنگی حربہ جو کچھ تھا۔ ہجو گوئی تھا۔ اس نے وہاں سے آتے ہی چند شعر کہے۔ جن میں اپنے قبیلہ کی تعریف کر کے ابن زبیر کے ارشادوں کو غلط قرار دیا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن زبیر نے بھی یہ اشعار سن لئے۔ انہیں ناگوار گزرا۔ ایک روز نماز کے لئے جا رہے تھے۔ اتفاق سے فرزدق سامنے آگیا۔ انہوں نے جھپٹ کر اس کا ٹینٹوا جا دبایا۔ اور کہا۔ او آتش زبان ہجو گو اب کہہ کیا کہتا ہے۔

فرزدق کی آنکھیں ابل آئیں۔ سخت پریشان اور بدحواس ہوا۔ اس وقت شاعری اور ہجو گوئی بھول گیا۔ لگا لجاجت کرنے عبداللہؓ نے اس کا گلا چھوڑ کر کہا۔ فوراً میرے حکم کی تعمیل کر۔ نوار کا مہر لا کر پیش کر۔

فرزدق نے مہلت مانگی۔ اور چلا گیا۔ اس نے اہل مکہ سے مدد طلب کی۔ لوگوں نے کہا تم سلیم بن زیاد کے پاس چلے جاؤ۔ وہ تمہاری مدد کر دیں گے۔ فرزدق ان کے پاس گیا۔ ان سے تمام روئیداد بیان کی۔ سلیم رحمدل آدمی تھے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کتنے دینار میں مہر ادا ہو جائے گا۔ فرزدق نے جواب دیا۔ چار ہزار دینار میں۔

سلیم بن زیاد نے چار ہزار دینار مہر کی ادائیگی کے لئے اور دو ہزار

دینار سفر خرچ وغیرہ کے لئے کل چھ ہزار دینار دلائے۔ فرزدق اس عطیہ سے نہایت خوش ہوا۔ اسی وقت وہ رقم لے کر عبداللہ بن زبیر کے پاس گیا۔ اور کہا۔ مہر لیجئے۔ اور میری بیوی لائیے۔

عبداللہ بن زبیر نے نوار کو بلا کر اس کے حوالہ کر دیا۔ اور مہر کی رقم بھی انہیں دے دی۔ نوار اور فرزدق دونوں مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں فرزدق نے چند شعر کہے۔ جن کا مطلب یہ ہے

جب ہم دونوں بصرہ سے چلے تھے۔ تو ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ لیکن آج جب کہ مکہ سے چلے ہیں۔ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

میں تمہارے فراق میں اسی طرح روتا تھا۔ جس طرح آسمان زمین کے فراق میں روتا ہے۔ میرے آنسو بارش کی طرح بہتے تھے۔

نوار تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اپنے سچے عاشق کو چھوڑ کر ایک چھوکرے کے پاس جانا چاہتی تھیں۔ گھوڑے کو چھوڑ کر گدھے کو کون قبول کیا کرتا ہے

۔ نوار بھی شاعرہ تھی۔ اس نے بھی چند شعر کہے۔ ان کا مطلب یہ تھا۔

فرزدق نے مجھے دھوکا دیا۔ خدا اسے معاف کرے۔ وہ دغاباز نہیں ہے مگر معلوم نہیں کیوں اس نے مکاری کی۔

اے فرزدق میرا اشتیاق دیکھ میں نے یہ گوارا نہیں کیا۔ کہ کفار تجھے مار ڈالیں تو نے مجھے دھوکا دیا مگر تیرا مارا جانا گوارا نہ کیا۔

دونوں بصرہ میں پہنچ گئے۔ افسوس ہے۔ فرزدق نے نوار کے

ایثار کی قدر نہ کی۔ نہ اپنی محبت ہی کا خیال کیا۔ اس کی دل آزاری کرنے لگا۔ حالانکہ نوار کو بھی اس سے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ فرزدق کو چاہیئے تھا۔ کہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔

فرزدق ایسا ہجو گو شاعر تھا۔ کہ جس سے ذرا بھی ناخوش ہوتا۔ اسی کی پگڑی اچھال دیتا۔ شریفوں کی توہین کرتا۔ قبیلوں کی برائیاں کرتا۔ ہمعصر شاعروں کی تذلیل کرتا۔ اسی سے لوگ اس کے کثرت سے دشمن ہو گئے۔ اسے قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ نوار لوگوں کو سمجھاتیں۔ ان کے کہنے سننے سے لوگ مان جاتے۔ کچھ عرصہ کے لئے فتنہ دب جاتا۔ لیکن پھر فرزدق کسی کی ہجو کہہ دیتا۔ اور پھر فساد اٹھ کھڑا ہوتا۔ پھر نوار لوگوں کی خوشامدیں کرتیں۔ اس پر یہ بات اور مستزاد تھی۔ کہ نوار کے دل سے یہ خیال نہیں نکلتا تھا۔ کہ فرزدق نے دھوکا دے کر نکاح کیا ہے۔ یہ نکاح جائز نہیں۔ جب یہ خیال آتا۔ تو وہ فرزدق سے علیحدگی اختیار کر لیتیں۔ اور جب فرزدق انہیں یقین دلا دیتا۔ کہ نکاح درست ہوا ہے۔ تو اس سے ملنے لگتیں۔

اگرچہ فرزدق کو نوار سے بہت زیادہ محبت تھی۔ لیکن وہ ایسا لاابالی اور بد طینت و بدکیش تھا۔ کہ نوار کی دل آزاری کو گوارا کرتا تھا۔ حالانکہ وہ مفلس تھا۔ اور نوار دولت مند تھی۔ اس کی دولت کو بڑی بیدردی سے خرچ کرتا تھا۔ نوار نہایت خوبصورت تھی۔ اور وہ نہایت بدصورت تھا۔ اسے خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے تھا۔ کہ اس نے اسے بڑی نعمتیں عطا کی ہیں۔ لیکن وہ ناشکری کرتا تھا۔ اس نے نوار کو ستانے اور جلانے کے

Marfat.com

لئے یکے بعد دیگرے کئی شادیاں کیں۔ نوار نے دم نہ مارا۔ نہ کسی قسم کا فضیحتہ کیا۔ صبر و شکر کرتی رہیں۔ جب کوئی کہتا تم اپنا حق کیوں نہیں مانگتی ہو تو کہہ دیتیں۔ کہ میں خدا کی مرضی پر شاکر ہوں۔

فرزدق نے ان کی دل آزاری کے لئے یہ وطیرہ اختیار کیا۔ کہ اپنی دوسری بیویوں کی تعریف اور مدح اشعار میں شروع کر دی۔ ایک روز اس نے نوار کی بھی ہجو کہہ ڈالی۔ اس پر نوار کو بڑا غصہ آیا۔ وہ فرزدق کو لپٹ پڑیں۔ اور اس کی داڑھی نوچ ڈالی۔ فرزدق نے باہر بھاگ کر پیچھا چھڑایا۔ باہر نکل کر اس نے دو شعر کہے۔ جن کا مطلب یہ تھا۔

نوار کو غصہ آگیا۔ اس نے میری داڑھی نوچ ڈالی۔ لیکن جعدہ خشخاش کی داڑھی نوچتی ہے۔ دونوں حسین ہیں۔ مگر جب بگڑتی ہیں۔ تو شیرنیاں بن جاتی ہیں۔ مگر جب راضی ہوں تو بڑے لطف سے زندگی گزرتی ہے۔

خشخاش ایک ذی عزت شخص تھا۔ جعدہ اس کی بیوی کا نام تھا۔ جب یہ شعر مشہور ہو گئے۔ اور جعدہ نے سنے۔ تو بہت بگڑی۔ کہ نوار کے ساتھ مجھے کیوں گھسیٹا۔ دوڑی ہوئی نوار کے پاس آئی۔ اور بولی۔ بھلا میں نے تمہارے میاں کا کیا بگاڑا تھا۔ جو تمہارے ساتھ مجھے بھی لے ڈالا۔

نوار نے کہا۔ اب میں کیا کہہ دوں۔ ان کی حرکتیں تو ایسی ہیں۔ میں بھی صبر کرتی ہوں۔ تم بھی صبر کرو۔

اس زمانہ میں فرزدق کا ہمعصر یا مد مقابل جریر تھا۔ وہ بھی ہجو گو تھا۔ فرزدق اگر دنیا میں کسی سے دبتا اور ڈرتا تھا۔ تو جریر سے۔ چونکہ فرزدق

Marfat.com

کو اپنی ہجو گوئی پر بڑا ناز تھا۔ اس لئے جریر اس کی ہجو لکھتا تھا۔ فرزدق اس سے اس درجہ ڈرنے لگا تھا۔ کہ اگر اس سے کوئی غلطی ہو جاتی۔ تو اپنے ساتھیوں کو ہدایت کر دیتا۔ کہ جریر کو اطلاع نہ کرنا۔ لیکن اسے جیسے الہام ہوتا تھا۔ فوراً خبر ہو جاتی تھی۔ اور وہ اس کی غلطی کو طشت از بام کر دیتا تھا۔ فرزدق اس سے بہت گھبرانے لگا تھا۔

ایک روز فرزدق نے ایک شعر کہا۔ اور عبداللہ بن عطیہ کو بلا کر کہا۔ اگر جریر نے اس کا جواب دیدیا۔ تو نوار پر طلاق ہے۔ وہ شعر یہ تھا۔

فانی انا الموت الذی ھو نازل بنفسک فانظر کیف انت تحاوله

یعنی میں موت ہوں۔ جو تجھ پر نازل ہوتی ہے۔ سنبھل، دیکھوں۔ تو اس کا کیسے سامنا کرتا ہے:

جریر یمامہ میں تھا۔ عبداللہ بن عطیہ نے جب اسے یہ شعر جا کر سنایا۔ تو وہ اپنے گھر کے دروازہ پر بالو ریت سے کھیل رہا تھا۔ اس نے شعر سنتے ہی ریت پر لوٹنا۔ سر پر بالو ڈالنا اور ریت سے نہانا شروع کر دیا۔ دن چھپنے تک وہ اس شغل میں مشغول رہا۔ یکایک وہ جوش کے ساتھ چلا اٹھا۔ میں نے نوار کو طلاق دلا دی۔ فرزدق کے شعر کا جواب کہہ دیا۔ چنانچہ اس نے ایک شعر پڑھا۔ جو یہ تھا۔

انا الدھر یفنی الموت والدھر خالد فجئنی بمثل الدھر شیئا یطاوله

یعنی میں زمانہ ہوں۔ جو موت کو مٹا کر بھی برقرار رہتا ہے۔ مجھے زمانہ کی سی کوئی چیز بتا۔ جو ایسی طولانی ہو۔

Marfat.com

جب عبداللہ بن عطیہ نے یہ شعر واپس آکر فرزدق کو سنایا۔ تو وہ دم بخود و ششدر رہ گیا۔ اور کہا تم اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

جب فرزدق نے نوار کو زیادہ تنگ کیا۔ اور اس کی ہجو بھی کہنے لگا۔ تو تنگ آکر نوار نے جریر کو بلایا۔ اسے اپنی داستان مصیبت سنائی۔ تو اسے نوار پر بڑا ترس آیا۔ اس نے فرزدق کی ایسی ہجو کہی۔ کہ فرزدق کو گھر سے باہر نکلنا مشکل ہو گیا۔ اس نے نوار کی خوشامد کی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ اگر وہ جریر کو یمامہ واپس بھیج دے۔ تو وہ اس کی یعنی نوار کی کبھی ہجو نہیں کہے گا۔ نوار نے جریر سے کہا۔ وہ واپس چلا گیا۔

فرزدق ایک معزز گھرانے کی شریف عرب خاتون پر فریفتہ ہو گیا اسے دھمکی دی۔ کہ یا تو میرے پاس آجاؤ۔ ورنہ تمہاری ہجو لکھ کر تمہیں سارے زمانہ میں بدنام کر دوں گا۔

وہ عورت نوار کے پاس آئی۔ اس سے شکایت کر کے کہا۔ خدا کے لئے اپنے میاں کو روکو۔ وہ میری آبرو کے درپے ہو گیا ہے۔ میں بدکار عورت نہیں ہوں۔

نوار نے کہا۔ ڈرو نہیں۔ وہ باتوں سے سیدھا نہیں ہوا کرتا۔ تم اسے اپنے یہاں بلاؤ۔ جب بلاؤ۔ تو مجھے بھی اطلاع کر دو۔ پھر دیکھنا میں کیسے سیدھا کر دیتی ہوں۔

اس خاتون نے رات کو فرزدق کو بلا بھیجا۔ نوار کو بھی اطلاع کر دی۔ فرزدق خوش خوش پہنچا۔ خاتون نے کہا۔ میں تمہیں اپنے

Marfat.com

خلوت کے کمرے میں تو لئے چلتی ہوں۔ لیکن وہاں روشنی نہ ہوگی۔ کیونکہ ڈرتی ہوں۔ کہیں میرا کوئی عزیز نہ آجائے۔

فرزدق نے منظور کر لیا۔ خاتون نے اسے کمرہ میں بٹھا کر کھسک گئی اور نوار آگئی۔ اس نے آتے ہی ایک دوہتڑ مار کر کہا۔ یہ بدکاری کب سے سیکھی۔ فرزدق بہت شرمندہ ہوا۔ آئندہ کے لئے توبہ کی۔

لیکن فرزدق سے نوار کی نبھ نہ سکی۔ وہ غریب تو نبھانا چاہتی تھی۔ لیکن فرزدق نہ نبھاتا تھا۔ آخر نوار کو اس سے نفرت ہوگئی۔ اور یہ نفرت اس درجہ بڑھی۔ کہ اس نے فرزدق کو طلاق دینے پر رضامند کر لیا۔

لیکن یہ سودا بہت مہنگا پڑا۔ کیونکہ جن شرائط پر طلاق حاصل کی۔ وہ یہ تھیں۔

(۱) طلاق کے بعد بھی نوار فرزدق کے گھر ہی رہے گی۔

(۲) فرزدق کا ساتھ کبھی نہ چھوڑے گی۔

(۳) کسی اور شخص کے ساتھ نکاح نہ کرے گی۔

(۴) نوار کے مال و اسباب، زر نقد اور جائداد پر فرزدق کا قبضہ رہیگا۔ وہ جس طرح چاہے خرچ کرے۔ نوار کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

ظاہر ہے۔ کہ اس طلاق سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ اس سے اسے آزادی حاصل ہونے کے بجائے اس کی آزادی اور سلب ہوگئی تھی۔ لیکن مورخین کا قول ہے۔ کہ اس نے یہ طلاق محض دینداری کی وجہ سے لی۔ کیونکہ وہ اس نکاح کو جو فرزدق نے دھوکہ سے اس کے ساتھ کیا۔ نکاح نہ سمجھتی تھی۔ اس نے اپنا سب کچھ دے کر تمام نہاد آزادی حاصل کی تھی۔

Marfat.com

وہ زمانہ حضرت حسنؓ بصری رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ لوگ ان کے بڑے معتقد تھے۔ نوار فرزدق کو ان کے پاس لے گئی۔ کئی لوگ اور بھی گئے۔ کچھ فرزدق سے چھپ کر گئے۔ فرزدق نے حضرت حسنؓ بصری سے کہا۔ اے ابو سعید (یہ حضرت حسنؓ کی کنیت ہے) آپ گواہ رہیئے۔ کہ میں نے نوار کو طلاق دی۔ حضرت حسنؓ نے کہا۔ ہاں میں گواہ ہوں۔

نوار اور فرزدق دونوں واپس چلے آئے۔ فرزدق نے ابو شغتل سے جو اس کے ساتھ طلاق کا گواہ بننے گیا تھا۔ کہا! بھئی میں تو بہت پچھتا رہا ہوں۔ جی نہیں چاہتا۔ کہ نوار کو طلاق دے دوں۔

ابو شغتل نے کہا۔ کہیں حواس تو نہیں جاتے رہے۔ جانتے ہو۔ طلاق کا گواہ کسے بنا چکے ہو۔ حضرت حسنؓ بصری کو۔ اگر انہوں نے ذرا بھی اشارہ کر دیا۔ تو لوگ تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے۔ فرزدق خود حضرت حسنؓ کے اثر و رسوخ سے واقف تھا۔ خاموش ہو رہا۔ لیکن ہر وقت پچھتا تا رہتا تھا۔ اب اسے ہوش آیا۔ کہ اس نے کیسی اچھی بیوی اپنے ہاتھوں سے کھو دی۔ اسے اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ کئی روز تک بیمار رہا۔ نوار نے اس کی تیمار داری کی۔ اس نے چند اشعار کہے۔ ان میں سے ایک کا مطلب یہ تھا۔

افسوس نوار میری جنت تھی۔ جنت سے میں ایسے ہی نکلا۔ جیسے حضرت آدم نکلے تھے۔ مجھے بھی اتنا ہی صدمہ ہوا۔ جتنا حضرت آدم کو ہوا تھا۔

Marfat.com

نوار نے حضرت حسنؒ بصری سے یہ وعدہ لے لیا تھا۔ کہ میرے جنازہ کی نماز آپ پڑھائیں۔ چنانچہ طلاق کے کچھ عرصہ کے بعد نوار نے وفات پائی۔ فرزدق نے اطلاع کی۔ وہ تشریف لے آئے۔ مکان پر بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ لوگوں نے حضرت حسنؒ سے پوچھا۔
یہ لوگ کیوں کھڑے ہوئے ہیں۔ فرزدق کو اس وقت بڑا رنج تھا۔ بولا۔ سب سے اچھے اور سب سے بُرے شخص کے انتظار میں۔
فرزدق نے سب سے اچھا حضرت حسنؒ کو اور سب سے بُرا اپنے آپ کو کہا تھا۔ حضرت حسنؒ دونوں جملے اپنے متعلق سمجھے۔ انہوں نے کہا۔
"نہ میں سب سے اچھا ہوں۔ نہ سب سے بُرا" فرزدق نے کہا۔
آپ سب سے اچھے ہیں۔ اور میں سب سے بُرا ہوں۔
حضرت حسنؒ نے نوار کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ جب دفن کر دیا۔ تو حضرت حسنؒ نے قبر کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔ اس خوابگاہ کے لئے کیا سرمایہ جمع کیا ہے۔
فرزدق نے کہا۔ ستر برس کا یہ عقیدہ کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اس نے مجھے ہر وقت خوش رکھنے کی کوشش کی۔ میری خدمت کی۔ خدا کی عبادت کی۔ اس سے زیادہ اور کیا سرمایہ ہو سکتا تھا۔
حضرت حسنؒ بصری نے فرمایا۔ جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تصدیق کی۔ خدا کی عبادت کی۔ اور شوہر کو راضی رکھا۔

Marfat.com

اس نے جنت پائی۔

نوار نے اپنا حسن، اپنی دولت، اپنی جوانی سب شوہر پر قربان کر دی۔

معرکۂ صلیب (مصنفہ مولٰینا محمد صادق حسین صدیقی)
بارھویں صدی عیسوی کا ایک دردانگیز مگر اسلامی جوش سے بھرا ہوا ناول۔ صلیبی جھنڈے کے نیچے مسلمانوں پر کس قدر مظالم کئے گئے۔ عیسائی مورخ مچاڈ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔ کہ عیسائیوں نے تعصب کے اندھاپن میں مطلق العنانی کو جمع کر لیا اور صلیبی جھنڈے کے نیچے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا۔ کہ جس سے فطرت لرز گئی۔ اور مسلمانوں کا اسلامی شان کو قائم رکھنا۔ قیمت تین روپے
جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور (پاکستان)

Marfat.com

(عراق)

عُلیّہ عباسیہ

شاہزادی علیہ رسول اللہ صلعم کے چچا حضرت عباس کے خاندان سے تھیں۔ وہ مشہور عباسی خلیفہ مہدی بن منصور کی بیٹی اور خلیفہ ہارون الرشید کی بہن تھیں۔

علیہ کی ماں مردان کے گھرانے کی کنیز تھی۔ اسے مکنونہ کہتے تھے۔ مکنونہ نہایت خوبصورت، خوش سلیقہ اور خوش آواز تھی۔ اس زمانہ میں علم موسیقی کا بڑا چرچہ تھا۔ یہ فن انتہائے کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ عام مطربان اور مطربات کے علاوہ رئیس اور امیروں کے لڑکے اور لڑکیاں کنیزیں اور غلام حتے کہ شاہزادے اور شاہزادیاں باقاعدہ اس فن کو حاصل کرتے تھے۔ جو گانا نہ جانتا تھا۔ اسے بڑی تحقیر کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔

مکنونہ کو بھی فن موسیقی میں کمال حاصل تھا۔ اس نے اپنی لیاقت علم اور موسیقی میں کافی دستگاہ رکھنے کی وجہ سے خلیفہ مہدی کے دل میں گھر لیا۔ چنانچہ چند ہی روز میں خلیفہ مہدی نے اسے کنیزوں کے زمرہ

Marfat.com

سے مکال کر ملکہ کے رتبہ پر پہنچا دیا۔ مہدی کی محبوبہ بیوی خیزران تھی۔ خیزران کے بطن سے خلیفہ ہارون رشید پیدا ہوئے تھے۔ خیزران کا بڑا رتبہ تھا۔ لیکن مکنونہ کا رتبہ بھی خیزران کے برابر ہی ہو گیا۔ خود خیزران کا بیان ہے۔ کہ مجھے مکنونہ سے اکثر دبنا پڑتا تھا۔

اسی مکنونہ کے بطن سے علیہ پیدا ہوئی تھیں۔ خلافت کی گود میں آنکھیں کھولیں۔ عیش و تنعم کے گہوارہ میں پرورش پائی۔ مکنونہ اور خلیفہ مہدی دونوں کی آنکھوں کا تارا تھیں۔ جب ہوش سنبھالا۔ تو پڑھنے بیٹھیں۔ کئی مشہور عالم تعلیم پر مقرر ہوئے۔ سب سے پہلے قرآن شریف کی تعلیم دی گئی۔ پھر عربی جو ان کی مادری زبان تھی۔ پڑھائی گئی۔ چونکہ پندرہ سال ہی کے سن میں انہوں نے اس قدر تعلیم حاصل کر لی۔ کہ استادوں نے انہیں فارغ التحصیل ہونے کی سند دے دی۔ اس کے بعد انہوں نے علم موسیقی کی تعلیم حاصل کی۔ اور اس فن میں ایسا کمال حاصل کیا۔ کہ اس دور کے مشہور مغنی اور موسیقی دان ان کا لوہا مان گئے۔ ایک ایک راگ اور راگنی کو دس دس اور بیس بیس طریقہ پر گاتی تھیں۔

اس زمانہ میں اسحٰق موصلی اس فن میں بڑی دستگاہ رکھتا تھا۔ استاد زمانہ مشہور تھا۔ لیکن وہ بھی علیہ کو سب سے زیادہ ماہر فن سمجھتا تھا۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے۔ کہ قدرت کسی ایک شخص کو بہت سی خوبیاں عطا کرتی ہے۔ کسی کی آواز اچھی ہوتی ہے۔ تو صورت اچھی نہیں ہوتی۔ صورت اچھی ہوتی ہے۔ تو لہجہ اچھا نہیں ہوتا۔ صورت بھی اچھی ہوتی۔ اور

Marfat.com

آواز بھی اچھی ہوئی تو گانے کے وقت منہ بگڑ جاتا ہے۔ لیکن خدا نے علیہ کو تمام خوبیاں عطا کی تھیں۔ صورت نہایت پاکیزہ تھی۔ آواز نہایت شیریں تھی۔ لہجہ بڑا دلکش تھا۔ گانے کے وقت منہ پر رونق آجاتی تھی۔ جب وہ گاتی تھیں۔ تو ترنم سا ہونے لگتا تھا۔ سننے والے محو دیسے خود ہو جاتے تھے۔

یہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں ہر غریب، امیر، رئیس، درباری شاہزادے اور شاہزادیاں سب باقاعدہ فن موسیقی کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ دراصل اس دور میں گانا اتنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ جتنا اس زمانہ میں سمجھا جاتا ہے۔ بادشاہ تک اپنے بچوں کو باقاعدہ تعلیم دلاتے تھے۔

علیہ کی پیشانی پر چھٹپنے میں چوٹ لگ گئی تھی۔ تب سے ان کی مصفا پیشانی پر داغ پڑ گیا تھا۔ جو دیکھنے میں بدنما معلوم ہوتا تھا۔ علیہ نے اس داغ کو چھپانے کے لئے ایک خوشنما مرصع ومطلا جھومر یا سربند باندھنا شروع کیا۔ یہ جھومر بہت ہی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ عورتوں نے اسے بڑا پسند کیا۔ اکثر بیگموں نے اس قسم کے جھومر بنوا لئے۔ اور زینت و زیبائش کے لئے استعمال کرنے لگیں۔

شاہزادی علیہ صرف گانے ہی میں کمال نہ رکھتی تھیں۔ بلکہ اچھی شاعرہ بھی تھیں۔ نہایت اچھی غزلیں کہتی تھیں۔ باوجودیکہ وہ شاہزادی تھیں۔ راحت وآرام سے رہتی تھیں۔ لیکن نہایت پارسا اور بڑی عابدہ و زاہدہ

Marfat.com

زاہدہ بھی تھیں۔ نماز کسی وقت کی بھی قضا نہ ہونے دیتیں۔ رمضان کے مہینہ میں روزے ضرور رکھتیں۔ زکوٰۃ دیتیں۔ خیرات کرتیں۔ کئی حج بھی کئے۔ وہ قرآن شریف کی تلاوت بھی نہایت خوش الحانی اور قرات کے ساتھ کرتی تھیں۔ جب وہ قرآن پڑھتیں۔ تو سینکڑوں کنیزیں اور بیگمیں خاموش بیٹھ کر سنا کرتیں۔

اگرچہ انہیں فن موسیقی سے لگاؤ بھی تھا۔ اور کمال بھی حاصل تھا۔ لیکن وہ بہت کم گاتی تھیں۔ یا تو بیگموں اور خلیفہ ہارون رشید کی فرمائش پر کبھی گا لیتیں۔ یا کبھی خود ہی تفریح طبع کے لئے گا کر دل بہلا لیتیں۔ دراصل وہ اس لئے بھی کم گاتی تھیں۔ کہ ان کا گانا سن کر انسان تو انسان پرند تک بھی محو ہو کے خود ہو جاتے تھے۔

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید اپنے خادم خاص مسرور کے ساتھ کسی ضروری کام سے جا رہے تھے۔ جب وہ ملکہ کی محل سرا کے نیچے سے گذرے۔ تو انہوں نے پائیں باغ کا دروازہ کھلا دیکھا۔ دونوں باغیچہ میں پہنچ گئے۔ باغیچہ کے وسط میں سفید سنگ مرمر کی ایک نہایت خوشنما بارہ دری تھی۔ جو سطح زمین سے چھ فٹ بلند تھی۔ اس کے چاروں طرف لمبی لمبی نہایت خوشنما سیڑھیاں تھیں۔ بارہ دری کے عین سامنے فوارہ تھا۔ اور فوارہ کے چاروں طرف سبزہ زار اور خوشنما پھولوں کے پودے تھے۔ ملکہ فوارہ کے چبوترہ پر اس طرح بیٹھی تھیں۔ کہ ان کے پاؤں پانی میں تھے۔ اس وقت وہ گا رہی تھیں۔ نہایت خوش الحانی کے ساتھ

Marfat.com

خلیفہ اور مسرور پر ایسا اثر ہوا۔ کہ کھڑے رہ گئے۔ ایک قدم نہ چل سکے دونوں پر وجد کی حالت طاری ہو گئی۔ اتفاق سے علیہ نے گانا بند کر دیا۔ دیر میں دونوں کو ہوش آیا۔ خلیفہ جلدی سے مسرور کا ہاتھ پکڑ کر باغیچہ سے باہر نکل آئے۔ مسرور سے پوچھا۔ جانتے ہو۔ یہ اس وقت کون گا رہی تھی۔

مسرور نے جواب دیا۔ شہزادی علیہ کے سوائے اور کوئی نہیں ہو سکتیں خلیفہ۔ ہاں وہی تھیں۔ اگر وہ اور گاتیں۔ تو شاید ہم اپنے حواس میں نہ رہتے۔

مسرور۔ مجھ پر تو ایسا اثر ہوا تھا۔ کہ اگر اعلیٰ حضرت میرے ساتھ نہ ہوتے۔ تو عجب نہ تھا۔ کہ میں دیواروں یا درختوں سے اپنا سر پھوڑ لیتا۔

اس زمانہ میں عرب کے شاعروں کا یہ معمول تھا۔ کہ کسی مشہور نازنین کو اشعار میں اپنا مخاطب بنا لیتے تھے۔ ان اشعار کو سن کر ایسا معلوم ہونے لگتا تھا۔ جیسے وہ شاعر اس نازنین پر فریفتہ ہے۔ حالانکہ اکثر ایسا ہوتا۔ کہ شاعر اپنی مخاطب نازنین کو دیکھنے بھی نہ پاتا تھا۔ پھر لطف یہ تھا۔ کہ مرد عورتوں کا۔ اور عورتیں مردوں کا نام لے کر شعر کہتے تھے۔ اگرچہ یہ بات کچھ معیوب نہ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن فطرت انسانی کے مطابق شرفا اس بات کو گوارا نہ کرتے تھے۔ کہ ان کی بہن بیٹی اور بیوی کے نام سے شاعر اشعار کہیں۔

شاہزادی علیہ بھی شاعرہ تھیں۔ انہوں نے خلیفہ ہارون رشید کے

Marfat.com

ایک کم سن اور حسین غلام کو شاعری میں اپنا مخاطب بنا لیا۔ اور اس کو خطاب کر کے پرجوش اشعار میں اپنے جذبات کا اظہار کرنے لگیں۔ اگر وہ کسی شاہزادہ کو مخاطب کرتیں۔ تو شاید کوئی ان سے باز پرس نہ کرتا۔ لیکن ایک غلام کو مخاطب کرنا سب کو ناگوار ہوا۔ چنانچہ خلیفہ ہارون رشید کو بھی برا لگا۔ اس غلام کا نام "طل" تھا۔ عربی میں "طل" شبنم کو کہتے ہیں۔ ہارون رشید نے علیہ کو منع کر دیا۔ کہ وہ طل کا نام نہ زبان پر لائیں۔ نہ لکھیں۔

علیہ کو طل سے کوئی محبت تو تھی نہیں۔ انہوں نے اس کا نام اس زمانہ کے دستور کے مطابق اپنے اشعار میں لینا شروع کر دیا تھا۔ ہارون رشید کے منع کرنے پر انہوں نے اسے اشعار میں مخاطب کرنا ہی نہیں۔ بلکہ زبان سے بھی اس کا نام لینا چھوڑ دیا۔

ایک روز وہ قرآن شریف پڑھ رہی تھیں۔ اتفاق سے ہارون رشید کا اس طرف سے گذر ہوا۔ چونکہ وہ نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھا کرتی تھیں۔ اس لئے ہارون رشید محو ہو کر سننے لگے۔ پڑھتے پڑھتے علیہ جب اس آیت پر پہنچیں۔

فَاِنْ لَّمْ یُصِبْہَا وَابِلٌ فَطَلٌّ یعنی جب بارش نہ گرے۔ تو شبنم گرتی ہے چونکہ اس آیت میں طل کا لفظ تھا۔ اور طل کا نام نہ لینا چاہتی تھیں۔ اس لئے انہوں نے طل کے بجائے کہا۔ فَمَا نَہَانَا عَنْہُ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی وہ گرتی ہے جس سے امیر المومنین نے منع کیا ہے۔

Marfat.com

یہ سن کر ہارون رشید کو خوشی بھی ہوئی۔ اور ہنسی بھی آئی۔ فوراً علیہ کے پاس پہنچے۔ علیہ انہیں دیکھتے ہی کھڑی ہوگئیں۔ ہارون رشید نے ظاہرانہ محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دے کر کہا۔ آئندہ میں تمہیں طل کا نام لینے سے منع نہیں کرتا۔ اسی وقت طل کو طلب کر کے علیہ کو عطا کر دیا۔ لیکن علیہ نے پھر کبھی اپنے اشعار میں طل کو مخاطب نہیں کیا۔

شاہزادی علیہ کی شادی موسے بن علیس کے ساتھ ہوئی تھی موسیٰ بن عباسی خاندان سے تھا۔ نہایت باوقعت اور ذی رتبہ تھا۔ اس کا عالی مرتبت ہونا تو اسی سے ظاہر ہے۔ کہ خلیفہ ہارون رشید نے اپنی چہیتی بہن علیہ کی شادی اس کے ساتھ کر دی تھی۔ لیکن علیہ زیادہ تر شاہی حرام سرا ہی میں رہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہارون رشید کو ان سے اس قدر محبت تھی۔ کہ وہ ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

ایک مرتبہ علیہ حج کو گئی تھیں۔ واپسی میں شاید کسل راہ کی وجہ سے مقام طیرناباز میں چند روز کے لئے ٹھہر گئیں۔ خلیفہ ہارون رشید ان کی واپسی کا بڑی بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ جب انہیں ان کے قیام کا حال معلوم ہوا۔ تو خفا ہو گئے۔ علیہ نے سنا۔ تو فوراً وہاں سے چل پڑیں۔ اور بھائی کی خدمت میں پہنچ کر تین چار اشعار میں کسل راہ کی کیفیت بیان کر کے عفو تقصیر چاہی۔ ہارون رشید نے معاف کر دیا۔

خلیفہ ہارون رشید شاہزادی علیہ کا کہنا بھی بہت مانتے تھے۔ ایک مرتبہ ہارون رشید اور ان کی بیوی زبیدہ میں کچھ ناچاقی ہو گئی۔ زبیدہ نے

Marfat.com

علیہ سے شکایت کی۔ علیہ نے ایک گیت کہا۔ جس میں زبیدہ سے خفگی کا ذکر تھا۔ اور زبیدہ کی مغنیہ کنیزوں کو وہ گیت نئے لہجہ میں گانا سکھا دیا۔ اور ان کنیزوں کو اپنے ساتھ لے کر ہارون رشید کے حضور میں پہنچیں۔ اس وقت ہارون رشید کھانا کھا رہے تھے۔ علیہ نے کنیزوں کو اشارہ کیا۔ انہوں نے گانا شروع کر دیا۔ خلیفہ پر بڑا اثر پڑا۔ انہوں نے کہا۔ علیہ میں زبیدہ سے خفا نہیں ہوں۔ علیہ نے کہا۔ اگر وہ خفا ہیں۔ تو آپ انہیں منا لیں۔

چنانچہ ہارون رشید نے خود جا کر زبیدہ کو منا لیا۔ جب کبھی ہارون رشید اور زبیدہ میں بدمزگی ہو جاتی تھی۔ تو اکثر علیہ موسیقی اور شاعرانہ لیاقت سے ان میں صفائی کرا دیا کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ ہارون رشید رے کے سفر پر روانہ ہوئے۔ علیہ کو بھی ایک پرتکلف محمل میں ساتھ لے لیا۔ علیہ کا جی جانے کو نہ چاہتا تھا۔ لیکن بھائی کے حکم کو بھی نہ ٹال سکیں۔ چلیں۔ جب مرج کے مقام پر منزل ہوئی۔ اور خلیفہ نے قیام کر دیا۔ تو علیہ نے خلیفہ کے پاس جا کر ایک نئی دھن میں کچھ شعر گائے۔ ان کا مطلب یہ تھا۔ ایک غریب الوطن عزیزوں اور دوستوں سے دور مقام مرج میں ان کی فرقت میں رو رہا ہے۔ جن سے اسے محبت تھی۔ اس کی یہ حالت ہے۔ کہ وطن کی طرف سے جب سواروں کے قافلے آتے ہیں۔ تو وہ دوڑ دوڑ کر سونگھتا ہے۔ کہ شاید ان میں سے بوئے وطن آ جائے۔

Marfat.com

علیہ نے کچھ اس انداز سے گایا۔ کہ ہارون رشید کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ وہ سمجھ گئے۔ کہ بہن کا جی وطن جانے کو چاہتا ہے۔ انہوں نے فوراً واپسی کا حکم دے دیا۔ علیہ کو بڑی خوشی ہوئی۔

جب ۳ رجمادی الثانی ۱۹۳ھ کو خلیفہ ہارون رشید نے وفات پائی۔ تو علیہ کو بے حد صدمہ ہوا۔ ہارون رشید کو علیہ سے اور علیہ کو ہارون رشید سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ہارون رشید کے مرتے ہی علیہ نے شاعری چھوڑ دی۔ ان کی زندہ دلی اور بذلہ سنجی میں فرق آگیا۔ یہ تہیہ کرلیا۔ کہ اب نہ گاؤں گی۔ زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں بسر کرتے ہیں۔

ہارون رشید کے بعد امین الرشید تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے اپنی پھوپھی علیہ کی بڑی عزت و تکریم کی۔ ایک روز انہوں نے علیہ سے گانے کی درخواست کی۔ علیہ کا جی نہ چاہتا تھا۔ مگر امین نے اس قدر اصرار کیا۔ کہ گانا پڑا۔ لیکن افسردہ دل "افسردہ کند انجمنے را" علیہ افسردہ دل تھیں۔ ان کے گانے سے ایسی افسردگی چھائی کہ سننے والے سب افسردہ خاطر ہو گئے۔

تھوڑے ہی عرصے کے بعد زمانہ نے ایک نیا باب الٹا۔ امین کی جگہ مامون خلیفہ ہوئے۔ علیہ کو امین کے مارے جانے کا بھی بڑا ملال ہوا لیکن مامون نے بھی اپنی پھوپھی علیہ کی اس قدر تواضع اور عزت و حرمت کی۔ کہ ان کا دل خوش ہو گیا۔ ایک روز مامون نے بھی ان سے گانے کی درخواست

کی۔ انہوں نے گایا۔ اور ایسا گایا۔ کہ انسان تو انسان در و دیوار وجد کرنے لگے۔ مامون نے بڑی تعریف کی۔

علیہ موسیقی میں ایسی صاحب کمال تھیں۔ کہ انہوں نے اپنی لیاقت سے نہتر دھنیں اور بڑھا دی تھیں۔ ایک مدت تک یہ دھنیں جاری رہیں۔ اور لوگ ان سے حظ اٹھاتے رہے۔

شاہزادی علیہ ۱۶۰ھ میں پیدا ہوئی تھیں۔ ۲۱۰ھ میں پچاس سال کی عمر میں مامون کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

Marfat.com

شاہزادی عباسہ

شاہزادی عباسہ مہدی بن منصور کی بیٹی تھیں۔ یہ خلیفہ ہارون رشید کی سب سے چھوٹی بہن تھیں۔ نہایت خوبصورت، سیم تن، ماہرو اور آہو چشم نازنین تھیں۔ چونکہ یہ سب سے چھوٹی اولاد تھیں۔ اس لئے ماں اور باپ کا لاڈ پیار بھی زیادہ تھا۔ مگر اس پیار نے انہیں بگاڑا نہیں بلکہ بنایا تھا۔ انہوں نے نہایت شوق سے تعلیم حاصل کی۔ عربی کے علاوہ فارسی بھی پڑھی۔ قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر اس خوبی سے بیان کرتی تھیں، کہ سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ تکمیل تعلیم کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ان کی قابلیت معمولی علماء سے کہیں بڑھ گئی۔

اس زمانہ میں عورت ہو یا مرد اس کا شاعر ہونا ضروری تھا۔ شرافت اور قابلیت کی جانچ ہی شاعری سے ہوتی تھی۔ شاہزادی عباسہ بھی شاعرہ تھیں۔ نہایت اچھے شعر کہتی تھیں۔ ان کی سخن فہمی اور سخن سنجی حد کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ جب کسی شعر پر بحث ہوتی۔ اور خلیفہ ہارون رشید کی سمجھ میں

Marfat.com

مطلب نہ آتا۔ تو وہ شاہزادی عباسہ کی طرف رجوع کرتے۔ وہ شعر سنتے ہی اس خوبی سے مطلب بیان کرتیں۔ کہ سننے والوں کو ان کی سخن فہمی کی داد دینی پڑتی۔

زمانہ کے معمول کے موافق انہوں نے بھی علم موسیقی میں دستگاہ کامل حاصل کی تھی۔ قدرت نے انہیں آواز بھی نہایت شیریں اور لہجہ بڑا ہی دلکش عطا کیا تھا۔ وہ قرآن شریف ایسی قرأت سے پڑھتی تھیں۔ کہ سننے والے مسحور ہو جاتے تھے۔ اکثر زبیدہ خلیفہ ہارون رشید کی ملکہ ان کے پاس آکر قرآن شریف سنا کرتی تھیں۔ وہ بہت کم گاتی تھیں۔ لیکن جب گاتی تھیں۔ تو سامعین کو بتوں کی طرح حیران و ششدر بنا دیتی تھیں۔ ایک مرتبہ جب وہ کمسن تھیں۔ تو گا رہی تھیں۔ اتفاق سے ان کے باپ خلیفہ مہدی آنکلے۔ سن کر سن ہو گئے۔ پیار سے انہیں اپنے پاس بلایا۔ کئی چیزیں سنیں۔ کہنے لگے۔ عباسہ جی چاہتا ہے۔ رات بھر تیرا گانا سنتا رہوں۔ لیکن تو بچی ہے۔ تھک جائے گی۔ مجھے خوف ہے۔ کہ تجھے یا تیری آواز کو نظر نہ لگ جائے۔ اس لئے تو کم گایا کر۔ اسی وجہ سے وہ کم گاتی تھیں۔

ایک روز قرأت سے قرآن شریف پڑھ رہی تھیں۔ ان کے بھائی ہادی آنکلے۔ سن کر وجد کرنے لگے۔ وہ اعلےٰ درجہ کی مدبرہ بھی تھیں۔ ان کے تدبر کے جوہر اس وقت کھلے۔ جب خلیفہ مہدی کے بعد ان کے لڑکے ہادی خلیفہ ہوئے۔

یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلیفہ مہدی کے

بڑے بیٹے ہادی اور چھوٹے ہارون رشید تھے۔ یہ دونوں بھائی ایک ہی ماں خیزران کے بطن سے پیدا ہوتے تھے۔ مہدی ہادی کو بہت چاہتے تھے۔ اور خیزران ہارون رشید سے بہت محبت کرتی تھیں۔ مہدی نے ہادی کو ولی عہد کیا تھا۔ مگر خیزران نے دباؤ ڈال کر ہارون رشید کو بھی ولی عہد بنوادیا تھا۔ طے یہ پایا تھا۔ کہ ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہو۔

جب مہدی نے وفات وفات پائی۔ تو ہادی خلیفہ ہوتے۔ ہارون رشید نے ان کی اطاعت شروع کردی۔ خیزران مہدی ہی کے زمانہ سے کاروبار حکومت میں دخل دینے لگی تھیں۔ جب بیٹا خلیفہ ہوا۔ تو انہوں نے زیادہ دخل دینا شروع کیا۔ ہادی نے انہیں سیاسی معاملات میں حصہ لینے سے روک دیا۔ عباسہ نے ہادی کو سمجھایا۔ کہ وہ خیزران پر پابندی عاید کر کے ان کے مفید مشوروں سے بے نیاز نہ ہوں۔ ہادی نے ان کے اصرار پر خیزران سے پابندی اٹھالی۔ لیکن اب ایک معاملہ اس سے بھی زیادہ اہم پیش آیا۔ مہدی نے ہادی اور ہارون رشید دونوں کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ ہادی نے ہارون رشید کو معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو جو اس وقت نابالغ تھا۔ ولی عہد بنانا چاہا۔ یحییٰ برمکی خلیفہ ہارون رشید کا اتالیق تھا۔ اس نے مخالفت کی۔ ہادی نے اسے گرفتار کر کے قید کردیا۔ شاہزادی عباسہ بھی خلیفہ ہارون رشید کی طرفدار تھیں۔ وہ یہ تمام معاملات دیکھ اور سن رہی تھیں۔ ایک روز ہادی کے پاس پہنچیں۔ اور اپنی بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی سے ہادی کو ایسا خوش کیا کہ

انہوں نے کہا۔ یہی جی چاہتا ہے۔ کہ آج تم کچھ مانگو۔ اور میں دوں۔
عباسہ نے سنجیدگی سے کہا۔ جو میں مانگوں گی۔ وہ آپ دے نہ سکیں گے۔

ہادی نے جوش میں آکر کہا۔ یہ ناممکن ہے۔

عباسہ۔ تو مانگوں۔

ہادی۔ ہاں مانگو۔

عباسہ۔ میں یہ مانگتی ہوں۔ کہ آپ ہارون رشید کو معزول نہ کریں۔

ہادی سناٹے میں آکر چپ ہو گئے۔ عباسہ نے کہا۔ اس میں میری کوئی اپنی غرض نہیں ہے۔ میں عباسی خلافت کی بقا اور بہبودی چاہتی ہوں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ جعفر ابھی نابالغ ہے۔ امورِ سلطنت سے واقف نہیں۔ درباریوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے رہیں گے۔ درباریوں میں رسہ کشی ہوگی۔ ہر درباری خلیفہ پر اپنی گرفت رکھنا چاہے گا۔ درباریوں میں رنجش ہوگی۔ اس سے حکومت کو ضعف پہنچے گا۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ہارون رشید سیاسی معاملات کو خوب سمجھتے ہیں۔ ان میں حکومت و سلطنت کی قابلیت ہے۔ ان کی لیاقت و ذہانت ہی کو دیکھ کر والدِ بزرگوار نے انہیں ولی عہد مقرر کیا تھا۔

عباسہ کی اس مدلل تقریر کا ہادی پر بڑا اثر ہوا۔ لیکن بیٹے کی محبت کہتی تھی۔ کہ کچھ بھی ہو۔ ہارون کو معزول کر کے جعفر کو ولی عہد بنائیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ یہ سب درست ہے۔ مگر عباسہ! تم نے اس بات پر غور

نہیں کیا۔ کہ میرے بیٹے کی بہبودی اس کے ولی عہد بننے میں ہے۔
عباسہ۔ میں جانتی ہوں۔ لیکن بیٹے کی بہبودی عباسی خلافت کے مضر ہوگی۔ آپ ایسا کیجئے۔ کہ اس شرط سے جعفر کو ولی عہد بنائیے۔ کہ اگر وہ جوان ہوجائے۔ تو آپ کے بعد خلیفہ ہو۔ ورنہ ہارون رشید خلیفہ ہوں۔

چونکہ بات معقول تھی۔ اس لئے ہادی پھڑک اٹھے۔ کہنے لگے۔ تم نے نہایت ہی اہم مسئلہ کو حل کردیا۔ میں تمہارا مشکور ہوں چنانچہ انہوں نے فی الحال جعفر کی ولی عہدی کا معاملہ ملتوی کردیا۔ یحییٰ کو رہا کر کے اس سے بھی یہ اقرار لے لیا۔ کہ اگر جعفر خلیفہ ہوجائے۔ تو اسے خلیفہ بنایا جائے۔

ہارون رشید کو بھی عباسہ کی گفتگو کا پتہ چل گیا۔ انہیں اپنی اس بہن سے بہت زیادہ محبت ہوگئی۔ اتفاق سے جعفر کے جوان ہونے سے پہلے ہی ہادی نے وفات پائی۔

ہارون رشید تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے عباسہ کو زروجواہر سے لاد دیا۔

نکاح شاہزادی عباسہ کا پہلا عقد محمد بن سلیمان سے ہوا۔ بنو عباس خاندان سے تھے۔ ان کا وقار شاہزادوں سے کم نہ تھا۔ لیکن ابھی عباسہ جوان ہی تھیں۔ کہ بیوہ ہوگئیں۔ محمد بن سلیمان کا انتقال ہوگیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خلیفہ ہارون رشید نے ان کا عقد اپنے قریبی رشتہ دار ابراہیم بن صالح بن علی سے کردیا۔

ہاروں رشید کی بے پناہ محبت

عباسہ کم گو۔ مگر ذی عقل اور سیاسیات سے واقف تھیں۔
ہاروں رشید نے بعض پیچیدہ معاملات میں ان سے مشورہ لیا انہوں نے اپنی رائے کا اظہار ایسے سلجھے ہوئے پیرایہ میں کہا۔ کہ ہاروں رشید کو بہت پسند آیا چنانچہ انہیں ان سے اور بھی محبت ہو گئی۔
اگرچہ عباسہ خوب گاتی تھیں۔ علم موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا۔ لیکن یہ عجیب بات ہے۔ کہ وہ بزم رقص و سرود میں بہت کم شریک ہوتی تھیں۔ اگر کبھی شرکت کرتی بھی تھیں۔ تو زبیدہ یا بھائی ہاروں رشید کے اصرار کرنے پر۔ البتہ اپنے قصر میں تنہائی کے عالم میں کبھی کبھی گا لیا کرتی تھیں۔
چونکہ ہاروں رشید ان سے محبت کرتے اور ان کی باتیں اور سفارشیں مان لیتے تھے۔ اس لئے اکثر عورتیں اور حاجت مند ان کے پاس آتے رہتے تھے۔ ایک روز وزیر اعظم جعفر کی بہن رینا ان کے پاس اپنے شوہر نور الدین کی شکایت لائیں۔ اور کہا۔ کہ خلیفہ نے میرا نکاح نور الدین کے ساتھ کیا ہے تم خلیفہ سے میری سفارش کر دو۔ عباسہ تیار ہو گئی۔
جعفر برمکی یحییٰ کا بیٹا تھا۔ خلیفہ ہاروں رشید کو جعفر سے بہت زیادہ محبت تھی۔ انہوں نے اسے وزیر اعظم بنا لیا تھا۔ رینا اس جعفر برمکی کی

Marfat.com

بہن تھی۔ اس کی شادی کا قصہ بھی عجیب ہے۔ وہ بھی سن لیجئے۔
خلیفہ ہارون رشید نے حکم دے رکھا تھا۔ کہ کوئی شخص رات کو بجرہ میں بیٹھ کر دریائے دجلہ کی سیر نہ کرے۔ یہ خیال رہے۔ کہ ہارون رشید کا دارالسلطنت بغداد تھا۔ جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر آباد تھا۔ ایک روز خلیفہ اپنے ساتھ اپنے خادم خاص مسرور اور جعفر وزیر اعظم کو ساتھ لے کر عام شہریوں کے لباس میں دریائے دجلہ کی طرف جا نکلے۔ (خلیفہ ہارون رشید اپنی رعایا کی خبر گیری کے لئے اکثر رات کو بھیس بدل کر نکلا کرتے تھے۔) انہوں نے ایک خوبصورت بجرہ میں چند آدمیوں کو سوار جاتے ہوئے دیکھا انہیں حیرت ہوئی۔ کہ شاہی فرمان کی خلاف ورزی کی جرأت کسے ہوئی۔ انہوں نے ملاحوں سے پوچھا۔ یہ سامنے بجرہ کس کا جا رہا ہے۔ ملاحوں نے جواب دیا۔ "امیر المومنین کا" ہارون رشید کو اور بھی حیرت ہوئی۔ وہ جعفر اور مسرور کو ساتھ لے کر ایک کشتی میں سوار ہو کر بجرہ کے تعاقب میں چلے۔ بجرہ ایک عالیشان مکان کے سامنے جا کر رک گیا۔ اور اس میں بیٹھنے والے اتر کر مکان میں داخل ہو گئے۔ خلیفہ بھی جعفر اور مسرور کے ساتھ دروازہ پر پہنچے۔ پاسبانوں نے انہیں دیکھتے ہی تینوں کو گرفتار کر کے مالک مکان کے روبرو پیش کر کے کہا۔ حضور یہ دریائے دجلہ کو پار کر کے آئے ہیں۔ ان تینوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ مالک مکان خلیفہ ہارون رشید بنا ہوا ہے۔

چونکہ اس وقت گلک نے کا انتظام ہو رہا تھا۔ اس لئے مصنوعی خلیفہ

نے ان لوگوں کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ صرف انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ یہ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں ایک خادم نے ہاتھی دانت کی ایک مرصع کرسی لا کر بچھائی۔ فوراً ہی ایک ماہ پیکر، قمر طلعت زہرہ جبین کنیز عمدہ لباس اور جواہرات کے زیورات پہن کر آئی۔ کرسی پر بیٹھی۔ اور اس طرح گائی۔ کہ در و دیوار وجد کرنے لگے۔ سب بیخود ہو کر رہ گئے۔

تھوڑی دیر گا کر وہ چلی گئی۔

مصنوعی خلیفہ نے دوسرا لباس بدلا۔ (یہ طریقہ خلیفہ ہارون رشید کا تھا۔) پھر ایک کنیز آئی۔ جو پہلی سے بھی زیادہ حسین اور شیریں ادا تھی۔ لباس نہایت فاخرہ اور زیورات بیش بہا پہن رکھے تھے۔ اس کی آواز میں گویا جادو تھا۔ اس کا گانا سن کر سب سکتہ میں رہ گئے۔ جب وہ گا چکی۔ تو خلیفہ ہارون رشید نے اس کی تعریف کی۔ مصنوعی خلیفہ نے غور سے اصل خلیفہ کو دیکھا۔ وہ چونک پڑا۔ اس نے ہارون رشید کو پہچان لیا۔ دوڑ کر ان کے قدموں میں آ گرا۔ اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ قصور وار ہوں۔ خطا معاف فرمائیے۔

ہارون رشید نے اسے تسلی دے کر پوچھا تم کون ہو۔ اور تم نے ہمارے حکم کی خلاف ورزی کیوں کی؟

مصنوعی خلیفہ نے عرض کیا۔ میری داستان سن کر جہاں پناہ سب کچھ سمجھ لیں گے۔

ہارون رشید۔ عرض کرو۔

Marfat.com

مصنوعی خلیفہ نے کہنا شروع کیا۔ میرا اصل نام علی ہے۔ عوام میں نورالدین کے نام سے مشہور ہوں۔ محمد جوہری کا بیٹا ہوں۔ جب میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے کاروبار سنبھالا۔ ایک روز میں دکان پر بیٹھا تھا۔ کہ ایک عورت بیش قیمت لباس پہنے۔ چند سہیلیوں کے ساتھ لئے میری دکان پر آئی۔ وہ خچر پر سوار تھی۔ بہت سے خادم اس کے ساتھ تھے۔ اس نے موتیوں کی لڑیاں دیکھیں۔ ایک سلک مروارید کی لڑی دیکھ کر پسند کی۔ اور کہا۔ مکان پر چل کر قیمت لے لو۔ میں دکان بند کر کے اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ ایک عالی شان مکان میں داخل ہو گئی۔ مجھے باہر روک دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کنیز آ کر مجھے اندر لے گئی۔ ایک سرخ ریشمی پردہ کے پاس میرے لئے ایک کرسی ڈال دی۔ میں بیٹھ گیا۔ کنیز نے پردہ کھینچ دیا۔ میری آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔ میں نے دیکھا۔ وہی ماہ طلعت جو سلک مروارید لائی تھی۔ چاندی کی کرسی پر مروارید کی مالا پہنے بیٹھی ہے۔ وہ اس قدر حسین تھی۔ کہ اس کی طرف آنکھ بھر کر نہ دیکھا جاتا تھا۔ اس نے کہا۔

نورالدین تم ہمارے پاس رہو۔ میں نے منظور کر لیا۔ اس نے مجھے بتایا۔ کہ وہ یحییٰ برمکی کی بیٹی اور جعفر وزیر اعظم کی بہن ہے۔ اس کا نام دینا ہے۔

اتنا سن کر ہارون رشید نے جعفر کی طرف اور جعفر نے ہارون رشید کی طرف دیکھا۔ نورالدین جعفر کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس نے کہنا شروع

گیا۔ دینا نے اسی وقت قاضی کو طلب میرے ساتھ نکاح کر لیا۔ مہر میں سلک مروارید کی لڑی قرار پائی۔ اس تقریب میں اسکی کنیزوں نے گایا۔ خود اس نے بھی گایا۔ میں اس کا گانا سن کر مست و بیخود ہو گیا۔ ایک مہینہ تک اس کے پاس رہا۔ نہ وہ کہیں جاتی تھی۔ نہ مجھے جانے دیتی تھی۔

بد قسمتی سے ایک روز وہ حمام میں غسل کرنے چلی گئی۔ مجھے ہدایت کر گئی۔ کہ میں کمرہ سے باہر نہ نکلوں۔ اس کے جاتے ہی ایک بوڑھی عورت آئی۔ اور مجھ سے کہا۔ تمہیں یحییٰ کی بیوی نے بلایا ہے۔ میں ڈر گیا۔ اس نے تسلی دی۔ اور مجھے ساتھ لے کر ایک دوسرے قصر میں گئی۔ وہاں یحییٰ کی بیوی بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگی۔ دینا نے تم سے ہی شادی کی ہے۔ میں نے اقرار کیا۔ اس نے مجھے بٹھا کر دیر تک باتیں کیں۔ کہنے لگی تم خوب اور دلچسپ آدمی ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے اجازت دی۔ میں دینا کے قصر میں آیا۔ میرے آنے سے پہلے دینا آکر سو گئی تھی۔ میں اس کے پیروں کے پاس جا بیٹھا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے پاؤں سمیٹ کر اس زور سے لات ماری کہ میں تخت سے نیچے گرا۔ اس نے غضبناک ہو کر کہا۔ عہد شکن، دغا باز دور ہو جا۔

میں نے بڑی خوشامدیں کیں۔ لیکن اس کا غصہ کم نہ ہوا۔ اس نے اپنے غلام صواب کو بلا کر مجھے بندھوایا۔ اور قتل کر ڈالنے کا حکم دے دیا

Marfat.com

میں رونے لگا۔ کنیزوں کو ترس آگیا۔ انہوں نے سفارش کی۔ اس نے میری جاں بخشی تو کر دی۔ لیکن میری پیشانی داغ دی۔ اور مجھے گھر سے نکال دیا۔ میں مکان پر چلا آیا۔ بہت چاہا۔ کہ طبیعت بہلے۔ لیکن نہ بہلی۔ ہر وقت دینا کی یاد ستانے لگی۔ آخر دل بہلنے کا یہ سامان کیا۔ رات کو بجرہ میں بیٹھ کر یہاں آتا ہوں۔ اور ان کنیزوں کا گانا سنتا ہوں۔ میری خطا معاف کر دیجئے۔

خلیفہ نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اور جعفر کو حکم دیا۔ کہ کل نورالدین کو دربار میں پیش کرو۔ اگلے روز جعفر نے اسے دربار میں پیش کیا۔ ہارون رشید نے جعفر سے اس کی بہن دینا کو بھی بلوایا جب وہ آئی۔ تو ہارون رشید نے اس سے پوچھا۔

تم اس نوجوان کو پہچانتی ہو۔ اس نے کہا۔ کیا عورتیں بھی مردوں کو پہچانتی ہیں۔

خلیفہ نے ہنس کر کہا۔ میں اس نوجوان سے تمام داستان سن چکا ہوں۔ دینا نے شرما کر کہا۔ تب میں معافی کی خواستگار ہوں۔

ہارون رشید۔ تم اس کا قصور معاف کر دو۔

دینا۔ معاف کر دیا۔

خلیفہ ہارون رشید نے اسی وقت قاضی کو بلا کر عقد کی تجدید کر دی۔ اور نورالدین اور دینا کو بہت کچھ زر نقد دیا۔

شاہزادی عباسہ کو یہ تمام واقعات معلوم تھے۔ انہوں نے

خلیفہ ہارون الرشید سے سفارش کر دی۔ خلیفہ نے لوسالدین کو طلب کر کے فہمائش کر دی۔

افسوس ہے۔ تاریخوں سے شاہزادی عباسہ کے وفات کے سن کا پتہ نہیں چلتا۔

ایک سفید جھوٹ

ایک نہایت ہی غلط روایت بھی مشہور ہو گئی ہے۔ کہ خلیفہ ہارون رشید کو جعفر اور عباسہ دونوں سے بہت زیادہ انسیت تھی۔ رات کو مجالسِ رقص و سرود میں خلیفہ ان دونوں کو شریک کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جعفر چونکہ غیر محرم تھا۔ اس لئے شرعی رکاوٹ دور کرنے کے لئے ہارون رشید نے جعفر سے عباسہ کی شادی کر دی۔ اور یہ تنبیہ کر دی۔ کہ وہ زن و شوہر کے تعلقات عمل میں نہ لائیں۔ لیکن وہ اس ہدایت پر قائم نہ رہ سکے۔ خلیفہ ہارون رشید نے غصہ میں آ کر جعفر کو قتل کرا دیا۔

ہم اس واقعہ پر تاریخ عالم اسلام کی دوسری جلد میں مفصل تنقید کر آئے ہیں۔ لیکن چونکہ اس جگہ میں ہم عباسہ کا حال لکھ رہے ہیں۔ اس لئے مجمل طور پر یہاں بھی اس معاملہ کی صفائی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس غلط روایت کو سب سے پہلے طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا یہ خیال رہے۔ کہ خلیفہ ہارون رشید کی وفات کے پورے سو برس بعد طبری کو یہ روایت پہنچی۔ اس نے اس روایت کو درایت کی کسوٹی پر نہیں پرکھا ہم طبری کا بجنسہ ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

Marfat.com

احمد بن زہیر نے اپنے چچا طاہر سے روایت کی ہے۔ کہ جعفر برمکی کے قتل اور خاندان برامکہ کی بربادی کا سبب یہ ہے۔ کہ خلیفہ ہارون رشید کو اپنی بہن عباسہ اور وزیر جعفر کے بغیر دم بھر صبر نہ آتا تھا۔ مے نوشی کے جلسوں میں یہ دونوں شریک ہوتے۔ اس لئے جعفر نے خلیفہ سے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم دونوں کا عقد کر دوں۔ تاکہ شرعاً ایک کو دوسرے کا دیکھنا مباح ہو جائے۔ مگر زن و شوہر کے تعلقات نہ ہوں۔ چنانچہ اسی شرط پر جعفر کا نکاح عباسہ سے کر دیا۔

طبری کی روایت صرف اتنی ہے۔ پامر صاحب ایک عیسائی مورخ ہیں۔ انہوں نے ہارون رشید کی سوانح عمری لکھی ہے۔ انہوں نے اس واقعہ پر جو حاشیہ آرائی کی ہے۔ وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ وہ لکھتے ہیں۔ اول انہوں نے طبری کی روایت رکھی۔ اور بعد میں یہ افسانہ لکھا ہے۔

جعفر بڑا محتاط تھا۔ وہ عباسہ کی طرف نظر بھی نہیں کرتا تھا لیکن عباسہ محتاط نہ تھی۔ وہ جعفر پر فریفتہ تھی۔ اس نے لالچ یا خوف سے جعفر کی ماں کو اس بات پر راضی کر لیا۔ کہ وہ دونوں کی ملاقات کرا دے۔ جعفر کی ماں نے جعفر سے کہا۔ کہ ایک کنیز نہایت خوبصورت بکتی ہے۔ اور اس کنیز کی ایسی تعریف کی۔ کہ جعفر خریدنے پر تیار ہو گیا۔

جعفر کی ماں نے اسے یعنی جعفر کو شراب پلائی۔ اور کنیز کے دھوکہ میں عباسہ کو جعفر کی خواب گاہ میں بھیج دیا۔ صبح کو جب جعفر کا

نشہ اترا۔ اور اس نے عباسہ کو دیکھا۔ تو ہارون رشید کے خوف سے کانپنے اور اپنی ماں کو برا بھلا کہنے لگا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا آخر دونوں زن و شوہر کی طرح رہنے لگے۔ یہاں تک کہ عباسہ کے دو لڑکے ہو گئے۔ ہارون رشید کو خبر ہو گئی۔ اس نے غصہ میں آکر عباسہ کو قتل کرا کر ایک کمرہ میں دفن کرا دیا۔ اور پھر جعفر کو مروا ڈالا۔

ان روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ

(۱) ہارون رشید شراب پیتے تھے۔

(۲) انہوں نے شرعی رکاوٹ دور کرنے کے لئے جعفر سے عباسہ کا عقد کیا۔

(۳) ہاشمی ہونے کی وجہ سے جعفر اور عباسہ کو زن و شوہر کے تعلقات قائم کرنے کی ممانعت کر دی۔

مسٹر پامر صاحب نے لکھا ہے۔ کہ ہارون رشید کو ہاشمی ہونے کی وجہ سے یہ گوارا نہ تھا۔ کہ ایک مجوسی النسل ایرانی عباسی خون کو گدلا کر دے۔

(۴) عباسہ اور جعفر کا قتل نافرمانی کی وجہ سے عمل میں آیا۔

یہ متناقضات ہیں۔ کیسے لطیفہ کی بات ہے۔ کہ طبری بھی اور مسٹر پامر بھی یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ شرعی رکاوٹ دور کرنے کے لئے ہارون رشید نے عباسہ کا جعفر سے عقد کیا۔ تاکہ اس نام نہاد نکاح کی وجہ سے ایک دوسرے کے سامنے ہو سکیں۔ جس شخص کو شرع کا اس قدر خیال ہو وہ مے نوشی کیسے کر سکتا ہے۔ اگر کوئی مے نوشی کرتا ہے۔ تو اسے شرعی

Marfat.com

رکاوٹوں کا کیا خیال ہو سکتا ہے۔ اس لئے یا تو یہ غلط ہے۔ کہ ہارون رشید مے نوشی کرتا تھا۔ یا یہ غلط ہے۔ کہ اسے شرعی رکاوٹوں کا خیال تھا۔

طبری اور پامر صاحب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ ہارون رشید ایک سال حج کرتے تھے۔ اور ایک سال جہاد۔ ہارون رشید کا طبیب خاص بختیشوع بن جبرئیل ایک عیسائی طبیب تھا۔ اس کا بیان ہے۔ کہ ہارون رشید شراب نہیں پیتے تھے۔ جو شخص تیسرے سال حج کرے۔ وہ شراب نہیں پی سکتا۔

ابن خلدون اور ابن اثیر بھی معترف ہیں۔ کہ ہارون رشید شراب نہ پیتے تھے۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ مے نوشی کے جلسے بھی نہ ہوتے تھے یہ سراسر غلط اور لغو الزام ہے۔ اور جب اس الزام کی اصل بنیاد ہی غلط ہے۔ تو تمام الزامات از خود ہی غلط ہو جاتے ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ رقص وسرود کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ لیکن ان محفلوں میں جعفر اور عباسہ کی روزانہ شریک ہونے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے۔ کہ کبھی عباسہ شریک ہو جاتی ہوں۔ اور کبھی جعفر۔

مستند تاریخوں سے یہ بات واضح ہے۔ کہ جعفر کو حرم سرا میں جانے کی اجازت نہ تھی۔ اگرچہ یہ سچ ہے۔ کہ ہارون رشید کو جعفر سے بہت زیادہ محبت تھی۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ ہارون یہ بے حرمتی گوارا کر لیتے۔ کہ ہاشمی خواتین میں جعفر کو لے جا بیٹھاتے۔ خاص محفلیں

Marfat.com

حرم سرا سے باہر ہوتی تھیں۔ ان میں جعفر اور دوسرے معززین شریک ہو جایا کرتے تھے۔

اس طرح پر تین تنقیحات کا یہ فیصلہ ہوا۔ کہ ہارون رشید شراب نہ پیتے تھے۔ انہوں نے جعفر سے عباسہ کا عقد نہیں کیا۔ اب چوتھی تنقیح جعفر کے قتل کی رہ جاتی ہے۔

طبری اور پامر صاحب نے ان دونوں نے بھی جعفر کے قتل کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے وہی باتیں لکھی ہیں۔ جو اور مورخوں نے لکھی ہیں۔

(۱) برمکوں نے زرخیز اراضیات پر قبضہ کر لیا تھا۔

(۲) جعفر برمکی اس قدر مغرور ہو گیا تھا۔ کہ خلیفہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتا تھا۔

(۳) جعفر نے شاہی محل کے مقابلہ میں کئی کروڑ روپے کی لاگت سے ایک محل تعمیر کرایا تھا۔

(۴) برامکہ نے داد و دہش سے عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔

(۵) تمام عہدوں پر خود قبضہ کر لیا تھا۔

اب ہم ذرا تفصیل سے لکھتے ہیں۔ ایک شخص یحییٰ بن عبداللہ تھا۔ اس نے بغاوت کی۔ ہارون رشید نے اسے گرفتار کر کے جعفر کے سپرد کر دیا۔ اور ہدایت کر دی۔ کہ اسے قید رکھا جائے۔ جعفر نے یحییٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے رہا کر دیا۔ ہارون رشید کو جب

Marfat.com

معلوم ہوا۔ تو بہت ناگوار گذرا۔ جب ہارون رشید نے جعفر سے دریافت کیا۔ کہ یحییٰ کہاں ہے۔ تو جعفر نے جھوٹ بولا۔ کہہ دیا۔ قید ہے۔ مگر جب خلیفہ نے اپنی قسم دلا کر پوچھا۔ تو کہا۔ میں نے اسے رہا کر دیا۔ کیونکہ اس کی بے گناہی کا یقین ہو گیا تھا۔

ایک روز ہارون رشید دورہ کر رہے تھے۔ جعفر کی سواری سامنے سے نمودار ہوئی۔ لیکن جعفر ہارون رشید کے پاس نہیں آیا۔ دوسری طرف چلا گیا۔ اس وقت اسمٰعیل بن یحییٰ خلیفہ کے ساتھ تھے۔ خلیفہ نے ان سے کہا تم نے دیکھا۔ اب جعفر میرے ساتھ رہنا کسر شان سمجھتا ہے خلیفہ نے اس روز جتنے مواضعات کا دورہ کیا۔ وہ سب زرخیز تھے۔ اور جعفر کی جاگیر میں تھے۔ خلیفہ نے اسمٰعیل سے پوچھا۔ یہ مواضعات کس کی جاگیر میں ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ آپ کے بھائی جعفر کی۔

خلیفہ۔ برامکہ نے تمام زرخیز مواضعات پر قبضہ کر رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے گھر دولت سے بھر لئے ہیں۔ میرے خاندان والوں میں سے ایک کے پاس بھی ایسی جاگیریں نہیں۔

اسمٰعیل کہتے ہیں۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا۔ کہ برامکہ کا زوال قریب ہے۔ چنانچہ اسمٰعیل نے جعفر سے اشارہ میں کہا۔ کہ تم اپنی جاگیریں واپس کر دو۔ جعفر نے برہم ہو کر کہا۔ سلطنت عباسیہ کا قیام میری ذات سے ہے۔ میں نے شاہی خزانہ کو بھر دیا۔ کیا ہارون رشید کو اس پر صبر نہیں۔ جو میری جاگیر پر تاک لگائی ہے۔ خدا کی قسم اگر ہارون رشید نے مجھ سے

Marfat.com

ایک چیز بھی طلب کی۔ تو اس پر جلد و بال نازل ہوگا۔ اس کی یہ گفتگو ان غلاموں نے جو خلیفہ نے جعفر کو دئے تھے۔ اور وہ خلیفہ کے جاسوس تھے خلیفہ تک پہنچادی۔ خلیفہ کو بڑا صدمہ ہوا۔

ایک شخص ذراوہ خلیفہ کا مصاحب تھا۔ ایک روز جعفر اور ذراوہ خلیفہ کے حضور میں تھے۔ جب دونوں رخصت ہونے لگے۔ تو خلیفہ نے ذراوہ کو روک کر اس سے جعفر کی خودسری کی شکایت کی۔ جعفر بھی ہارون رشید سے کھٹک گیا تھا جب ذراوہ گھر پہنچا۔ اس نے اس سے جاکر پوچھا۔ کہ خلیفہ سے کیا گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا۔ کہ میرے لئے یہ زیبا نہیں کہ امیر المومنین کے راز دوسروں پر ظاہر کردوں۔

ذراوہ نے خلیفہ سے یہ واقعہ کہا۔ خلیفہ کو اور رنج ہوا۔ جعفر کو بھی اس بات کو اطلاع ہوگئی۔ کہ ذراوہ نے خلیفہ سے اس کی شکایت کردی اس نے ایسا انتظام کردیا۔ کہ ذراوہ خلیفہ کے حضور میں نہ جانے پائے شاہی خدام کو ہدایت کردی۔ چونکہ وہ سب جعفر کے زیر بار احسان تھے اس لئے جب ذراوہ جاتا۔ وہ اسے ٹال دیتے۔ اب جعفر نے خلیفہ کو اطلاع دی۔ کہ ذراوہ بیمار ہے۔ اس نے اسے قتل کرانا چاہا۔ اس پر یہ راز فاش ہوگیا۔ ذراوہ احتیاط کرنے لگا۔ ادھر جعفر نے خلیفہ سے کہہ دیا کہ ذراوہ مرگیا۔ خلیفہ نے اس کے اہل وعیال کی پنشن مقرر کردی۔ اب جعفر نے ذراوہ کو قتل کروا لینے کی کوشش کی۔

اتفاق سے ذراوہ شکارگاہ میں جاکر خلیفہ کے حضور میں پیش ہوا۔

Marfat.com

اور انہیں تمام روئیداد سنائی۔ خلیفہ کو بے حد ملال ہوا۔ انہیں خوف ہوا۔ کہ کہیں جعفر خود انہیں ہی قتل نہ کرا دے۔ اس لئے انہوں نے جعفر کو قتل کرا کر تمام برمکیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔

یہ واقعات تمام مستند تاریخوں میں مشرح تحریر ہیں۔ جعفر کے قتل کے یہ اسباب تھے حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر ہارون رشید جعفر کو قتل نہ کراتے تو یقیناً ایک روز جعفر انہیں قتل کر کے خود سلطان بن جاتا۔

یہ بات قطعی غلط اور جھوٹ ہے۔ کہ ہارون رشید نے عباسہ کی شادی جعفر کے ساتھ کی سوائے طبری کے اور کسی تاریخ میں یہ ذکر نہیں ہے۔ طبری غیر محتاط مورخ تھا۔ اس سے سو برس کے بعد ابن زہیر نے خود روایت کی۔ اس نے اسے اپنی تاریخ میں لکھ دیا۔ اس پر رائے زنی نہیں کی۔ احمد بن زہیر نے اپنے چچا زاہر سے یہ روایت سنی تھی۔ اب یہ معلوم نہیں۔ کہ زاہر کون تھا۔ ممکن ہے۔ وہ برامکہ کے ملاحوں میں سے کوئی ہو۔

برامکیوں کے استیصال کا صدمہ ہر اس شخص کو ہوا تھا۔ جسے ان کے فیض سے کچھ حصہ پہنچا تھا۔ چونکہ خلیفہ ہارون رشید نے جعفر کے قتل کی وجہ عوام پر ظاہر نہیں کی۔ اس لئے لوگوں نے الزام تراشی کی۔ اور بہت سے افسانے گھڑ لئے۔ ان افسانوں میں سے ایک افسانہ یہ بھی ہے۔

جب یہ افسانہ اس زمانہ کے لکھے پڑھے جاہلوں نے دیکھا۔ تو طرح

Marfat.com

طرح کے افسانے لکھ مارے۔ کسی خدا کے بندہ نے یہ خیال نہیں کیا کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔ یا غلط ہے۔ سچ پوچھو۔ تو طبری اور یامر دونوں کی تحریرات میں ان کی غلط بیانی موجود ہے۔

خلیفہ ہارون رشید شرع کے پابند تھے۔ ہاشمی تھے۔ انہیں یہ فخر تھا۔ کہ ان کے خاندان میں کسی غیر ہاشمی کا خون شامل نہیں ہے۔ وہ کیسے یہ بات گوارا کر لیتے۔ کہ ایک مجوسی النسل شخص سے اپنی بہن عباسہ کی شادی کر دیتے۔ ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپنی دونوں بہنوں علیہ اور عباسہ کی شادی خود کی۔ اور اپنے قریبی رشتہ داروں سے کی۔ غرض عباسہ کا جعفر سے شادی کا افسانہ سفید جھوٹ ہے۔ اور یہ جھوٹ عباسہ کی وفات کے سو برس بعد تراشا گیا ہے۔

راقم الحروف کے خواب میں عباسہ آئی تھیں۔ وہ اس قدر حسین تھیں۔ کہ آج تک میں نے ایسی حسین عورت نہیں دیکھی۔ بالکل چاند کا ٹکڑا تھیں۔ سیاہ لباس پہنے تھیں۔ انہوں نے مجھ سے خواب میں کہا۔ کہ میری جعفر سے شادی نہیں ہوئی۔ یہ مجھ پر الزام ہے۔ چنانچہ میں نے اسی زمانہ میں "شاہزادی عباسہ" ناول لکھا۔ اور اس ناول میں صحیح واقعات تحریر کئے۔ اس کے دیباچہ میں اپنے خواب کا بھی ذکر کر دیا تھا۔

مگر حالات کے لئے ہمارا ناول شاہزادی عباسہ منگوا کر پڑھیں قیمت پانچ روپے

Marfat.com

زُبیدہ خاتون

اصل نام امۃ العزیز تھا۔ام جعفر کنیت تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس کی اولاد سے تھیں۔ ان کا سلسلۂ نسب اس طرح پر ہے۔ ام جعفر، امۃ العزیز زبیدہ بنت جعفر بن ابی جعفر منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس عم رسول اللہ صلعم

بچپن میں زبیدہ نہایت خوبصورت، گوری چٹی، موٹی تازی اور گول مول تھی۔ ان کے دادا خلیفہ منصور انہیں اپنے دونوں ہاتھوں پر نچاتے۔ اور کہتے بڑی پیاری لڑکی ہے۔ زبیدہ ہے زُبیدہ۔ عربی میں زبیدہ اس آلہ کو کہتے ہیں۔ جس سے گھما کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ وہ آلہ گول مول اور دیکھنے میں خوشنما ہوتا ہے۔ یہ لقب ایسا پسند آیا۔ کہ انہیں سب زبیدہ ہی کہنے لگے۔ ان سے پہلے کسی کا نام زبیدہ نہیں تھا۔ سب سے پہلے انہیں کا نام رکھا گیا۔ اس نام نے ایسی شہرت پائی۔ کہ آج مسلمانوں کے صدہا گھروں

میں زبیدہ نام کی لڑکیاں موجود ہیں۔

جب زبیدہ نے ہوش سنبھالا۔ تو دادا نے ان کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام کیا۔ اول قرآن شریف کی تعلیم دلائی۔ پھر احادیث پڑھائیں۔ بعدہ عربی کی مکمل تعلیم دلائی۔

زبیدہ نہایت ذکی، ذہین، زود فہم اور ذی عقل تھیں۔ جب جوان ہوئیں۔ تو نہایت حسین و ماہرو نکلیں۔ ان کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ خدو خال نہایت دلکش تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی بادام کی طرح اور بڑی دلفریب تھیں۔ آنکھیں کیا تھیں حسن کی کھڑکیاں معلوم ہوتی تھیں۔ اس حسن پر بڑی شیریں ادا خوش اندام تھیں۔ آواز نہایت پیاری تھی۔

چونکہ انہوں نے شروع ہی سے مذہبی تعلیم پائی تھی۔ اس لئے مذہبی معاملات سے بڑا شوق و شغف تھا۔ صوم و صلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں۔ خدا نے انہیں بڑا ہی صاحب اقبال پیدا کیا تھا۔ خلیفہ مہدی کے بڑے بیٹے ہادی تھے۔ مہدی نے انہیں ہی ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چھوٹے بیٹے ہارون رشید تھے۔ ان کے خلیفہ ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ زبیدہ کی شادی ہارون رشید کے ساتھ ۱۶۵ھ میں اس وقت ہوئی۔ جب دونوں نوجوان تھے۔ ہارون رشید کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی۔ زبیدہ کا سن چودہ پندرہ سال کا تھا۔ اس وقت تک ہارون رشید کو نہ کوئی عہدہ ملا تھا۔ نہ خلیفہ مہدی انہیں اس قابل سمجھتے تھے۔ لیکن جب زبیدہ سے شادی ہوئی۔ تو اس صاحب اقبال خاتون کی خوش اقبالی کی بدولت ہارون کو رومی

Marfat.com

عیسائیوں کے مقابلہ میں جہاد پر جانے کا حکم ہوا۔ ہارون چلے۔ خود خلیفہ مہدی بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ یہ مہم انتقامانہ تھی۔ شاہ روم نے اسلامی بلاد پر ۱۶۲ھ میں حملہ کیا تھا۔ ۱۶۳ھ میں خلیفہ مہدی عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے جانا چاہتے تھے لیکن ان کے چچا عیسٰے بن علی کا انتقال ہو گیا۔ اس لئے روانگی ملتوی کر دی گئی۔ اب مہدی اور ہارون چلے۔ جزیرہ میں پہنچ کر مہدی واپس چلے آئے۔ اور ہارون نے اسلامی سرحد کو عبور کر کے رومیوں کے ملک پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے سمالو کا محاصرہ کیا۔ اور چالیس روز کے سخت محاصرہ کے بعد سمالو کو فتح کر لیا۔ اور آگے بڑھ کر چند اور قلعوں کو بزور شمشیر فتح کیا۔ ان لڑائیوں میں ہارون کی بہادری کے جوہر کھلے۔ جب وہ فتح و فیروزی کے بعد واپس پہنچے۔ تو باپ یعنی خلیفہ مہدی ان سے بہت خوش ہوئے۔ انہیں آذربائیجان، آرمینیا اور کل بلاد مغرب کا والی بنا دیا۔

زبیدہ کی پہلی خوش اقبالی یہ ظاہر ہوئی۔ کہ ہارون رشید کو فتوحات حاصل ہونے سے شہرت نصیب ہوئی۔ اور بلاد مغرب کے حاکم بن گئے چند ہی روز کے بعد رومیوں نے پھر سرکشی کی۔ جو قلعے ہارون رشید نے فتح کئے تھے۔ ان پر قبضہ کر کے وہاں سے مسلمانوں کو نکال دیا۔ خلیفہ مہدی کو سن کر اضطراب پیش آیا۔ انہوں نے ہارون رشید کو پھر رومیوں کی گوشمالی کے لئے بھیجا۔ ہارون نے اسلامی سرحد کو عبور کر کے رومی ممالک پر حملہ کیا۔ رومی شہنشاہ نے ایک نامور بطریق نقیطا کی سرکردگی میں زبردست لشکر

Marfat.com

بھیجا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ ہارون نے مسلمانوں کو بڑی ہوشیاری سے لڑایا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ مسلمانوں نے چھپن ہزار عیسائی مار ڈالے۔ اور پانچ ہزار چھ سو گرفتار کر لئے۔ عیسائیوں پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی۔ وہ نہایت بدحواس ہو کر بھاگے۔ ہارون رشید عیسائیوں کو ہزیمتیں دیتے اور قلعوں پر قلعے فتح کرتے رومیوں کے دارالسلطنت قسطنطنیہ تک پہنچ گئے۔ اس وقت قسطنطنیہ میں قیصر الیوک کی بیوہ غسطہ اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے حکمران تھی۔ اس نے دب کر ستر ہزار دینار سالانہ کے خراج پر تین سال کے لئے صلح کر لی۔ ہارون رشید نے صلحنامہ میں یہ شرط بھی قائم کی۔ کہ مسلمانوں کو قسطنطنیہ میں تجارت کرنے اور آنے جانے کی اجازت ہو گی۔

جب ہارون رشید مال غنیمت لے کر واپس آئے۔ تو مہدی ان کی اس کارگذاری سے ان سے اس قدر خوش ہوئے۔ کہ ۱۶۶ھ میں ہادی کے بعد ہارون کو خلیفہ مقرر کرنے کے لئے ولی عہدی کی بیعت لی۔ اور ہارون کو "ہارون رشید" کا خطاب دیا۔

زبیدہ کی یہ دوسری خوش اقبالی تھی۔ جس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ یعنی ولی عہدی کا۔ وہ ہو گئی۔ پھر کتنی جلد۔ یعنی شادی کے ایک ہی سال بعد۔

مہدی کے بعد ہادی خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے یہ کوشش کی۔ کہ ہارون رشید کو معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کریں لیکن زبیدہ

کی خوش اقبالی اپنا کام کر رہی تھی۔ یحییٰ اور عباسہ نے مل کر کوشش کی۔ اور ہارون رشید معزول ہونے سے بچ گئے۔ یہ ان کی تیسری خوش اقبالی تھی۔

ہادی نے خلاف توقع بہت جلد وفات پائی۔ وہ صرف ایک سال اور تین مہینے خلیفہ رہے۔ پھر انتقال کر گئے۔ اب ہارون رشید ۱۴ ربیع الاول سن ۱۷۰ھ کو خلیفہ ہو گئے۔ قسمت نے زبیدہ کے سر سے ملکہ کے تاج کو زینت دی۔ شادی کے پانچ ہی سال کے اندر شوہر ہارون رشید خلیفہ ہو گئے۔ اور خود ملکہ بن گئیں۔

ہارون رشید کو زبیدہ خاتون سے بڑی محبت تھی۔ وہ ان کا بڑا پاس و لحاظ کرتے تھے۔ کبھی ان کے دل کو میلا نہ ہونے دیتے۔ کہا کرتے تھے۔ کہ مجھے تخت زبیدہ کی خوش اقبالی کی وجہ سے ملا۔

زبیدہ خاتون کو بھی اپنے شوہر سے بہت زیادہ محبت تھی۔ وہ ان کے آرام و راحت کا ہر وقت خیال رکھتی تھیں۔ سفر میں حضر میں ان کے ساتھ رہتی تھیں۔ اکثر جہاد میں بھی ساتھ جاتی تھیں۔

زبیدہ نے اپنے لئے اپنی کنیزوں کا ایک باڈی گارڈ رسالہ بنایا تھا ان کی وردیاں زرق برق اور نہ تار نوائی تھیں۔ جب یہ کنیزیں وردی پہن کر اور ہتھیار لگا کر گھوڑوں پر سوار ہو کر زبیدہ کے جلو میں نکلتیں۔ تو لوگ حیرت سے دیکھا کرتے۔

ان کی دیکھا دیکھی امیروں کی بیگموں نے بھی زبیدہ سے اجازت لے کر کنیزوں کے رسالے بنا لئے تھے۔

زبیدہ کا یہ زنانہ رسالہ صرف دیکھنے ہی کا نہ تھا۔ بلکہ اکثر زبیدہ کے ساتھ جہاد میں جاتا۔ اور ضرورت کے وقت جنگ میں شریک ہوتا۔

اگرچہ اب زبیدہ ملکہ ہو گئی تھیں۔ لیکن ان کے زہد و اتقا میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ برابر نماز پڑھتی تھیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر قرآن شریف کی ضرور تلاوۃ کرتی تھیں۔ رمضان کے مہینہ میں روزے رکھتی تھیں صرف مسلمان مورخ ہی نہیں۔ بلکہ عیسائی مورخین بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں۔ کہ زبیدہ خاتون نہایت پاک دامن صاحب عفت و عصمت۔ عابدہ و زاہدہ اور اعلٰے درجہ کی سخی اور فیاض تھیں۔

زبیدہ خاتون کی خدمت کے لئے کئی ہزار کنیزیں اور پیش خدمتیں تھیں۔ ان میں سے ایک سو کنیزیں قرآن شریف کی حافظ تھیں۔ ان کنیزوں میں سے ہر ایک تین سیارہ روزانہ پڑھا کرتی تھیں۔ اس طرح دس قرآن شریف روزانہ ختم ہو جاتے تھے۔ اور جو زبیدہ پڑھتی تھیں۔ وہ علیحدہ رہا۔ چونکہ یہ کنیزیں قصر کے ہر گوشہ اور پائیں باغ میں قرآن شریف پڑھتی رہتی تھیں۔ اس لئے نہایت شیریں آوازیں تمام قصر میں گونجتی رہتی تھیں۔ حافظ کنیزوں سے سوائے قرآن خوانی کے اور کوئی کام نہ لیا جاتا تھا۔ اور ان کی مدارات سب سے زیادہ ہوتی تھی۔

زبیدہ خاتون کا بڑا اقتدار تھا۔ خلیفہ ہارون رشید بغیر ان کی مرضی کے کوئی کام نہ کرتے تھے۔ جب خلیفہ کی یہ کیفیت تھی۔ تو اور کس کی

Marfat.com

جرأت تھی۔ کہ ان کی مرضی کے خلاف چل سکے۔

الف لیلیٰ میں جو واقعات زبیدہ خاتون کے متعلق لکھے گئے ہیں۔ ان کی تاریخوں سے کوئی سند نہیں ملتی۔ الف لیلیٰ کوئی مستند کتاب بھی نہیں ہے۔ اسے تاریخی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اس میں جو کچھ قصہ ہیں۔ وہ محض افسانے ہیں۔ بعض لوگ خلیفہ ہارون رشید یا زبیدہ خاتون کے متعلق الف لیلیٰ کا کوئی واقعہ بیان کر کے ان کے کیریکٹر پر بحث کیا کرتے ہیں۔ انہیں یہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ الف لیلیٰ کے یہ قصے من گھڑت ہیں۔ چونکہ خلیفہ ہارون رشید اکثر رات کو بھیس بدل کر رعایا کی خبر گیری کے لئے نکلا کرتے تھے۔ اس لئے الف لیلیٰ کے مصنف نے انہیں بھی ہیرو بنا دیا تھا۔ اور چونکہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ تھیں۔ اس لئے ہارون رشید کے ساتھ انہیں بھی دھر گھسیٹا ہے۔

البتہ یہ صحیح ہے۔ کہ عباسی سلطنت ہارون رشید کے زمانہ میں عروج پر پہنچ گئی تھی۔ اور دولت کی اسقدر فراوانی ہو گئی تھی۔ کہ عہد ہارون میں کوئی شخص مفلس نہ رہا۔ خلیفہ کے معمولی خادم تک ہزاروں درہم و دینار لٹا دیتے تھے۔ دولت و حشمت، جاہ و جلال اور شوکت و عظمت کا جو نظارہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں تھا۔ وہ بہت کم سلاطین کو حاصل ہوا ہے۔

مگر باوجود اس قدر دولت و حشمت کے نہ ہارون رشید نے کوئی بے اعتدالی نہیں کی۔ اور نہ زبیدہ خاتون کے زہد و اتقا میں فرق آیا۔

ہارون رشید نے ۳ جمادی الثانی ۱۹۳ھ کو وفات پائی۔ زبیدہ

خاتون کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ دنیا ان کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ لیکن انہوں نے بڑے ضبط و صبر سے اس صدمہ کو برداشت کیا۔

ہارون رشید کے بعد زبیدہ کا بیٹا امین تخت نشین ہوا۔ لیکن زبیدہ جانتی تھی۔ کہ امین میں حکومت کی پوری پوری صلاحیت نہیں ہے۔ بلکہ ہارون رشید کا دوسرا بیٹا مامون جو ایک پرستار مراجل نامی کے بطن سے تھا۔ نہایت ہوشیار اور ہر طرح سلطنت کے قابل تھا۔

ہارون رشید نے امین کو اور اس کے بعد مامون کو دونوں کو ولی عہد بنایا تھا۔ انہوں نے اپنا یہ خیال سب پر ظاہر کر دیا تھا۔ کہ اول امین خلیفہ ہو اور اس کے بعد مامون

لیکن جب امین خلیفہ ہوا۔ تو اس نے مامون کو معزول کرنا چاہا۔ زبیدہ خاتون نے سخت مخالفت کی۔ اور امین کو سمجھایا۔ کہ وہ مامون کو اپنا دشمن نہ بنائے۔ لیکن امین نے نہ مانا۔ مامون نے مجبور ہو کر امین پر حملہ کر دیا۔ امین کی ناقابلیت دیکھ کر اس کے سپہ سالار اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آخر مامون کے آدمیوں نے بغداد فتح کر کے امین کو مار ڈالا۔

زبیدہ کو بیٹے کے مارے جانے کا بڑا صدمہ ہوا۔ ابھی شوہر کا غم تازہ ہی تھا۔ کہ یہ اور چرکا لگا۔ انہوں نے اب بھی صبر و شکر کیا۔ مامون کو بھی امین کے مارے جانے کا ملال ہوا۔ چنانچہ وہ اس سپہ سالار سے ناخوش ہو گیا۔ جس نے امین کو قتل کیا تھا۔

جب مامون بغداد میں آیا۔ تو سب سے پہلے اپنی سوتیلی ماں زبیدہ

خاتون کی خدمت میں باریاب ہوا۔ تعزیت کی۔ اور یہ یقین دلایا۔ کہ امین کی طرح اطاعت گذار رہوں گا۔ چنانچہ مامون نے اس اقرار کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا۔ اس نے زبیدہ خاتون کو اپنی حقیقی والدہ کے برابر سمجھا۔ ان کی عزت و عظمت کرتا رہا۔ زبیدہ کے بھی آنسو اسکی سعادت مندی دیکھ کر پونچھ گئے۔

زبیدہ کو ایک اور حج کرنے کی بڑی خواہش تھی۔ لیکن وہ مامون سے اس لئے اجازت نہ لیتی تھیں۔ کہ کہیں اسے یہ خیال نہ ہو جائے۔ کہ ناراض ہیں۔ جب مامون نے ۲۱۰ھ میں اپنی شادی پوران دخت سے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کی۔ تو زبیدہ خاتون نے پوران دخت کے ذریعہ سے حج کرنے کی اجازت چاہی۔ مامون نے اجازت دے دی۔ ابن خلکان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ زبیدہ خاتون کا یہ حج نہایت مشہور ہے۔

جب وہ خانہ کعبہ میں پہنچیں۔ تو لوگوں نے ان سے شکایت کی۔ حج کے دنوں میں یہاں پانی اس قدر نایاب ہو جاتا ہے۔ کہ ایک پیاس کا پانی ایک ایک دینار کو ملتا ہے۔ زبیدہ خاتون نے اسی وقت بغداد سے انجنیئروں کو بلا کر حکم دیا۔ کہ ایک نہر کا نقشہ تیار کریں۔ جو دریائے دجلہ سے کاٹ کر مکہ اور مکہ سے مدینہ منورہ تک پہنچائی جائے۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ راستہ میں ریگستان تھا۔ اور ایسا ریگستان جس کو ایک نہر کیا کئی دریا مل کر بھی سیراب نہ کر سکیں۔ پھر خشک پہاڑ بھی تھے۔ انجنیئروں نے

Marfat.com

ان دقتوں کو پیش کیا۔ لیکن زبیدہ خاتون نے کسی دقت کی پرواہ نہ کی۔ نقشہ تیار کروا کر نہر کھدوانی شروع کی۔ ریگستان کے تودے اٹھائے گئے۔ دس میل تک پہاڑ کاٹے گئے۔ آخر وہ مشہور نہر تیار ہو گئی جس نے مکہ و مدینہ کو سیراب کر دیا۔ یہ نہر "نہر زبیدہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اس نہر کو تیار ہوئے ساڑھے گیارہ سو سے زیادہ سال ہو چکے ہیں لیکن اب تک بلا کسی قسم کا فتور آئے جاری ہے۔

زبیدہ کی یہ زندہ یادگار آج بھی موجود ہے۔ اور خدا جانے کب تک رہے۔ حاجیوں کا بیان ہے۔ کہ اس نہر کی وجہ سے حج کے دنوں میں بھی پانی کی اس قدر افراط رہتی ہے۔ کہ کسی قسم کی دقت نہیں ہوتی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس نہر ہی کی وجہ سے کہا ہے۔

نہ مثل زبیدہ ست ہر بیوہ

چونکہ یہ نہر ریگستان اور پہاڑوں میں سے ہو کر گذرتی ہے۔ اس لئے دنیا کے عجائبات میں شمار ہونے کے قابل ہے۔

زبیدہ خاتون نے بغداد سے مکہ معظمہ تک اور مکہ سے مدینہ منورہ تک بہت سی کارواں سرائیں بنوادی تھیں۔ اس حج سے واپس آنے کے چھ برس بعد یعنی ۲۱۶ھ میں زبیدہ نے وفات پائی۔

زبیدہ نے بہت سی ایجادات کیں۔ ان کی تفصیل رکھنا بھی طول عمل ہے۔ ان سے پہلے عرب بادشاہ اور بیگمیں صعرہ یا چمڑہ کا دستر خوان بچھا کر کھانا کھاتے تھے۔ زبیدہ خاتون نے سونے چاندی کی رکابیاں

Marfat.com

اور طباق ایجاد کئے۔ محمل چندن کی لکڑی کے بنوائے۔ اور انہیں چاندی سونے سے مرصع اور نقش و نگار سے مزین کیا۔ محمل کے لئے زرنگار ریشمی پردے بنوائے۔ عنبر کی شمعیں ایجاد کیں۔ اور سب سے پہلے یہ شمعیں زبیدہ کی شبستان عیش میں جلائی گئیں۔ جواہر کی مرصع جوتیاں ایجاد کیں۔ اور ان جوتیوں نے اس قدر رواج پکڑا۔ کہ شاہی بیگمات کے علاوہ امیروں کی بیگموں نے بھی انہیں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ نئی نئی قسم کے نہایت خوش وضع تھان تیار کراتے۔ یہ تھان اس قدر قیمتی ہوتے تھے۔ کہ ایک ایک تھان پچاس پچاس ہزار اشرفیوں میں تیار ہوتا تھا۔

Marfat.com

پوران دخت

اس کا اصل نام پوران دخت تھا۔ لیکن اس کے ماں باپ پیار سے اسے پوران کہا کرتے ہیں۔ وہ سہیل بن علی کی بیٹی تھی۔ سہیل کے دو بیٹے تھے۔ بڑا فضل اور چھوٹا حسن۔ فضل خلیفہ مامون کا وزیر اعظم تھا۔ مامون ایک ایرانی پرستار مراجل کے بطن سے تھے فضل اور حسن بھی ایرانی تھے۔ مذہباً شیعہ تھے۔ لیکن حقیقت میں وہ مجوسی النسل تھے۔ آتش پرستی ان کا شعار تھا۔ مسلمان ہونے پر بھی آگ کی عظمت اور دو خداؤں یزدان و اہرمن سے عقیدت ان کے دلوں میں باقی تھی۔ خود مامون بھی مذہباً شیعہ تھے۔ فضل اور حسن مامون کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے تھے۔ لیکن ان میں مجوسیت کا اس قدر اثر باقی تھا۔ کہ حسن نے اپنی لڑکی کا نام بجائے اسلامی نام کے مجوسی نام پوران دخت رکھا تھا۔

پوران دخت نہایت حسین اور پریجمال لڑکی تھی۔ اس کے

Marfat.com

حسن خداداد کی شہرت تھی۔ اس نے فارسی کی تعلیم اعلٰے پیمانہ پر حاصل کی تھی۔ اور چونکہ اس کا باپ اور چچا شاہی ملازم تھے۔ اور اس وقت دفتری زبان عربی تھی۔ اس لئے پوران دخت نے عربی بھی حاصل کر لی تھی۔ وہ شیریں ادا، شیریں گفتار اور شیریں رفتار تھی۔

علم سے انسان کی عقل بڑھتی ہے۔ ایک علم دان کی سمجھ بوجھ ایک جاہل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے۔ پوران دخت یوں تو بچپن ہی سے ہوشیار اور عقلمند تھی۔ مگر علم نے اس کی عقل کو اور بھی جلا دی تھی۔ وہ بڑی زیرک، مآل اندیش اور زود فہم ہو گئی تھی۔

جب امین اور مامون میں مناقشہ ہوا۔ اور مامون کا ساتھ امرا نے چھوڑ دیا۔ تو فضل بن سہیل نے ان کا ساتھ دیا۔ اور تمام ایرانیوں کو یہ کہہ کر مامون کا طرف دار اور ہمدرد بنا دیا۔ کہ مامون ایرانیوں کا بھانجہ ہے۔ ایرانیوں نے مدد کی۔ اور مامون کو امین پر فتح حاصل ہوئی۔

مامون نے خلیفہ ہو کر فضل بن سہیل کے احسان کا یہ بدلہ دیا۔ کہ اسے اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا۔ فضل نے وزارت پر قبضہ کرتے ہی عنان حکومت ہی اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مامون اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔ فضل حکومت پر اس طرح چھا گئے۔ کہ بغیر ان کی مرضی اور حکم کے کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ حتےٰ کہ ہر درخواست اول فضل کے سامنے پیش ہوتی۔ اگر کسی درخواست کو فضل مناسب سمجھتا۔ تو مامون کے پاس بھیج دیتا ورنہ خود ہی فیصلہ کر دیتا۔ گورنروں کا تقرر بھی کرتا تھا۔ غرض مامون کو

کچھ بھی علم نہ ہونے پاتا۔ فضل اہل حجاز و عراق سے ناراض تھا۔ اس نے ان دونوں ممالک پر دست ظلم دراز کر دیا۔ اور یہ انتظام کر دیا۔ کہ مامون کو کسی بات کا علم نہ ہو۔

پوران دخت کو یہ باتیں معلوم تھیں۔ اس نے اپنے باپ حسن سے کہا۔ کہ چچا آگ سے کھیل رہے ہیں۔ کہیں یہ آگ ان پر نہ آپڑے۔

حسن کو تعجب ہوا۔ وہ پوران دخت کا مفہوم نہیں سمجھا۔ اس نے کہا۔ ذرا تفصیل کہو۔

پوران دخت۔ چچا فضل نے مامون کو نظر بند کر رکھا ہے مامون ان کے کتنے ہی زیر بار احسان سہی۔ لیکن وہ خلیفہ ہیں۔ جب انہیں واقعات کا علم ہوگا۔ تو چچا سے جو حسن سلوک کرتے ہیں۔ وہ بند کر دینگے۔

حسن نے ہنسکر کہا۔ مامون ہمارے قبضہ سے باہر نہیں نکل سکتا۔

لیکن پوران دخت کی پیشین گوئی جلد ہی پوری ہو گئی۔ امام علی رضا کی شکایت پر مامون کی آنکھیں کھلیں۔ اور انہوں نے فضل بن سہل کو قتل کرا دیا۔ فضل بن سہیل کا قتل بھی انہیں اسباب کی بنا پر ہوا۔ جن کی بنا پر جعفر برمکی کا ہوا تھا۔

اس وقت سہیل عراق و ایران کا گورنر تھا۔ اس نے ان دونوں صوبوں کو لوٹ کر اپنا گھر بھر لیا تھا۔ فضل کے قتل کی خبر سنتے ہی حسن دوڑا ہوا آیا۔ مامون نے یہ حکمت عملی کی۔ کہ فضل کے قتل پر نہایت رنج وملال کا اظہار کیا۔ تعزیت کے لئے حسن بن سہیل کے مکان پر گیا۔

فضل کی ماں اس وقت زندہ تھی۔ اس سے کہا جس طرح فضل آپ کا بیٹا تھا۔ اسی طرح میں آپ کا فرزند ہوں۔ فضل کی ماں رو پڑی۔ اس نے کہا۔ اب مجھے کوئی غم نہیں رہا جب تم جیسا میرا بیٹا موجود ہے۔

انفاق سے وہاں پوران دخت بھی آگئی۔ مامون اس کا بے پناہ حسن دیکھ کر حیران رہ گئے جب پوران دخت نے باتیں کیں۔ تو مامون حیران ہو کر دیکھتے رہ گئے۔ چند روز کے بعد مامون نے حسن کو پوران دخت سے شادی کا پیام دیا۔ حسن کو مامون سے بہتر داماد کون مل سکتا تھا۔ اس نے فوراً منظور کر لیا۔ شادی کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ عربی مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ جس شان و شوکت سے مامون کی یہ شادی ہوئی ہے۔ اس کی مثال دنیائے اسلام میں کیا کسی قوم میں بھی نہیں ملتی۔ اس قدر مسرفانہ فیاضی اور حشمت و دولت کا اظہار کوئی سلطان بھی نہ کر سکا۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اس شادی کا ذکر پوری تفصیل سے کیا۔ اگر ہم اس کا اقتباس بھی پیش کریں۔ تو کئی صفحات چاہئیں۔ مختصراً یہ ہے۔ کہ ادھر مامون نے دل کھول کر صرف کیا۔ ادھر حسن نے خرچ میں انتہا کر دی۔ اس تقریب میں خرچ کا اندازہ پانچ کروڑ درہم کیا گیا ہے۔ درہم روپے کے برابر ہوتا تھا۔ گویا پانچ کروڑ روپیہ اس شادی پر خرچ آیا۔

مامون کی بارات نہایت دھوم دھام سے چڑھی۔ تمام خاندان شاہی ارکان دولت، معززین دیار و امصار، افسران فوج، حکامانِ ممالک، خدام

اور غلام سب شریک تھے۔ بغداد کے امیر و غریب سب کی دعوتیں کی گئیں۔ حسن نے بڑی فراخدلی سے مہمانداری کی۔ انیس روز تک بارات کو ٹھہرایا۔ کھانے اچھے سے اچھے کھلاتے۔ اتنے آدمیوں نے بھی انیس دن تک امیرانہ زندگی بسر کر لی۔ خاندانِ ہاشم، افسرانِ فوج، عہدہ دارانِ سلطنت اور امراء پر مشک و عنبر کی ہزاروں گولیاں روزانہ اس طرح چھوڑی جاتی تھیں۔ کہ محلے اور کوچے مہک اٹھتے تھے۔ عطر کا غذ کی گولیاں پھینکی جاتی تھیں۔ ہر کاغذ پر نقد لونڈی، غلام، املاک، خلعت، اسپ اور خاصہ وغیرہ اور جاگیر وغیرہ سے کوئی نہ کوئی چیز ایک خاص تعداد میں لکھی ہوتی تھی۔ جس کے ہاتھ جو کاغذ آ جاتا۔ اس میں جو چیز لکھی ہوتی تھی۔ اسے فوراً مل جاتی تھی۔ بعض کاغذ ایسے غریبوں کے ہاتھ پڑ گئے۔ جو غلاموں اور کنیزوں کے رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ جب انہیں پرچوں کی تحریر کے بموجب غلام اور کنیزیں دی گئیں۔ تو انہوں نے کہا ہم ان کی پرورش کیسے کریں گے۔ مامون نے ان غریبوں کو جاگیریں دے دیں۔

اس طرح اس شادی کی تقریب میں بہت سے غریب آدمی امیر بن گئے۔ رات کو عنبریں شمعیں جو زبیدہ خاتون کی ایجاد ہیں۔ اس کثرت سے روشن کی جاتی تھیں۔ کہ دن کی روشنی کا گمان ہوتا تھا۔

مامون کے لئے ایک نہایت تکلف فرش بچھایا گیا تھا۔ اور گوہر و یاقوت سے مرصع کیا گیا تھا۔ مامون جب اس فرش پر جلوہ فرما ہوتے۔

Marfat.com

تو بیش قیمت موتی ان کے قدموں پر نثار کئے گئے۔ یہ سفید موتی جب سونے کے فرش پر بکھرے۔ تو ایسا دلاویز سماں پیدا کر دیا کہ دیکھنے والے مبہوت رہ گئے۔ خود مامون بہت محظوظ ہوئے۔ انہیں اسوقت اس زمانہ کے مشہور شاعر ابونواس کا ایک شعر یاد آگیا۔ انہوں نے کہا خدا ابونواس پر اپنی رحمت نازل کرے۔ اس نے اپنے ایک شعر میں موجودہ سماں کو اس طرح ظاہر کیا ہے۔ جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

کَانَ صُغریٰ وکُبریٰ مِنْ فَوَاقِعِھَا حَصْبَاءُ دُرٍّ عَلےَ الاَرْضِ مِنَ الذھب

یعنی۔ جام شراب میں چھوٹے بڑے بلبلے ایسے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ جیسے سونے کی زمین پر موتیوں کے دانے ہیں۔

شب زفاف میں جب کمرۂ عروس میں نوشاہ و دلہن ساتھ بیٹھے۔ تو حسن کی والدہ یعنی پوران دخت کی دادی نے ہزار بیش بہا موتی دونوں پر نچھاور کئے۔ جو کنیزوں اور پرستاروں نے لوٹ لیئے۔ جہیز کا اندازہ مہمانداری کے مصارف سے لگا لینا چاہیئے۔ حسن نے اپنی بیٹی کو اتنا جہیز دیا۔ کہ اس سے پہلے کسی شاہزادی کو نہیں دیا گیا تھا۔ رخصتی کے وقت مامون کے حکم سے دلہن پر اشرفیوں اور جواہرات کی بوچھار کی گئی۔

نکاح کے بعد لوگوں نے مامون کی خدمت میں دلہن کے لئے تحفے اور ہدیے بھیجنے شروع کئے۔ مامون نے بڑی فیاضی کے ساتھ تحائف بھیجنے والوں کو انعام و اکرام دئے۔ بعض عزیزوں نے بھی تحفے بھیجے۔ انہیں

Marfat.com

بھی معقول انعامات دئے گئے۔ ایک نہایت مفلس آدمی نے نمک اور اشنان کی دو تھیلیاں نذر بھیجیں۔ ایک درخواست بھی ساتھ بھیجی۔ اس میں لکھا۔ کہ اگرچہ میری ناداری نذرانہ پیش کرنے کی ہمت نہ ہونے دیتی تھی۔ لیکن میں نے یہ پسند نہ کیا۔ کہ لطف و عطا کی فہرست بند کر دی جائے اور میرا نام اس میں نہ ہو۔ نمک کی برکت اور اشنان کی لطافت اس بات کے لئے کافی ہے۔ کہ میں انہیں حضور کی نذر کے لئے انتخاب کروں۔

جب مامون کے پاس یہ تھیلیاں اور درخواست پہنچی۔ تو انہوں نے حکم دیا۔ کہ دونوں تھیلیاں اشرفیوں سے بھر کر واپس کر دی جائیں۔ چنانچہ جب یہ اشرفیاں اس شخص کے پاس پہنچیں۔ تو اس نے کہا۔ عباسیوں نے اسی جود وسخا کی بدولت لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے۔ اس طرح سینکڑوں غریبوں نے غریبانہ چیزیں تحفے میں بھیجیں۔ اور انہیں اشرفیاں عطا ہوئیں۔

صرف اس ایک شادی کی تقریب میں سینکڑوں غریب امیر بن گئے۔ یہ تھے۔ وہ بادشاہ جن کے دل غنی تھے۔ اور جو اس قدر بخشش و عطا کرتے تھے۔ کہ مفلسوں کو زردار بنا دیتے تھے۔ ان کی فیاضی اور سخاوت کی وجہ سے آج بھی ان کا نام زندہ ہے۔

پوران دخت کی مادری زبان فارسی تھی۔ فارسی سے اسے شوق و شغف تھا۔ اس لئے اس نے فارسی کی طرف توجہ کی۔ مامون بھی اس زبان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عربی کی جگہ فارسی

Marfat.com

نے لبنی شروع کردی۔

پوران دخت اپنی لیاقت و قابلیت کی وجہ سے ماموں کے دل پر چھا گئی۔ ماموں کو اس سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ وہ اکثر ماموں کو ایسے مشورے دیتی تھی۔ کہ ماموں حیران رہ جاتے تھے۔

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ پوران دخت نے کب وفات پائی۔

پہلی صلیبی جنگ (مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی)

اس جنگ میں یورپ سے تین لاکھ عیسائی تجربے کار دفر محبے ساز وسامان بڑے جوش وخروش سے ایشیا میں مسلمانوں کو مٹا ڈالنے کے لئے امڈ آئے تھے۔ اور انہوں نے بےکس اور بےبس مسلمانوں پر اس قدر وحشیانہ مظالم اور بےپناہ بیرحمیاں کیں۔ کہ فطرت ان سے کانپ اٹھی۔ ان سفاکوں کا کیا انجام ہوا۔ اس ناول کا مطالعہ آپ کو سب کچھ بتا دیگا۔ قیمت تین روپے جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار لاہور (پاکستان)

Marfat.com

خیزران

یہ ایک بربری کنیز تھیں۔ مہدی کے زمانہ میں آئی تھیں۔ نہایت خوشجمال اور ہوشیار تھیں۔ بغداد میں آکر تعلیم حاصل کی۔ مہدی کی نظروں پر چڑھ گئیں۔ انہوں نے ان سے باقاعدہ نکاح کر لیا۔ ہادی اور ہارون رشید جیسے جلیل القدر اور باسطوت وہیبت بادشاہ انہیں کے بطن سے پیدا ہوتے۔ یعنی وہ ہادی اور ہارون رشید کی والدہ تھیں۔

وہ اس قدر دانشمند اور امورِ سلطنت سے اس قدر واقف ہو گئی تھیں۔ کہ سیاسیات میں حصہ لینے لگی تھیں۔ مہدی کو ان سے کچھ اس لئے محبت نہ تھی۔ کہ وہ خوش جمال اور خوش ادا تھیں۔ بلکہ ان کی دانشمندی ہوشیاری، قابلیت اور مآل اندیشی نے انہیں ان کا گرویدہ کر دیا تھا۔

خلیفہ مہدی نے انہیں امتحاناً درخواستیں سننے اور ان پر مناسب احکام صادر کرنے کے اختیارات دے دیئے تھے۔ خیزران کے سامنے درخواستیں پیش ہونے لگیں۔ وہ ان درخواستوں پر ایسے احکام صادر

کرتیں۔ کہ سائلوں کی تسلی ہو جاتی۔ اور جھگڑے طے ہو جاتے۔ مہدی کو ان کی یہ قابلیت دیکھ کر بڑا تعجب ہوا۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں حکیم مقنع کا ظہور ہوا۔ یہ شخص مرو کا باشندہ تھا۔ حکیم کے نام سے مشہور ہوا۔ اس کا اصل نام مقنع تھا۔ ۱۵۹ھ میں اس نے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ اس کا عقیدہ تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اول حضرت آدم کو پیدا کیا۔ اور اس میں خود حلول کیا۔ اب مجھ میں یعنی مقنع میں حلول کیا ہے۔ اس نے سونے کا چہرہ بنا کر منہ پر لگا لیا تھا۔ لوگوں کو اپنی صورت نہیں دکھاتا تھا۔ کہتا تھا۔ کہ جو کوئی میرا چہرہ دیکھ لے گا۔ وہ میری تجلی سے جل کر خاک ہو جائے گا۔ بہت سے لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ اسے خدا مان لیا۔ اور اسے سجدہ کرنے لگے۔

سب سے پہلے خیزران کو اس کی اطلاع ہوئی۔ انہوں نے ہادی سے کہا۔ اور انہیں اس خدائی کے مدعی کی سرکوبی کی ترغیب دی۔ مہدی نہایت رحمدل اور رحیم المزاج تھے۔ مگر خیزران کے کہنے سننے پر انہوں نے اس کے خلاف مہم بھیجی۔ اس کے ہزاروں معتقد تھے۔ انہوں نے شاہی لشکر کا مقابلہ کیا۔ لیکن انہیں شکست ہوئی۔ اور وہ بھاگ کر قلعہ بسیام میں پناہ گزیں ہوئے۔

مقنع نے بسیام کو اپنا صدر مقام قرار دیا تھا۔ جو ماوراء النہر میں تھا۔ جب شاہی لشکر نے قلعہ بسیام کا محاصرہ کر لیا۔ اور مقنع کو جائے مفر باقی نہ رہی۔ تو اس نے اپنے اہل و عیال کو آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ پھر خود بھی

Marfat.com

آگ میں پھاند پڑا۔ عین اسی وقت مسلمانوں نے قلعہ فتح کر لیا۔ اور مقنع کی نیم مردہ لاش کو آگ سے نکال کر اس کا سر کاٹ لیا۔ اور خلیفہ مہدی کی خدمت میں بھیج دیا۔ جب یہ سر خیزران کے سامنے پیش ہوا۔ تو انہوں نے کہا۔ میں نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا۔ کہ یہ شخص کریہہ المنظر ہے۔ اس نے سونے کا چہرہ اپنی بد صورتی کو چھپانے کے لئے لگایا تھا۔

دراصل مقنع نہایت ہی بد صورت اور کریہہ المنظر تھا۔ مہدی کو بڑے بیٹے ہادی سے زیادہ محبت تھی۔ اور خیزران کو ہارون رشید سے بڑی الفت تھی۔ چونکہ ہادی بڑے تھے۔ اس لئے مہدی نے انہیں اپنا ولی عہد مقرر کیا۔ خیزران نے مہدی پر زور دیا۔ کہ ہارون رشید کو بھی ولی عہد مقرر کریں۔ چونکہ خلیفہ مہدی خیزران کی بات کو ٹال نہیں سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ہادی کے بعد ہارون رشید کے تخت نشیں ہونے کی لوگوں سے بیعت لی۔ اور انہیں بھی اپنا ولی عہد مان لیا۔ ہارون رشید کو ولی عہد ۱۶۶ھ میں مقرر کیا گیا۔

۱۶۷ھ میں زندیقوں نے خروج کیا۔ مہدی نہیں چاہتے تھے۔ کہ انسانوں کا خون بہائیں۔ انہوں نے بحث مباحثہ کر کے انہیں راہِ راست پر لانے کی دعوت دی۔ خیزران نے کہا۔ یہ آپ غلطی کر رہے ہیں۔ یہ لوگ لامذہب ہیں۔ سیاست کی تلوار سے سیدھے ہو سکتے ہیں۔ ادھر زندیق مباحثہ کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ ادھر خیزران نے مہدی کو ان کی سرکوبی کے لئے مجبور کیا۔ آخر مہدی نے

زندیقوں پر یلغار کر دی۔ اور جب تک انہیں چن چن کر قتل نہ کر ڈالا۔ ان کا پیچھا نہ چھوڑا۔ مہدی کا سب سے بڑا کارنامہ زندیقوں کا استیصال ہے۔ لیکن سچ پوچھو۔ تو زندیقوں کی بیخ کنی کا سہرا خیزران کے سر ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی مہدی کو ان کی سرکوبی کے لئے برانگیختہ کیا تھا۔

مہدی نے ۱۶۹ھ میں وفات پائی۔ خیزران کو سخت صدمہ ہوا۔ مہدی کے بعد ہادی تخت نشین ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر بائیس سال کی تھی۔ چونکہ خیزران امیران نوج کی درخواستوں، امرا کی عرضداشتوں اور عوام کی عرضیوں کی سماعت کیا کرتی تھیں۔ اس لئے ان کے قصر پر لوگوں کا ہر وقت اجتماع رہتا تھا۔

جب ہادی خلیفہ ہوئے۔ تو انہیں یہ گوارا نہ ہوا۔ کہ خیزران امور مملکت میں حصہ لیں۔ انہوں نے خیزران کو درخواستوں کی سماعت سے روک دیا۔ خیزران نے کہا۔ بیٹا! جس بات کو تمہارے باپ نے ناپسند نہیں کیا تم اسے ناپسند کیوں کرتے ہو۔

ہادی نے کچھ ایسا نامعقول جواب دیا۔ کہ خیزران چپ ہو کر سیاسیات سے کنارہ کش ہو گئیں۔ ہادی نے چند ہی روز کے بعد ہارون رشید کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد مقرر کرنا چاہا۔ خیزران نے اس کی سخت مخالفت کی یحییٰ اور عباسہ نے بھی ہارون رشید کی طرفداری کی۔ لیکن خیزران نے صاف طور پر کہہ دیا۔ کہ اگر تم نے ہارون رشید کو معزول کیا۔ تو میں دنیائے اسلام کو تمہارے خلاف برانگیختہ کر کے

تمہیں خلافت سے معزول کرادونگی۔ ادھر عباسہ نے سمجھایا۔ غرض ہادی ڈر گئے۔ انہوں نے ہارون رشید کو معزول نہیں کیا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں۔ کہ ہادی اپنی والدہ خیزران کے اس قدر خلاف ہو گئے تھے۔ کہ انہوں نے پلاؤ میں زہر ملوا کر خیزران کے کھانے کے لئے بھیجا۔ انہیں شک ہو گیا۔ انہوں نے اس میں سے تھوڑا پلاؤ کتے کو ڈلوا دیا۔ وہ کھاتے ہی مر گیا۔

یہ روایت درایت کی کسوٹی پر صحیح نہیں اترتی۔ پکی ہوئی چیزیں تحفتہً بھیجنے کا رواج معمولی درجہ کے لوگوں میں ہے۔ امراء اور رئیسوں میں بھی کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا ہے۔ لیکن بادشاہوں میں نہیں ہوتا۔ شاہی خاندان والوں کے مطبخ جداگانہ ہوتے تھے۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں آدمیوں کے لئے کھانا پکتا تھا۔ پلاؤ کچھ ایسی نعمت یا نئی چیز بھی نہیں تھی۔ جسے ہادی ماں کے لئے بھیجتے۔ پھر مسلمان بادشاہوں کے محلوں میں کتوں کا کیا کام۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ کہ جس وقت پلاؤ پہنچا۔ اسی وقت کتا بھی آ گیا۔ یہ غیر محتاط مورخوں کی دماغی اختراع ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے۔ کہ ہادی اور خیزران میں کشیدگی پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن یہ کشیدگی اس قدر نہیں بڑھی تھی۔ کہ ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو جاتے۔

ہادی کی عمر نے کچھ زیادہ وفا نہ کی۔ انہوں نے صرف ایک سال اور تین مہینے حکومت کر کے وفات پائی۔

ہادی کے بعد خلیفہ ہارون رشید ہوئے۔ ہارون رشید کی عمر بھی تخت نشینی کے وقت بائیس سال ہی کی تھی۔ گویا وہ بھی نوعمر ہی تھے۔

Marfat.com

انہوں نے یحییٰ بن خالد برمکی کو جوان کے اتالیق بھی رہ چکے تھے۔ اور انہوں نے ہادی سے ہارون رشید کی ولی عہدی کی معزولی سے مخالفت کی تھی۔ وزیر اعظم مقرر کیا۔ اور خاتم خلافت بھی اس کے سپرد کر دیا۔ اور اسے مہمات سلطنت کا مختار کل بنا دیا۔ لیکن اپنی والدہ خیزران کو بھی اس کا شریک کار مقرر کر دیا۔ اور خود ان دونوں کے کاموں کی نگرانی کرنے لگے۔

خیزران نے پھر کاروبار سلطنت انجام دینے شروع کر دیئے۔ پھر افسروں، عہدہ داروں، امیروں اور سائلوں کا ان کے قصر پر جگمگھٹ لگنے لگا۔ وہ نہایت قابلیت سے ہر گتھی کو سلجھا دیتی تھیں۔ اگرچہ یحییٰ نہایت تجربہ کار اور پختہ مغز تھا۔ لیکن اکثر وہ بھی خیزران سے سیاسی معاملات میں مشورہ لیا کرتا تھا۔

جب خیزران زیادہ ضعیف ہو گئیں۔ تو وہ امور سلطنت سے خود ہی دستکش ہو گئیں۔ اور انہوں نے ہارون رشید کو ہدایت کی۔ کہ اب وہ عنان حکومت خود اپنے ہاتھ میں لیں۔

چنانچہ ہارون رشید نے اختیارات سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لئے۔ یحییٰ بھی بوڑھا ہونے کی وجہ سے وزارت سے علیحدہ ہو گیا۔ ہارون رشید نے یحییٰ کے بیٹے فضل کو اپنا وزیر اعظم مقرر کیا۔

شروع شروع میں ہارون رشید خیزران سے مشورے

لیتے رہے۔ سچ پوچھو۔ تو خیزران کی تربیت کا یہ نتیجہ تھا۔ کہ خلیفہ ہارون رشید نہایت بیدار مغز خلیفہ ہوئے۔

تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ اس اولوالعزم اور بیدار مغز خاتون نے کب وفات پائی۔

سلطان سبکتگین (مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی)

شیران اسلام اور راجپوتوں کی ہولناک جنگی معرکہ آرائیاں۔ راجہ جے پال کی فریب کاری، اور بدعہدیاں، سلطان ناصر الدین سبکتگین اور اس کے دلاور فرزند شہزادہ محمود غزنوی نے ہندوستان پر کیوں حملہ کیا۔ اور اس حملہ کا کیا انجام ہوا۔ سلطان نے ہندوؤں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور ہندو راجاؤں نے کیا کیا بدعہدیاں کیں

قیمت صرف تین روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور پاکستان

Marfat.com

قطر الندیٰ

ان کا اصل نام اسماء تھا۔ معتضد باللہ عباسی خلیفہ نے انہیں قطر الندیٰ خطاب دیا تھا۔ یہ خطاب اس قدر مشہور رہا۔ کہ اصل نام قریب قریب گم ہو کر رہ گیا۔

اسماء یا قطر الندیٰ اس طولون کے خاندان میں تھی جس نے عباسی خلافت کے زیر سایہ نشوونما پائی۔ اور ملک مصر میں اس کے بیٹے نے اس کے نام سے سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس کا سلسلہ نسب اس طرح پر ہے۔ اسماء یا قطر الندیٰ بنت خمارویہ بن احمد بن طولون

طولون ترکی النسل تھا۔ فرغانہ کی لڑائی میں گرفتار ہو کر آیا تھا۔ اس لئے شاہی غلاموں کے ساتھ پرورش پائی۔ امور مملکت سے واقف ہو گیا۔ اس کا بیٹا احمد اس سے بھی زیادہ قابل اور ہوشیار نکلا۔ عباسی خلیفہ ترکی غلاموں کی اس قدر عزت کرتے تھے۔ کہ انہیں گورنر تک بنا دیتے تھے۔

خلیفہ معتز باللہ کے زمانہ میں عباسی خلافت اس قدر کمزور ہو گئی تھی۔ کہ عمال اپنی اپنی مملکت پر خود مختارانہ حکومت کرنے لگے تھے۔ معتز باللہ کو مصر کی طرف سے بھی اندیشہ ہوا۔ انہوں نے بابکیال کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ بابکیال نے احمد بن طولون کو اپنا نائب بنا کر مصر میں بھیج دیا۔

احمد خلافت کے زیر سایہ پلا تھا۔ امور جہانداری سے خوب واقف تھا۔ اس نے جاتے ہی تمام ملک مصر پر قبضہ کر کے وہاں کا معقول انتظام کر لیا۔ جب خلیفہ معتز باللہ معزول ہوئے۔ اور مہتدی باللہ خلیفہ ہوئے۔ تو انہوں نے بابکیال کو قتل کر کے یار کوج ترک کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ یار کوج سے بھی احمد بن طولون کے مراسم تھے۔ اس نے بھی احمد بن طولون ہی کو اپنا نائب رکھا۔

احمد بن طولون برائے نام گورنر کا نائب تھا۔ ورنہ در اصل وہ ایک خود مختار حکمران بن گیا تھا۔ اسی لئے مورخین لکھتے ہیں۔ کہ ۲۵۴ھ سے ہی مصر عباسی خلافت سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور وہاں حکومت طولونیہ قائم ہو گئی تھی۔

مصر پر اپنی حکومت مستحکم کر کے احمد بن طولون نے ملک شام کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں کے گورنر نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ ۲۶۶ھ میں احمد بن طولون نے ملک شام پر بھی قبضہ کر لیا۔ ۲۷۰ھ میں احمد بن طولون نے وفات پائی۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا خمارویہ مصر اور ملک

شام کا حکمران ہو گیا۔ یہ معتمد علی اللہ کے زمانہ کا واقعہ ہے۔ ۲۷۱ھ میں معتمد کے بھائی موفق نے اپنے بیٹے عباس کو خماریہ کو شام و مصر سے بیدخل کرنے کے لئے روانہ کیا۔

عباس نے ملک شام میں کچھ فتوحات کیں۔ لیکن خماریہ نے زبردست حملہ کر کے عباس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اب خماریہ نے مصر و شام میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور وہ بادشاہ بن بیٹھا۔ اسی خماریہ کی بیٹی اسما یا قطر الندیٰ تھی۔ جو نہایت حسین و پر جمال اور بڑی ذکی اور بالیاقت تھی۔ خماریہ نے اسے اس قدر تعلیم دلائی تھی۔ کہ اس کا شمار اچھے خاصے تعلیم یافتوں میں ہونے لگا تھا۔

معتمد کے بعد معتضد باللہ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے خماریہ سے ممالک مصر و شام واپس لینے کا قصد کیا۔ ابھی انہوں نے فوجیں فراہم کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ کہ اسما بنت خماریہ کے حسن و جمال کی شہرت سنی۔ انہوں نے اس پری جمال کو حاصل کرنے کا قصد کر لیا۔

اگرچہ اس زمانہ میں عباسی خلافت چراغ سحری بنی ہوئی تھی۔ اس کی قوت ختم ہو چکی تھی۔ اس کے مفتوحہ ممالک کے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اور ان میں مختلف حکومتیں قائم ہو گئی تھیں۔ لیکن یہ عجیب بات تھی۔ کہ جب تک کوئی حکمران عباسی خلیفہ کے دربار سے سند شاہی حاصل نہ کر لیتا۔ اس وقت تک جائز حکمران نہ مانا جاتا۔ خماریہ نے بھی سند شاہی حاصل کرنے کے لئے معتضد باللہ کے دربار میں ایک وفد بھیجا۔

Marfat.com

معتضد باللہ نے وفد کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اور انہیں خمارویہ کی لڑکی سے عقد کا پیغام دیا۔ وفد نے واپس جا کر خمارویہ سے یہ پیغام کہا۔ وہ عباسی خلافت اور ہاشمی خاندان سے قرابت کے خیال سے بڑی خوشی سے رضامند ہو گیا۔

معتضد باللہ نے اپنا وکیل عروس کو لانے کے لئے بھیج دیا۔ بعض ترکی قبائل میں یہ دستور تھا۔ کہ دلہن کو بنا سنوار کر دولہا کے گھر اس کے کسی معتمد کے ساتھ بھیج دیا جاتا تھا۔ خمارویہ نے بھی اسماء کو دلہن بنانے کا حکم دیا۔ جب مشاطاؤں نے اسے عروس بنا دیا۔ تو خمارویہ نے بیٹی سے کہا۔ بیٹی تم خلیفہ کے پاس جا رہی ہو۔ چونکہ میں نے مصر و شام پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس لئے خلیفہ کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہے۔ تم اس بات کی کوشش کرنا۔ کہ خلیفہ کی کدورت جاتی رہے۔ اور عباسی خلافت اور حکومت طولون میں مضبوط تعلقات قائم ہو جائیں۔

اسماء نے کہا۔ آپ اطمینان رکھئے میری زندگی کا مقصد ہی یہ ہو گا کہ خلافت اور حکومت طولون کے تعلقات مضبوط و مستحکم ہو جائیں۔

جب اسماء بغداد روانہ ہوئیں۔ تو خمارویہ نے اسماء کی چچی کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔

ان کی چچی کا نام عباسہ تھا۔ عباسہ نے مصر کی سرحد پر پہنچ کر قیام کیا۔ اور وہاں ایک شہر کی بنیاد ڈالی۔ کہتے ہیں۔ وہ شہر عباسہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور اس زمانہ میں بھی جب کہ ۱۳۶۴ھ میں یہ شہر عباسہ

Marfat.com

مصر میں موجود ہے۔

جب اسماء عراق کی حد میں داخل ہوئیں۔ تو معتضد باللہ کی طرف سے ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ اور جب وہ بغداد میں پہنچیں۔ تو امرائے سلطنت نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ ایک خاص قصر ان کے لئے آراستہ کیا گیا۔ اسی قصر میں وہ اتریں۔ جب معتضد باللہ نے انہیں دیکھا۔ تو ان کا حسن و جمال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ رفتہ رفتہ چند ہی روز میں ان کی لیاقت و دانائی، عقلمندی اور فراست کے بھی جوہر کھلے معتضد باللہ نے انہیں قطر الندیٰ کا خطاب دیا۔ یہ خطاب ان کے نام سے زیادہ مشہور ہو گیا۔

قطر الندیٰ نے رفتہ رفتہ معتضد باللہ کو بالکل اپنی مٹھی میں کر لیا۔ اس وقت تک معتضد باللہ نے خمارویہ کو سند شاہی نہیں دی تھی۔ دراصل خمارویہ نے قطر الندیٰ سے سچ کہا تھا معتضد باللہ کا دل خمارویہ کی طرف سے صاف نہ تھا۔ چونکہ شام و مصر زرخیز ممالک تھے۔ اس لئے خلیفہ ان پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ قطر الندیٰ کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی۔ وہ موقعہ کی منتظر رہیں۔ ایک روز انہوں نے معتضد کو خوش دیکھ کر کہا۔ کیا آپ میرے باپ سے ناخوش ہیں۔

معتضد نے کہا۔ نہیں تم نے کیسے جانا

قطر الندیٰ۔ آپ نے انہیں اب تک سند شاہی عطا نہیں کی۔

معتضد باللہ خاموش ہو گئے۔ چند روز کے بعد قطر الندیٰ نے پھر

Marfat.com

یہی ذکر چھیڑا اور کہا۔ میری یہ خواہش ہے۔ کہ خلافت عباسیہ اور حکومت طولون کے درمیان تعلقات مضبوط و مستحکم ہو جائیں۔

معتضد۔ تمہاری خواہش پوری کی جائے گی!

چنانچہ معتضد نے سند شاہی خمارویہ کے پاس بھیج کر اسے اپنی دوستی کا یقین دلایا۔ اس طرح قطر الندیٰ نے مصر کی طولونیہ حکومت کو جائز قرار دلا کر عباسی خلافت اور حکومت طولونیہ میں روابط اتحاد قائم کرا دئیے اس سے بنی طولون کو اطمینان ہو گیا۔ اور انہیں اب کسی حریف کے حملہ کا اندیشہ نہ رہا۔

ایک مرتبہ معتضد قطر الندیٰ کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ اس نے خلیفہ کا سر احتیاط سے اٹھا کر تکیہ پر رکھ دیا۔ اور خود کمرہ سے باہر کرسی پر جا بیٹھیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد معتضد کی آنکھ کھل گئی۔ وہ اپنا سر قطر الندیٰ کے زانو کے بجائے تکیہ پر دیکھ کر برہم ہو گئے۔ انہوں نے انہیں آواز دی وہ فوراً ان کے پاس چلی آئیں۔ خلیفہ نے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا۔ میں تو تمہاری عزت کروں۔ اور تمہاری یہ کیفیت کہ میرا سر تکیہ پر رکھ کر چل دیں۔ قطر الندیٰ نے ادب سے عرض کیا۔

آپ نے جن عزتوں سے کنیز کو نوازا ہے۔ ان سے انکار نہیں ہو سکتا۔ میں ناشکری یا گستاخی کی وجہ سے نہیں چلی گئی تھی۔ بلکہ مجھے میرے باپ کی نصیحت یاد آ گئی تھی۔

معتضد۔ وہ کیا نصیحت ہے۔

Marfat.com

قطر الندیٰ۔ ابا جان نے نصیحت کی تھی۔ کہ خبردار جاگنے والوں کی صحبت میں سو نہ جانا۔ اور سونے والوں کی صحبت میں بیٹھ کر نہ جاگنا۔

معتضد نے کہا۔ نہایت معقول نصیحت ہے۔

افسوس ہے۔ قطر الندیٰ زیادہ عرصہ تک زندہ نہ رہیں۔ عین جوانی کے عالم میں جب کہ ان کی عمر بائیس تئیس سال کی تھی۔ اور شادی کو پانچ برس گذرے تھے۔ وفات پا گئیں۔

حمیرا (مصنفہ مولانا محمد صادق حسین صدیقی سردھنوی)
گیارھویں صدی عیسوی کے اختتام سے لے کر تیرھویں صدی کے اختتام تک دو سو برس کا زمانہ صلیبی لڑائیوں کی وجہ سے مشہور ہے۔ اس دو سو برس کے عرصہ میں عیسائیوں نے مسلمانوں کو مٹا ڈالنے کے لئے متواتر پرجوش حملے کئے۔ یورپ سے فوجوں پر فوجیں آئیں۔ اور ایشیا میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ان لڑائیوں میں سے ایک لڑائی کے حالات درج ہیں۔ قیمت تین روپے
جہانگیر بک ڈپو۔ دلکھا بازار۔ لاہور (پاکستان)

Marfat.com

فاطمہ ولیہ نیشاپوریہ

فاطمہ نام تھا۔ یہ پتہ نہیں چلا۔ کس خاندان سے تھیں۔ اور ان کے والد کا کیا نام تھا۔ صرف یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیشاپور کی رہنے والی تھیں۔ اور تیسری صدی ہجری کے ابتدائی دور میں تھیں۔ اسی زمانہ میں ذوالنون مصری اور بایزید بسطامی جیسے اولیاء اللہ بھی موجود تھے۔

فاطمہ بڑی عابدہ و زاہدہ تھیں۔ ان کی عبادت کا یہ حال تھا۔ کہ اکثر ساری ساری رات نوافل پڑھنے میں گذار دیتی تھیں۔ اسی عبادت کی وجہ سے وہ ولیہ کہلاتی تھیں۔ چنانچہ انہیں سب فاطمہ ولیہ کہتے تھے۔ وہ زمانہ علم و فضل کا تھا۔ بڑے بڑے علماء فضلاء، فقہا، اور محدثین موجود تھے۔ فاطمہ ولیہ نے بھی علم و فضل میں کمال حاصل کیا تھا۔ ذوالنون مصری جیسے بزرگ عالم و فاضل اور ولی اللہ فاطمہ ولیہ کے شاگرد یا مرید ہو گئے تھے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد بایزید بسطامی جیسے ولی اللہ نے بھی فاطمہ ولیہ کی شاگردی کی۔ اور جب کوئی مسئلہ چھڑ جاتا۔ تو بایزید بسطامی فخریہ کہا کرتے تھے کہ میری استانی فاطمہ ولیہ نے یہ فرمایا ہے۔

Marfat.com

بایزید بسطامی کہتے ہیں۔ کہ میری استانی فاطمہ ولیہ کے علم و فضل کا یہ حال تھا۔ کہ مجھے کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔ کہ میں نے کسی مسئلہ کے متعلق ان سے دریافت کیا ہو۔ اور انہیں اس کا ذاتی علم نہ ہو۔

فاطمہ ولیہ کے لئے یہ بات کس قدر فخر کی تھی۔ کہ ان کے شاگردوں اور مریدوں میں اس زمانہ کے زبردست عالم اور اولیاء اللہ ذوالنون مصری اور بایزید بسطامی تھے۔

عورتوں اور مردوں سب ہی کو ان سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ سب ان کی عزت و عظمت کرتے تھے۔ حتے کہ بڑے بڑے امراء اور امیر زادیاں کثرت سے ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ ان کے عقیدت کیش انہیں اچھے سے اچھے کپڑے اچھے سے اچھا کھانا دیتے۔ لیکن وہ یہ سب چیزیں دوسروں کو دے دیتی تھیں۔ ان کی بے نفسی کا یہ حال تھا۔ کہ یا تو گاڑھا گزی پہنتیں۔ یا کھال اوڑھ لیتیں۔ ہمیشہ موٹا اناج کھاتیں۔ شکم سیر ہو کر انہوں نے شاید ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی نہ کھایا ہو۔ کہا کرتی تھیں۔ کہ پیٹ بھر کر کھانا عبادت میں خلل ڈالتا ہے۔

شروع شروع میں انہوں نے یہ کوشش کی۔ کہ ان کے علم و فضل اور زہد و اتقا کی خبر کسی کو نہ ہو۔ لیکن ان کی یہ باتیں چھپی نہ رہ سکیں۔ عوام کو معلوم ہو گئیں۔ ان کا مکان مرجع خلائق بن گیا۔ لوگوں نے ان کی شایان شان ان کی عظمت و عزت کی۔ وہ صوفی منش تھیں۔ تصوف کے رموز سے آگاہ تھیں۔ فرمایا کرتی تھیں۔ جو کوئی محض اللہ کے واسطہ اس طرح عمل خیر

Marfat.com

کرے۔ گویا اسے خداوند دیکھ رہا ہے۔ تو اس سے زیادہ خلوص کسی میں نہیں ہو سکتا۔ اور جس کے عمل خیر میں خلوص ہو۔ اس سے زیادہ خدا کا نیک بندہ کون ہو سکتا ہے۔

ذوالنون مصری کہتے ہیں۔ میں نے فاطمہ ولیہ سے ایک روز کہا۔ کچھ نصیحت کیجئے۔ انہوں نے کہا۔ جو شخص اللہ جل شانہ سے لو نہیں لگائے رکھتا۔ وہ ہر میدان میں اترتا اور ہر قسم کی باتیں کرتا ہے۔ اس سے بھلائیاں کم اور برائیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ لیکن جو ہر حال میں خداوند تعالےٰ سے لو لگائے رکھتا ہے تو اللہ اس کے سوائے اور سب باتوں سے اسے گونگا کر دیتا ہے۔ اس کے لئے لازم ہو جاتا ہے۔ کہ خدا سے شرم رکھے اور خلوص سے اس کی طرف متوجہ ہو۔ ایسے شخص سے سوائے نیکیوں کی کے برائیاں سرزد نہیں ہوتیں۔

خیال کرو۔ ایک عورت نے تصوف کے رموز کو کس طرح بے نقاب کیا ہے۔ کیا تصوف کی بہترین تعلیم یہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس زمانہ کے صوفی اور ولی ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ شرعی پردہ کرتی تھیں۔ ہندوستانی خواتین کی طرح پنجرہ میں بند نہ رہتی تھیں۔ جب وہ لوگوں کو نصیحتیں کرتی تھیں۔ تو سوائے چہرہ کے اور تمام جسم چھپا لیتی تھیں۔ ان کی گفتگو دل پر نقش ہوتی چلی جاتی تھی۔

انہوں نے کئی حج کئے۔ لیکن نہ محمل میں گئیں۔ نہ پالکی میں بلکہ پا پیادہ سفر کیا۔ اکثر ان کے ساتھ ان کے عقیدت کیشوں کا جم غفیر ساتھ ہوتا تھا

تمام قافلہ ان کے ساتھ پا پیادہ سفر کرتا تھا۔ شرعی پردہ سے بڑھ کر انہوں نے کبھی پردہ نہیں کیا۔ جب وہ حج کو جاتی تھیں۔ تو خانہ کعبہ میں بھی ان کی شہرت ہو جاتی تھی۔ وہاں کے علما اور فضلا بھی ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔ خواتین اسلام کو فخر کرنا چاہیئے۔ کہ ان کے صنف میں ایسی خاتونیں بھی گذری ہیں۔ جن سے مردوں تک نے فیض حاصل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ کی خواتین پست ہمت ہو گئی ہیں۔ اگر وہ اپنی ہی صنف کے واقعات سنیں۔ اور پڑھیں۔ تو ان میں بھی حرارت آ جائے۔ وہ بھی عالمہ فاضلہ ادیبہ ولیہ غرض سب کچھ ہو سکتی ہیں۔

فاطمہ ولیہ کی شہرت تمام عالم اسلام میں پھیل گئی تھی۔ لوگ دور دور سے ان کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور ان سے فیض و برکت حاصل کرتے تھے۔

آخری مرتبہ جب وہ حج کو چلیں۔ تو انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا تھا۔ کہ شاید یہ حج آخری ہو۔ اس وقت وہ بیمار نہ تھیں۔ بلکہ تندرست تھیں۔ اپنے وطن نیشاپور سے چل کر وہ عرب میں داخل ہو گئیں۔ لیکن ابھی مکہ سے فاصلہ پر ہی تھیں۔ کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ ۲۲۳ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ ان کی وفات کا صدمہ تمام مسلمانوں کو ہوا۔

Marfat.com

شہدہ کاتبہ دینوری

شہدہ نام ہے۔ ایران اور عراق کے درمیان جو سلسلہ کوہ واقع ہے اس میں ایک قدیم تاریخی شہر دینور ہے۔ شہدہ اسی دینور کی رہنے والی تھیں۔ ان کے والد ابو نصر احمد اس زمانہ کے زبردست عالم تھے۔ شہدہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔ شہدہ بنت علامہ ابو نصر احمد بن فرج بن عمر الابری ان کے پردادا عمر ابری کہلاتے تھے۔ ابر عربی میں سوئی کو کہتے ہیں۔ وہ سوئی کا کام کرتے تھے۔ یعنی کپڑے سیتے تھے۔ اس لئے ابری کہلاتے تھے۔

شہدہ کاتبہ کے باپ ابو نصر نے جب علم و فضل میں کمال حاصل کر لیا۔ تو وہ دینور کو چھوڑ کر بغداد چلے آئے۔ بغداد کے عباسی خلیفہ ہنرمندوں اور عالموں کی بڑی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ جب ابو نصر بغداد میں آگئے اور ان کے علم کی شہرت ہوئی۔ تو عباسی خلیفہ نے ان کی عزت افزائی کی۔ انہیں شاہی ملازمین کے زمرہ میں شامل کر لیا۔

Marfat.com

بغداد ہی میں ۴۸۴ھ میں ان کی بیٹی شہدہ پیدا ہوئیں جب شہدہ نے ہوش سنبھالا۔ تو فاضل عصر باپ نے انہیں تعلیم دینی شروع کی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے حدیث و فقہ کی تعلیم تکمیل کر لی۔ شہدہ کو لکھنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ ان کے پدر بزرگوار روشن خیال آدمی تھے۔ وہ ہندوستانیوں کی طرح تنگ خیال نہیں تھے۔ جو اول تو بیٹیوں کو پڑھانا ہی معیوب سمجھتے ہیں۔ اور اگر کسی نے اپنی بیٹی کو تھوڑی بہت تعلیم بھی دلا دی۔ تو لکھنا بالکل نہیں سکھاتے۔ کہتے ہیں۔ اگر عورتیں لکھنا سیکھ جائیں گی۔ تو غیروں سے خط و کتابت کرنے لگیں گی۔

علم ہی وہ چیز ہے۔ جس سے انسان انسان بنتا ہے۔ خدا کو پہچانتا ہے۔ خدا کے احکام کی تعمیل کرتا ہے۔ خدا سے ڈرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو خدا سے ڈرے گا۔ وہ خدا کی قائم کردہ حدود سے باہر قدم نہیں نکالیگا۔ جاہل عورتیں وبال ہوتی ہیں۔ وہ گھر کو دوزخ بنا دیتی ہیں۔ تعلیم یافتہ عورتیں گھر کو جنت کا نمونہ بنا کر اپنے سب متعلقین کو خوش رکھتی ہیں۔ غرض شہدہ کو ان کے باپ ابو نصر نے لکھنا سکھایا۔ اور ایسی مشق کرا دی۔ کہ ان کا خط ایسا پاکیزہ ہو گیا۔ کہ جو بھی دیکھتا۔ عش عش کرنے لگتا۔ لکھتی کیا تھیں موتی پروتی تھیں۔ چنانچہ وہ شہدہ کاتبہ کے نام سے مشہور ہو گئیں۔

بڑے بڑے تعلیم یافتہ مرد اپنے خط میں ان سے اصلاح لینے آیا کرتے تھے۔ گویا ایک لڑکی نے اپنے خط کو ایسا نستعلیق شیریں ادا اور پاکیزہ کر لیا تھا۔ کہ مرد رشک کرنے لگے تھے۔

شہدہ کاتبہ اگرچہ کافی علم حاصل کر چکی تھیں۔ لیکن ابھی تک ان کی سیری نہیں ہوئی تھی۔ چاہتی تھیں۔ کہ فاضلہ روزگار بن جائیں۔ اس زمانہ میں بغداد گہوارہ علم تھا۔ بڑے بڑے باکمال اور اہل علم لوگ وہاں موجود تھے۔ شہدہ نے اپنے والد سے مزید علم حاصل کرنے کی اجازت لی۔ بزرگ باپ نے بیٹی کا شوق علم دیکھ کر بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا۔ کہ استاد گھر پر آ کر پڑھائیں۔ جس کو پڑھنا ہوتا۔ استاد کے گھر جاتا۔ اگرچہ شہدہ کاتبہ اب جوان ہو گئی تھیں۔ لیکن استاد کے پاس جانے میں نہ انہیں کوئی تامل ہوا۔ نہ باپ نے اعتراض کیا۔ سب سے پہلے وہ علامہ دہر ابوالخطاب نصر بن احمد بطروانی کے حلقہ درس میں گئیں۔ وہ موجودہ پروفیسروں کی طرح تقریریں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ شہدہ کاتبہ ان کے اور شاگردوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ تقریریں سنتیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ وہ خود بھی اچھی خاصی مقررہ ہو گئیں۔

ان کے بعد انہوں نے ابوعبداللہ حسن بن احمد نعمانی ابوالحسین احمد بن عبدالقادر بن یوسف اور فخر الاسلام ابوبکر محمد بن احمد شاشی کی شاگردی کی۔ اس وقت یہ ہستیاں علم و فضل میں گراں و تمار تھیں۔ شہدہ کاتبہ نے ان سے اس قدر علم حاصل کر لیا۔ جس سے ان کی سیری ہو گئی اور اب وہ خود مشہور روزگار اور قابل فخر عالمہ اور فاضلہ ہو گئیں۔

یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنی چاہئے۔ کہ جن بزرگوں سے شہدہ کاتبہ نے علم حاصل کیا۔ وہ سب نامحرم تھے۔ ہندوستان کا کوئی بزرگ

بھی اپنی لڑکی کو اس طرح تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ دیتا۔ لیکن ابو نصر احمد نے اپنی بیٹی کو خود لے جا کر ان نامحرموں کے سامنے پیش کیا اور ان سے تعلیم دلائی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں جو پردہ اس وقت ہے۔ وہ عالم اسلام میں کسی وقت بھی نہ تھا۔ نہ اب ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جب ہندوستانی سنتے ہیں۔ کہ ترکی عورتیں باہر نکلتی ہیں۔ خرید و فروخت کرتی ہیں۔ تو انہیں تعجب ہوتا ہے۔ وہ کہہ دیتے ہیں۔ ترکوں نے پردہ اٹھا دیا۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کہ وہاں ایسا خلاف شرع اور شدید پردہ تھا ہی کب۔

خود رسول اللہ صلعم کے سامنے حضرت عائشہ اور بہت سی صحابیات لڑائیوں میں جاتی تھیں۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ پانی پلاتی تھیں۔ اگر ہندوستان جیسا پردہ وہاں ہوتا۔ تو وہ کچھ بھی نہ کر سکتیں۔ پردہ کی شدید قید و بند نے ہماری عورتوں کو کمزور اور پست حوصلہ کر دیا ہے۔ وہ آئے دن بیمار رہتی ہیں۔ ان کی اولاد بھی کمزور ہوتی ہے۔ جن مسلم اقوام میں شرع کے موافق پردہ ہے۔ ان کی عورتیں قوی ہوتی ہیں۔ اور ان عورتوں کی اولاد بھی طاقتور ہوتی ہے۔ لیکن ان میں یہ کمی ہے۔ کہ وہ جاہل مطلق ہوتی ہیں۔ اگر وہ تعلیم یافتہ ہوں۔ تو ان کی اولاد بڑی باحوصلہ اور بہادر ہو جائے۔

ہمارا یہ مطلب بھی نہیں۔ کہ غیر مسلم خواتین کی طرح وہ سج دھج دکھاتی پھریں۔ نہیں مقصد یہ ہے۔ کہ پردہ افراط و تفریط سے مبرا ہونا چاہیے۔

Marfat.com

اگر عورتیں بہ قصے اوڑھ کر باہر نکلیں۔ تو کوئی ہرج نہیں۔
غرض جب شہدہ کاتبہ نے تکمیل علم کر لی۔ تو اب خود انہوں نے درس دینا شروع کر دیا۔ جس علم سے انہوں نے فائدہ اٹھایا تھا۔ اب اس سے دوسروں کو مستفید کرنے لگیں۔ وہ شمع علم بن گئیں۔ اور پروانے ان کے پاس آنے لگے۔ بغداد اور نواح بغداد سے شائقین علم دوڑ دوڑ کر آنے لگے۔ شہدہ نے ایک مدرسہ کھول لیا۔ اور طالبان علم اس سے سیراب ہونے لگے۔ ان کے باپ نے اب بھی یہ اعتراض نہیں کیا۔ کہ بیٹی نامحرموں کو کیوں پڑھاتی ہے۔
شہدہ کاتبہ بھی تقریریں کیا کرتی تھیں۔ قرآن شریف کی تفسیر خوب بیان کرتی تھیں۔ علم فقہ اور حدیث کے ایسے نکات بیان کرتی تھیں۔ کہ سننے والے حیران رہ جاتے تھے۔ وہ خوش جمال بھی تھیں۔ اور خوش آواز بھی۔ جب وہ تقریریں کرتیں۔ تو سننے والے سن ہو جاتے۔ ان کی درسگاہ سے لوگ سندیں حاصل کرنے لگے۔ حکومت ان کی سند کی بڑی وقعت کرتی تھی۔ اسی لیئے لوگ ان کے مدرسہ میں زیادہ آتے تھے۔
شہدہ کاتبہ کے والد بزرگوار ابو نصر احمد کے شاگردوں میں ایک لڑکا علی بن محمد بن یحیٰے نہایت ہونہار تھے۔ انہوں نے بہت جلد تکمیل علم کر کے سند حاصل کر لی۔ ابو نصر احمد نے جب ان کی ذکاوت و ذہانت دیکھی۔ تو انہوں نے اپنی بیٹی شہدہ کاتبہ کا عقد ان کے ساتھ کر دیا۔ یہ عقد اس وقت ہوا۔ جب شہدہ کاتبہ کی عمر بیس سال کی تھی۔ دونوں میاں

عالم فاضل تھے۔ دونوں نے مل کر زندگی کی گاڑی کو کھینچنا شروع کیا۔ اور شاہراہ ترقی پر قدم رکھا۔

شہدہ کاتبہ کی شہرت کی وجہ سے ان کے شوہر علی بن محمد کی بھی شہرت ہو گئی۔ اس شہرت کی وجہ سے ان کی رسائی عباسی خلیفہ المقتضی لامر اللہ کے دربار تک ہو گئی۔ خلیفہ نے ان کی بڑی عزت و تکریم کی۔ انہیں جاگیر عطا کر دی۔

اب علی بن محمد ایک معمولی آدمی سے رئیس بن گئے۔ شہدہ کاتبہ بھی بیگم بن گئیں۔ لیکن دولت و امارت حاصل کرنے پر بھی شہدہ نے اپنا مدرسہ بند نہیں کیا۔ بلکہ دریائے دجلہ کے کنارہ پر ایک عالیشان مدرسہ تعمیر کرایا۔ شہدہ شافعی عقیدہ کی تھیں۔ شافعی طلباء کے لئے یہ مدرسہ تعمیر کیا گیا۔ مدرسہ سے متعلق صوفیوں کے لئے ایک خانقاہ بھی تعمیر کر دی۔ اس خانقاہ میں صوفیان کرام آ آ کر عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔

کچھ عرصہ کے بعد علی بن محمد کو خلیفہ نے ثقۃ الدولہ کا خطاب عطا کیا ان کے مدرسہ نے کافی ترقی کی۔ اطراف ملک سے شمع علم کے پروانے آنے لگے۔ بعض اوقات طالبعلموں کی تعداد کئی سو تک پہنچ جاتی تھی۔ ان طالب علموں میں بعض ایسے نادار ہوتے تھے۔ جنہیں شہدہ کاتبہ کھانا کپڑا اور کتابیں دیتی تھیں۔

شادی کے تقریباً پینتالیس سال کے بعد یعنی جب شہدہ کاتبہ کی عمر ستر سال کی تھی۔ ان کے شوہر نے وفات پائی۔ وہ بیوہ ہو گئیں۔ انہیں

Marfat.com

اپنے شوہر سے ایسی محبت تھی۔ کہ یہ گوارا نہ ہوا۔ کہ وہ قبرستان میں دفنائے جائیں۔ بلکہ اپنی نگاہوں کے سامنے مکان کے ایک گوشہ میں انہیں دفن کرایا۔

شوہر کی زندگی میں ان کا کچھ وقت شوہر کی خدمت میں صرف ہو جاتا تھا جب ان کا انتقال ہو گیا۔ تو شہدہ کاتبہ نے اپنا تمام وقت درس و تدریس میں صرف کرنا شروع کر دیا اکثر نامی گرامی علما ان کے پاس آتے ان کی تقریریں سنتے۔ اور ان تقریروں سے مستفید ہو کر جاتے۔ جب وہ وعظ کہتے۔ تو حدیثوں کا مطلب بیان کرتے وقت کہتے ہم نے علامہ عصر شہدہ کاتبہ سے یہی سنا ہے۔ گویا کسی حدیث کے متعلق شہدہ کاتبہ کا کچھ فرمانا سند ہو جاتا تھا۔ اسی لئے ان کا لقب فخر النساء بھی ہو گیا تھا۔ حقیقت میں وہ فخر النساء ہی تھیں۔ ایسی ہی فاضل زمانہ خواتین کی وجہ سے عالم اسلام کی عورتوں کو سربلندی کا فخر حاصل ہوا ہے۔

مورخین کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ فاضلہ عصر شہدہ کاتبہ اس پایہ کی عالمہ و فاضلہ تھیں۔ کہ بزرگوں کے فیوض علمی ان کے ذریعے سے بعد والوں میں پہنچے اور روایات حدیث میں وہ ایک ایسی کڑی تھیں۔ جس نے بعد والوں کا سلسلہ پہلے والوں سے ملا دیا۔

اس علامہ دہر نے نوے برس سے زیادہ عمر پا کر ۱۳ محرم الحرام ۵۷۴ھ کو وفات پائی۔ جب تک زندہ رہیں۔ برابر درس دیتی رہیں۔ ان کی وفات کا بھی عالم اسلام کو بڑا رنج ہوا تھا۔

Marfat.com

(اندلس)

زہرہ

یہ ایک کنیز تھی بعض مورخین نے لکھا ہے۔ کہ یہ عیسائی تھی۔ کسی لڑائی میں گرفتار ہو کر آئی تھی۔ قصر شاہی میں آکر مسلمان ہو گئی تھی۔ اس وقت اندلس میں خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث شہنشاہ تھے۔ اتفاق سے خلیفہ نے زہرہ کو دیکھ لیا۔ وہ نہایت ہی حسین، پری چہرہ، خوشس اندام اور آہو چشم تھی۔ خلیفہ دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئے۔

اسکے کنیزوں کے زمرہ سے نکالا۔ اور تربیت و آداب شاہانہ سکھانے کے لئے ایک ایسی استانی کے سپرد کر دیا۔ جو شاہزادیوں کو تعلیم و تربیت دیا کرتی تھی۔ چند ہی روز کی تعلیم سے زہرہ خلیفہ کی ہمنشینی کے قابل ہو گئی۔ چنانچہ خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث نے زہرہ سے باقاعدہ نکاح کر لیا۔

زہرہ نے عربی تعلیم حاصل کی۔ اور بہت جلد اس زبان میں مہارت حاصل کر لی۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ عربی اس کی مادری زبان ہے۔ اس تعلیم

Marfat.com

نے اسے نہایت قابل، ذی فہم اور مال اندیش بنا دیا۔ اس نے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا۔

عبدالرحمٰن ثالث کو اس سے ایسی محبت ہو گئی تھی۔ کہ وہ اسے کسی کام سے منع نہ کرتے تھے۔ مورخین لکھتے ہیں۔ کہ اگرچہ زہرہ عیسائی نژاد تھی۔ لیکن مسلمان ہو کر اسے عیسائیوں سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا بلکہ وہ عیسائیوں کی مخالفت کیا کرتی تھیں۔ اور اس بات پر خدا کا شکر کرتی تھی۔ کہ وہ مسلمانوں میں آکر مسلمان ہو گئی۔ اکثر کہا کرتی تھی۔ کہ خدا نے یہ مجھ پر بڑا ہی احسان کیا۔ کہ مجھے اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

ایک روز اس نے عبدالرحمٰن ثالث سے کہا۔ کہ کوئی ایسی چیز بنوا دیجیے۔ جس سے میری یاد کچھ عرصہ تک باقی رہے۔

خلیفہ نے کہا۔ جو تجویز کرو۔ وہ بنوا دوں۔

زہرہ۔ آپ بھی سوچیں۔ میں بھی سوچوں گی۔

خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث اندلس (اسپین) میں حکمران تھے۔ اندلس میں وہ زمانہ مسلمانوں کے انتہائے عروج کا تھا۔ خلیفہ عبدالرحمٰن کو یہ خصوصیت حاصل تھی۔ کہ ان کی قلمرو میں ایک بھی فقیر نہیں تھا۔ ہر شخص صاحب زکوٰۃ تھا۔ سال بھر میں زکوٰۃ نکال کر مدینہ منورہ بھیج دی جاتی تھی۔ اور وہاں کے مساکین عربوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ یہ زکوٰۃ کئی لاکھ اشرفیاں ہوتی تھیں۔ تمول اور دولت و حشمت کا یہ عالم تھا۔ کہ عوام الناس اور ملکوں کے شاہزادوں کی شان سے رہتے تھے۔ اور

شاہزادوں کا حشم و خدم اور ممالک کے بادشاہوں جیسا تھا۔ اور خلیفہ کی شان و شوکت کا کوئی بادشاہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ لوگ روپوں سے نہیں اشرفیوں سے کھیلتے تھے۔ معمولی لوگوں کے پاس سو سو دو دو سو غلام اور کنیزیں ہوتی تھیں۔ امراء کے پاس ہزار ہزار دو دو ہزار۔ شاہزادوں کے پاس دس دس ہزار اور خلیفہ کے پاس بے شمار غلام اور کنیزیں تھیں۔ غلام اور کنیزیں اسقدر مالدار ہوتی تھیں۔ جیسے دوسرے ممالک کے امیر۔

خلیفہ کی ایک کنیز کا انتقال ہو گیا۔ اس نے کئی کروڑ دینار (ایک دینار موجودہ پانچ روپیے کے برابر ہوتا تھا) ترکہ چھوڑا۔ مرتے وقت یہ وصیت کی۔ کہ میرا ترکہ مسلمان قیدیوں کے فدیہ میں صرف کیا جائے۔ اگر کچھ بچ رہے۔ تو خلیفہ جہاں چاہیں۔ خرچ کریں۔ گویا اس کنیز نے اتنا بڑا ترکہ ان مسلمان قیدیوں کے فدیہ کے لئے چھوڑا۔ جو لڑائیوں میں غیر مسلموں کے پاس قید ہو گئے ہوں۔ عبدالرحمٰن ثالث کو اس بات کا پہلے ہی سے خیال رہتا تھا۔ وہ مسلمان قیدیوں کو زر فدیہ دے کر چھڑا لیا کرتے تھے۔ خلیفہ عبدالرحمٰن نے ساری دنیا کو چھنوا ڈالا۔ مگر کسی ملک میں بھی کوئی مسلمان قیدی نہ ملا۔ جب اس طرف سے پورا اطمینان ہو گیا۔ تو خلیفہ نے اس روپیہ کو ایسے کام میں صرف کرنا چاہا۔ جس سے لوگوں کو کچھ فائدہ پہنچے۔ زہرہ نے کہا آپ اس روپیے سے ایک عالیشان قصر تعمیر کرائیے۔ اس سے مزدوروں معماروں

Marfat.com

اور انجنیروں کو فائدہ پہنچے گا۔ یہ بات خلیفہ کی سمجھ میں آ گئی۔ ساتھ ہی انہیں زہرہ کی وہ بات بھی یاد آ گئی۔ کہ میری کوئی یادگار بنوا دیجئے۔

خلیفہ نے فوراً انجنیروں کو طلب کر کے ایک عالیشان محل کا نقشہ تیار کرایا۔ اور اندلس کے مشہور شہر قرطبہ (قرطبہ مسلمانوں کا دار السلطنت تھا) کے شمال و مغربی گوشہ میں شہر سے تین میل کے فاصلہ پر جبل العروس کے پر فضا دامن میں اس نئے شہر کی بنیاد ڈالی گئی۔ ۳۲۵ھ سے اس شہر کی تعمیر شروع ہوئی۔ اور پچیس سال تک یعنی ۳۵۰ھ تک برابر اس میں کام ہوتا رہا۔

دس ہزار مزدور اور معمار اٹھائیس ہزار اونٹ اور خچر اور باربرداری کے دوسرے جانور پورے پچیس سال تک کام میں مصروف رہے۔ اس قصر کی تیاری میں رائج الوقت سکہ کے لحاظ سے بیس کروڑ پچاس لاکھ روپے کی لاگت آئی تھی۔ خلیفہ نے اس قصر کے لئے سنگ مرمر کی بھاری مقدار افریقہ سے منگوائی تھی۔

عیسائی سلاطین کو جب اس قصر کی تیاری کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے خلیفہ کی خوشنودی مزاج کے لئے اپنے اپنے ملک کی نادرات بھیجی تھیں۔ لنڈیا اور یونان کے بادشاہوں نے سنگ مرمر اور سنگ سماق بھیجا۔ ناربون، طرکونہ، یوٹیکا اور قرطاجنہ کے حکمرانوں نے نہایت خوبصورت ستون بھیجے۔ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے ایک خوبصورت اور بڑا فوارہ کسی ایسی دھات کا بنا ہوا بھیجا۔ جو دیکھنے میں

Marfat.com

بالکل سونے کا معلوم ہوتا تھا۔

اس عالیشان قصر کے تین نمایاں حصے تھے۔ پہلا حصہ پہاڑ کے مین ڈھلوان پر واقعہ تھا۔ اس میں امیر المومنین اور ان کی حرم خاص زہرا کے لئے متعدد وشاندار اور خوبصورت کمرے تھے۔ خلیفہ اور زہرا کی کنیزوں کے لئے جن کی تعداد چھ ہزار تھی۔ اور شاہی غلاموں کے لئے جن کی ستروہزار تعداد تھی۔ ان کی رہائش کے لئے ہزاروں کمرے بنائے گئے تھے۔

اس حصہ کے نشیب میں خواجہ سراؤں، درباری غلاموں اور باڈی گارڈ کی فوج کے لئے بے شمار مکانات تھے۔ تیسرے حصہ میں جو دامن کوہ میں تھا متعدد پائیں باغ تھے۔ ہر باغ نہایت خوشنما تھا۔ ان میں خوشرنگ اور خوشبودار پھولوں کی اس قدر افراط تھی۔ کہ ہر قسم کے پھول منوں روزانہ اترتے تھے۔ طرح طرح کے میوہ دار درختوں سے باغ بھرے ہوتے تھے۔ ان میں جگہ جگہ نہریں اور تنج تھے۔ نہروں میں طرح طرح کی مچھلیاں تیرتی رہتی تھیں۔ ملک ملک کے انواع واقسام کے درخت تھے۔ جن کی پرداخت اس زمانہ کے مسلمان ہی جانتے تھے۔

سرو شمشاد اور صنوبر کی خوشنما قطاریں ہر طرف پھیلی ہوئی تھیں۔ روشیں چوڑی اور خوشنما تھیں۔ اور ان پر پچکاری کی ہوئی تھی۔ انگور وغیرہ کی بیلوں سے ایسے سرد خانے بنائے گئے تھے۔ جن میں گرمی کے موسم میں کافی ٹھنڈک رہتی تھی۔

Marfat.com

مہندسین نے پانی کے اتار چڑھاؤ میں بے نظیر کمال دکھایا تھا۔
تمام قصر میں ایک ہزار فوارے دل ربا رات نہایت شان دلربائی کے ساتھ اچھلتے رہتے تھے۔ ان میں کچھ فوارے تو چھوٹی چھوٹی نہروں میں تھے۔ جن کے گرد نہایت ہی خوب صورت سنگ مرمر کی سیڑھیاں بنوائی گئی تھیں۔ ان کے اوپر چھت تھی۔ جس میں مختلف رنگ کے شیشے لگے ہوئے تھے۔ فواروں کا پانی شیشوں کے عکس کی وجہ سے قوس وقزح کے رنگوں کی طرح منعکس ہو جاتا تھا۔ کہیں کہیں چھوٹے نلوں کے ذریعہ سے پانی اوپر سے نہایت زور کے ساتھ گرتا تھا۔ بعض بڑے فوارے حوضوں میں لگے ہوئے تھے۔ ہر حوض اور فوارے فن تعمیر کا مکمل نمونہ تھے۔ ان میں سے دو فوارے قابل ذکر ہیں۔
ایک بڑا فوارہ انسانی شکل کا چمک دار تانبہ کا تھا۔ لیکن دیکھنے میں خالص سونے کا معلوم ہوتا تھا۔ اس پر نہایت خوبصورت بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اسے قسطنطنیہ کے قیصر نے بھیجا تھا۔
دوسرا فوارہ ملک شام سے آیا تھا۔ جو شام کی بہترین صنعت کا نمونہ تھا۔ اس دوسرے فوارہ کا حوض سبز پتھر کا تھا۔ اس حوض کے کنارہ پر بارہ خوب صورت پرند سونے کے بنے ہوئے تھے۔ جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ان پرندوں کی چونچوں سے ہر وقت پانی حوض میں گرتا رہتا تھا۔
اس قصر کی بہترین عمارت مدور شکل کی تھی۔ جو سنگ مرمر کے اونچے

چبوترہ پر بنی ہوئی تھی۔ اس کا قبہ نہایت قیمتی جوہردار سنگ مرمر کے ستونوں پر قائم تھا۔ جن میں موتی اور ہیرے جڑے ہوئے تھے دیواریں اور قبہ شفاف سنگ سلیمانی کا تھا۔ قبہ کی چھت میں سونے چاندی کی اینٹیں یکے بعد دیگرے لگا کر اسے گنگا جمنی بنا دیا گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر جو پھول بوٹے طغرے اور کتبے تھے۔ ان کے مختلف رنگ اور جا بجا کی ترصیع نہایت دلکش تھی۔ دروازے خوشبودار لکڑی کے تھے۔ جن میں ہاتھی دانت، آبنوس سونے اور جواہرات سے کام کیا ہوا تھا۔ یہ دروازے شاندار کمروں میں کھلتے تھے۔

اس قبہ کے وسط میں سنگ سماق کا ایک بہت بڑا حوض تھا جس میں پارہ بھرا ہوا تھا۔ جب قبہ کے تمام دروازے کھول دئے جاتے تھے۔ تو آفتاب کی شعاعوں سے مکان روشن ہو جاتا تھا۔ اس وقت پارہ کو متحرک کر دیا جاتا تھا۔ اس سے ایسی تیز روشنی پڑتی تھی کہ آنکھیں چوندھیا جاتی تھیں۔ اور پارہ کی حرکت کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تمام قبہ زیر و زبر ہو رہا ہو۔

یہ سماں دیکھنے والوں کے دماغ گھومنے لگتے تھے بعض لوگ تو اس خوف سے کہ کہیں قبہ گر نہ پڑے۔ گھبرا کر بھاگ جاتے۔ بعض دہشت کھا کر وہیں گر پڑتے۔ پارہ کو حرکت دینے کی ترکیب زیادہ تر اس وقت کی جاتی تھی جب غیر ملکی سفرا یا سیاح آتے تھے۔ اس کمرہ کی زیب و زینت اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ فرش پر بیش قیمت قالین اور ان

پر ریشمیں غالیچے اور دروازوں پر سنہرے اور روپہلے پردے پڑے رہتے تھے۔ اسی کمرہ میں حوض سے آگے بڑھ کر دہ شاہی تخت تھا۔ جس پر امیر المومنین عبدالرحمٰن ثالث جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اس تخت میں اس کثرت سے الماس، لعل، ہیرے اور زمرد جڑے ہوئے تھے۔ کہ ان پر نگاہ نہ ٹھہرتی تھی۔ اس قبہ کے نزدیک ایک شاندار زینہ تھا۔ زینہ کے گرد شاہی فوج زرق برق وردی پہنے کھڑی رہتی تھی۔ اس فوج کے قیمتی ہتھیاروں اور بہادری کا مقابلہ دنیا بھر کی کوئی فوج نہ کر سکتی تھی۔ اس فوج کے قریب ہی خواجہ سراؤں اور غلاموں کی پلٹنیں سفید کپڑے پہنے حکم کی منتظر رہتی تھیں۔

اس شہر کا نام قصر زہرہ رکھا گیا تھا۔ اس قصر میں مسجد بھی نہایت شاندار بنائی گئی تھی۔ اس کا نقشہ وہی تھا۔ جو قرطبہ کی جمعہ مسجد کا تھا۔ اس میں آگے پیچھے پانچ دالان تھے۔ ان کا سنہرا اور روپہلا کام ایشیا کے صناعوں کے کمال کو ظاہر کرتا تھا۔ اس کے محراب و منبر عجوبہ روزگار تھے۔ اس کی میناریں جلادار پتھروں کی تھیں۔ جو دس ہاتھ مربع اور چالیس ہاتھ بلند تھیں۔ اس کے صحن میں خام سرخ کا فرش تھا۔ وسط میں ایک حوض اور حوض میں خوشنما فوارہ تھا۔ جس پر بڑی خوبصورت پچی کاری تھی۔ اور سونا چڑھا ہوا تھا۔

خلیفہ نے اپنی حرم زہرہ کی خوشنودی کے لئے محض ایک قصر تعمیر کرایا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ وہاں امرائے مکانات بنا لئے۔ اور اس لئے وہ قصر سے شہر بن گیا۔ اس شہر نے ایسی ترقی کی۔ کہ دنیا بھر کے شہروں سے بڑھ گیا

ہر مکان میں پائیں باغ تھے۔ سڑکیں کشادہ اور صاف تھیں۔ اس شہر کی وسعت اتنی ہو گئی تھی۔ کہ تین سو حمام بنائے گئے تھے۔ ان حماموں میں گرم اور ٹھنڈا پانی ہر وقت موجود رہتا تھا۔ جو شخص جتنی مرتبہ چاہے غسل کرلے۔ اس شہر میں بہت سی منڈیاں تھیں۔ ان منڈیوں میں لاکھوں روپے کے سودے روزانہ ہوتے تھے۔ ہزاروں کاریگروں اور مزدوروں کا پیٹ وہاں سے پلتا۔ دریائے وادی الکبیر کے کنارہ پر ایسے پانچ ہزار کارخانے تھے۔ جن میں ملکی مصنوعات تیار ہوتی تھیں۔ ہر کارخانہ میں ہزاروں مزدور روزانہ کام کرتے تھے۔ ان مزدوروں کی بستی بھی اسی شہر میں آباد ہو گئی تھی۔

اب قصر زہرہ کا نام مدینۃ الزہرا (شہر زہرہ) ہو گیا تھا۔ سیاحوں اور غیر متعصب مورخوں کا بیان ہے۔ کہ باعتبار دلکشی و دلفریبی، شان و شوکت سلطانی صولت و حشمت اور تعمیری صناعی اور خوبصورتی کے مادر گیتی نے کوئی ایسا شہر نہ دیکھا تھا۔ نہ دیکھے گی۔

جب یہ قصر تعمیر ہونا شروع ہوا۔ تو زہرہ جوان تھی۔ اور جب اس کی تعمیر ختم ہوئی۔ تو وہ بوڑھی ہونے لگی تھی۔ خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث نے اس حرم زہرہ کے لئے ایسا نایاب قصر اور پھر شہر تعمیر کرایا۔ جس کی نظیر اب تک بھی نہیں ہوا۔

زہرہ نیک اور نہایت قابل و ذی فہم تھیں۔ وہ مخیر بھی تھیں۔ اور پرہیزگار و دیندار بھی۔

Marfat.com

ملکہ صبح

ان کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ عیسائی مورخ کہتے ہیں۔ یہ عیسائی تھیں۔ اوران کا اصل نام ارورہ تھا مسلمان مورخ کہتے ہیں۔ وہ عربی نژاد تھیں۔ اوران کا اصل نام عرورہ تھا۔ لیکن عیسائی یا مسلمان مورخین نے نہ ان کے والدین کا نام لکھا۔ اور یہ نہ لکھا۔ کہ وہ کہاں کی رہنے والی تھیں۔

عیسائی مورخین نے اندلس کی ان تمام خواتین کو جو مشہور ہوئیں۔ اور ان کا تعلق اسلامی حکومت سے تھا عیسائی لکھا ہے۔ اس سے ان کے دو مطلب معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ عیسائی عورتیں نہایت قابل اور ہوشیار تھیں۔ دوسری یہ کہ مسلم عورتوں کو نااہل ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات بھی ان کے تعصب کو ظاہر کرتی ہے۔ زبردستی مسلم عورتوں کو عیسائی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

اب ملکہ صبح ہی کو لیجئے۔ عیسائیوں نے ان کا نام اردرہ لکھا ہے حالانکہ ان کی کسی زبان میں بھی اردرہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ عروہ عربی لڑکیوں کا نام ہے۔ ابو جہل کی ایک بیٹی کا نام عردرہ تھا۔ اسے کھینچ تان کے عیسائیوں نے اردرہ بنا دیا۔

غرض ملکہ صبح کا اصل نام عردرہ تھا۔ ان کا عقد خلیفہ حکم ثالث بن خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث سے اس وقت ہوا تھا۔ جب وہ ولی عہد تھے۔ یہ اس زمانہ کا ذکر ہے۔ جب اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا آفتاب بام عروج پر پہنچا ہوا تھا۔

اسی بنوامیہ کی اندلسی خلافت کا چرچا ساری دنیا میں تھا۔ اندلس میں اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوئی۔ اور اس نے کس قدر ترقی کی۔ اندلس کو کیسا جنت نظیر بنا دیا۔ یہ تمام واقعات ہم تاریخ عالم اسلام کی تیسری جلد میں مفصل بیان کر چکے ہیں۔

عردرہ اس قدر حسین خوب رو اور شیریں ادا تھیں۔ کہ اس وقت ان کا جواب قرطبہ اور مدینۃ الزہرا میں نہ تھا۔ خلیفہ حکم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ جب عبدالرحمٰن ثالث نے وفات پائی۔ تو خلیفہ حکم نے ۵ رمضان المبارک ۳۵۰ھ کو اپنے تخت نشین ہونے کا اعلان کیا۔ چنانچہ ان کی تخت نشینی اس شان و شوکت اور دھوم دھام سے ہوئی۔ کہ ان سے پہلے کسی خلیفہ کی نہ ہوئی تھی۔

عردرہ نے حکم سے درخواست کی۔ کہ وہ تخت نشینی کا منظر دیکھنا

Marfat.com

چاہتی ہیں چنانچہ حکم نے قصر زہرا کے اس عالیشان کمرہ میں جس میں تخت نشینی کی مراسم ادا ہونے والی تھیں. پردہ کا انتظام کرایا. ایک جھروکہ بنایا گیا. اور اس پر زرنگار ریشمی پردے ڈال دیئے گئے. عزوہ مع شاہی خاندان کی چند بیگمات کے جھروکہ میں آبیٹھیں. پیش خدمتوں کی پلٹن ان کے گرد چھا گئی.

یہ کمرہ تخت نشینی کے لئے منتخب ہوا تھا. وہ اس قدر وسیع تھا. کہ اس میں ہزاروں آدمی آسکتے تھے. اس کمرہ کی آرائش و تزئین اس طرح پر کی گئی تھی. کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں.

خلیفہ حکم تخت پر بیٹھے تھے. اراکین سلطنت عہدہ داران مال و پولس اور فوجی افسران سفید فاخرہ لباس پہنے جن کے حاشیوں پہ سنہرا کام ہورہا تھا. علی قدر مراتب بیٹھے ہوئے تھے. ایک طرف علما اپنے مخصوص لباس میں موجود تھے. کمرہ کے بیرونی دروازوں سے ملے ہوئے کمرہ کے اندر ہی استقبالیہ فوج زرق برق وردیاں پہنے اور اعلیٰ درجہ کے ہتھیار لگائے بڑی شان سے کھڑی تھی. ایک طرف زنگیوں کا دستہ تھا. ان کی وردیاں بھی پر تکلف اور ہتھیار عمدہ قسم کے تھے. وہ بڑے قدآور اور بارعب تھے. سنگ مرمر کے اس زینہ کے نیچے جس پر چڑھ کر اس کمرہ تخت نشینی میں آتے تھے. سواروں کے رسالے اونچی جگہ پر کھڑے تھے. اس رسالہ کے پیچھے اس تمام وسیع صحن میں اس قصر زہرہ کے پھاٹک تک پیادوں کا سمندر پھیلا ہوا تھا. ہر شخص جو جہاں تھا. بالکل خاموش

اور بے حرکت تھا۔ گویا وہ بُت تھے۔ صرف ان کی آنکھوں اور پتلیوں کی حرکتوں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ زندہ انسان ہیں۔ غیر ملکی سفراء اس شاندار نظارہ کو دیکھ کر اس قدر حیران ہوئے۔ کہ اپنے حواس ہی میں نہ رہے۔

حکم کے آٹھ بھائی تھے۔ جس وقت وہ بیعت کے لئے آئے۔ تو پہلے پیدلوں نے، پھر رسالے نے، پھر اس فوج نے جو کمرہ کے اندر تھی۔ اور سب کے بعد نگیوں نے انہیں فوجی قاعدہ سے سلامی دی۔

ان شاہزادوں کے کمرہ میں داخل ہوتے ہی وزراء، غیر ملکی سفراء، ارکین سلطنت، امراء، عہدہ داران، فوجی سپہ سالاران، تمام غرض سب اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے شاہزادوں نے بیعت کی۔ اور حلف وفاداری اٹھایا۔ ان کے بعد وزراء نے امراء پھر علی الترتیب علما اور دوسرے سب لوگوں نے بیعت کر کے حلف وفاداری اٹھایا۔

جب تخت نشینی ہو چکی۔ تو خلیفہ زنانخانہ میں پہنچے۔ صبح وہ ان سے پہلے پہنچ گئی تھیں۔ انہوں نے تہِ دل سے خلیفہ کو مبارک باد دی۔ خلیفہ نے ان کا منہ چوم لیا۔ انہیں ملکہ صبح کا خطاب دیا۔ اور انہیں کئی ایسے بیش قیمت زیورات عطا کئے۔ جو کئی لاکھ دینار کی مالیت کے تھے۔

تخت نشینی کے چار سال بعد ملکہ صبح کے بطن سے ایک شاہزادہ پیدا ہوا۔ حکم نے اس کا نام ہشام رکھا۔ اور اس کی ولادت کی خوشی میں بہت کچھ خرچ کیا۔ ۳۶۵ھ میں جب ہشام کی عمر دس سال کی تھی۔ تو

ملکہ صبح نے خلیفہ پر زور ڈال کر ہشام کو ولی عہد مقرر کر دیا۔

ملکہ صبح نہایت قابل، ہوشیار، زیرک اور عقلمند تھیں۔ وہ اس وقت کی سیاسیات سے بخوبی واقف تھیں۔ یہ جانتی تھیں۔ کہ کون شخص حکومت کا وفادار ہے۔ اور کس کی وفاداری پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا انہوں نے بعض اہم معاملات میں خلیفہ حکم کو ایسی صائب رائے دی۔ کہ پیچیدہ معاملات حل ہو گئے۔

اسی وقت سے وہ امور سلطنت میں دخل دینے لگیں۔ اس سے ان کا وقار وزراء اور اراکین سلطنت سب کے دلوں میں ہو گیا۔ انہوں نے یہ نہایت ہی دانشمندی کی۔ کہ محمد بن ابی عامر کو جو حضرت طارق بن زیاد فاتح اندلس کے خاندان میں تھے۔ اور نہایت قابل اور بڑے جنگ جو تھے۔ شاہزادہ ہشام کا اتالیق مقرر کرا دیا تھا۔

ماہ صفر ۳۶۶ھ میں خلیفہ حکم نے وفات پائی۔ چونکہ ہشام ولی عہد تھے۔ اس لئے وہ تخت نشین ہوئے۔ لیکن ان کی عمر اس وقت صرف گیارہ سال کی تھی۔ وہ نابالغ اور بچہ ہی تھے۔ اس لئے بعض لوگ ان کی خلافت کے خلاف ہو گئے۔ ان مخالفوں کے سرغنہ دو خواجہ سرا تھے۔ ان میں سے ایک کا نام فائق تھا۔ یہ شخص قصر سلطانی کی محافظ فوج کا افسر اور توشہ خانہ کا داروغہ تھا۔ کئی ہزار خواجہ سرا اس کی ماتحتی میں تھے۔

دوسرا خواجہ سرا جوذر تھا۔ جو شہر کا کوتوال تھا۔ اس سے تمام امرا

اور روز ساز شیں کرتے اور دبتے تھے۔ انہوں نے فتنہ انگیزی شروع کر دی۔ ادھر عیسائی حکومتیں جو اسلامی سلطنت کے شمال میں تھیں۔ یہ خیال کر کے ایک بچہ تخت پر بیٹھا ہے۔ اور اس کی مخالفت خود مسلمان ذمہ دار عہدہ دار کر رہے ہیں۔ سرکشی کرنے لگے۔ ان میں سے بعض حکومتوں نے اسلامی علاقہ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ اس وقت جعفر مصحفی وزیر اعظم تھے۔ یہ خلیفہ حکم ہی کے زمانہ سے اس عہدہ پر ممتاز چلے آتے تھے۔ نہایت ہوشیار اور بڑے وفادار تھے۔ لیکن اس وقت کو دیکھ کر وہ بھی گھبرا گئے۔ البتہ ملکہ صبح نہیں گھبرائیں۔ نہ ان کے استقلال میں فرق آیا۔

انہوں نے جعفر مصحفی وزیر اعظم کو بلا کر کہا تم مطلق نہ گھبراؤ۔ جو لوگ شر و فساد پر آمادہ ہیں۔ انہیں سزا دو۔ عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے فوجیں بھیجو۔ اگر مناسب سمجھو۔ تو محمد بن ابی عامر کو جو ہشام کے اتالیق تھے۔ اپنا شریک کار کر لو۔

جعفر وزیر اعظم نے محمد بن ابی عامر کو اپنا شریک کار بنا لیا۔ یہ نہایت مدبر اور بڑے ذی حوصلہ تھے۔ انہوں نے اس ہوشیاری اور خوش اسلوبی سے انتظام و انصرام کیا۔ کہ عوام خوش ہو گئے۔ انہوں نے فائق کو اس کے عہدہ سے معزول کر کے میورقہ میں جلاوطن کر دیا جہاں اس کی ساری سرکشی اور تمردی رخصت ہو گئی۔ اور گمنامی کی حالت میں وہ اسی جگہ فوت ہو گیا۔

جیذر سے استعفےٰ لے کر قرطبہ سے اسے نکال دیا۔ اور ان دونوں

کے ہوا خواہوں کو منتشر کر دیا۔ اس سے بغاوت کا اندیشہ فرو ہو گیا لیکن اس عرصہ میں عیسائی سلطنت لیون کے حکمران نے اسلامی علاقہ پر حملہ کر کے قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ ملکہ صبح کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو انہیں اس قدر جوش آیا۔ کہ وہ خود عیسائیوں کی تادیب و سرکوبی کے لئے لشکر لے کر روانہ ہونے کو تیار ہو گئیں۔ محمد بن ابی عامر نے بڑی مشکل سے انہیں سمجھا بجھا کر ان کا غصہ فرو کیا۔ انہوں نے محمد بن ابی عامر کو حکم دیا۔ کہ وہ لشکر لے جا کر عیسائیوں کی گوشمالی کریں۔ یہ کام یا تو جعفر وزیر اعظم کا تھا۔ یا غالب سپہ سالار کا۔ لیکن ملکہ نے ان دونوں کے بجائے محمد بن ابی عامر کو عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ محمد بن ابی عامر نے عیسائیوں پر یلغار کر کے الیناز پر دست حملہ کیا۔ کہ عیسائی بے شمار مارے گئے۔ بہت کم بھاگ کر اپنی جانیں سلامت لے جا سکے۔ لیون کے حکمران نے نہایت عاجزی اور ذلت سے معافی کی درخواست کی۔ محمد بن ابی عامر نے اس شرط پر معافی دینے کا اقرار کیا۔ کہ وہ تمام سابقہ خراج فوراً ادا کر دے۔ لیون کے حکمران نے خراج ادا کر دیا۔

محمد بن ابی عامر مظفر و منصور واپس آئے۔ ملکہ صبح نے ان کی بڑی عزت افزائی کی۔ چونکہ ملکہ صبح محمد بن ابی عامر پر زیادہ مہربانی کرنے لگی تھیں۔ اس لئے جعفر وزیر اعظم کو ناگوار ہوا۔ انہوں نے وزارت کے کاموں سے دست کشی کر لی۔ اس سے شہر کی پولیس بے خوف ہو گئی۔

Marfat.com

اس نے بدمعاشوں کی سرپرستی شروع کردی نتیجہ یہ ہوا کہ شہر میں چوریاں اور بدمعاشیاں ہونے لگیں۔ اور پھر شہر کا امن خطرہ میں پڑ گیا ملکہ صبح نے محمد بن ابی عامر کو قرطبہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ انہوں نے پولیس کے محکمہ میں اہم تبدیلیاں کر دیں۔ جن لوگوں نے بدمعاشوں کی سرپرستیاں کی تھیں۔ انہیں سخت سزائیں دیں۔ بدمعاشوں کو اس قدر ایذائیں دیں۔ کہ وہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس طرح چند ہی روز میں قرطبہ میں پھر امن و امان ہو گیا۔

جعفر وزیر اعظم نے غالب سپہ سالار کو اپنا ہمدرد بنانے کے لئے یہ چال چلی۔ کہ غالب کی حسین و پری جمال بیٹی اسمار نامی تھی۔ اس سے اپنے بیٹے کا عقد کرنا چاہا۔ محمد بن ابی بکر کو معلوم ہو گیا۔ انہوں نے ملکہ صبح سے کہا۔ کہ جعفر یہ رشتہ اس لئے کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ غالب کو اپنا طرفدار بنا کر سلطنت کے خلاف سازش کریں۔

ملکہ صبح نے غالب کو حکم دیا۔ کہ اپنی بیٹی کی شادی جعفر کے بیٹے سے نہ کریں۔ بلکہ محمد بن ابی عامر سے کریں۔ غالب نے خوشی سے منظور کر لیا چنانچہ محمد بن ابی عامر کی شادی اسمار کے ساتھ ہو گئی۔

ملکہ صبح جب تک زندہ رہیں۔ نہایت خوبی اور تندہی سے امور مملکت انجام دیتی رہیں۔ ان کی نگاہ سلطنت کے ہر شعبہ پر یکساں رہتی تھی۔ تمام مسلمان ان سے بہت خوش تھے۔ اور انہیں مادر مشفقہ کہا کرتے تھے۔

افسوس ہے۔ تاریخوں سے یہ پتہ نہیں چلتا۔ کہ اس اولوالعزم اور مدبر خاتون نے کب وفات پائی۔

رابطہ

رابطہ نام تھا۔ افسوس مورخین نے خواتین کے حالات لکھنے میں بہت ہی کوتاہ قلمی سے کام لیا ہے۔ رابطہ کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کس خاندان سے تھیں۔ کہاں کی رہنے والی تھیں۔ اور تو اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا۔ کہ ان کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا۔ البتہ نام سے یہ قیاس ہوتا ہے۔ کہ وہ عربی نژاد تھیں۔ بدقسمتی سے وہ مسیائی پادریوں کے قابو چڑھ گئیں۔ تاریخوں سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کن حالات نے انہیں پادریوں کی قید میں پہنچایا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ نہایت خوبصورت اور بڑی ہی شیریں ادا تھیں۔ جو انہیں دیکھتا تھا۔ ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

وہ تعلیم یافتہ تھیں۔ مذہبی امورات سے بخوبی واقف تھیں۔ اسلام کی شیدائی تھیں۔ پرہیزگار اور عبادت گذار تھیں۔ انہیں پادریوں نے ریاست لشکنس کے دارالریاست میں ایک کلیسا میں قید کر رکھا تھا۔

اور انہیں یہ ترغیب دی جاتی۔ کہ عیسائی ہو جائیں۔ اول اول انہیں زر و جواہر کا لالچ دیا لیکن وہ نہ مانیں تو بحث کرنے لگے۔ انہیں عیسائیوں کے مذہب سے بھی واقفیت تھی۔ بحث میں ہمیشہ وہ ہی جیت جاتیں۔ جب پادری ہر ممکن کوشش کر چکے۔ اور انہوں نے اسلام نہ چھوڑا تو پادریوں نے ناراض ہو کر انہیں قید کر دیا۔ اور طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔ بھوکا رکھتے۔ جاڑہ کے موسم میں کپڑا اوڑھنے کو نہ دیتے۔ وضو کے لئے پانی نہ دیتے۔ نماز پڑھنے سے روکتے۔

ان پادریوں کے بیوی بچے بھی تھے۔ ان کی کئی ایسی ہی نوجوان لڑکیاں تھیں جیسی رابطہ تھیں۔ یہ لڑکیاں بھی اپنے والدین کے ساتھ رابطہ کی ایذا دہی میں کوشش کرتیں۔ انہیں مطلق اس مسلم لڑکی پر رحم نہ آتا تھا۔ رابطہ صرف یہ دعا مانگا کرتی تھیں۔ کہ "الہٰی مجھے اپنی رحمت سے دور مت کر" کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے سنا۔ کہ منصور اعظم کے سفیر لشکنس میں آتے ہوئے ہیں۔

ریاست لشکنس اندلس کے شمال میں واقع تھی۔ اس وقت اندلس میں مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ اندلس کا اسلامی دارالسلطنت قرطبہ تھا۔ ریاست لشکنس دربار قرطبہ کی باجگذار تھی۔ اس وقت خلیفہ ہشام ثانی تھے۔ اور ان کے وزیر اعظم محمد بن ابی عامر تھے۔ محمد بن ابی عامر کا ذکر ملکہ صبح کے حالات میں بھی کیا گیا ہے۔ ہشام ثانی نے ان کی کارگزاریاں اور وفاداری دیکھ کر انہیں اپنا وزیر اعظم مقرر کر لیا تھا۔

اس وقت عیسائی حکومتوں نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ سرکشیاں اور چیرہ

دستیاں شروع کر دیں۔ محمد بن ابی عامر وزیر اعظم نے ان پر حملے کر کے ان کی گوشمالی شروع کر دی۔ انہوں نے جس قدر بھی جہاد کیئے۔ سب میں انہیں کامیابی ہوئی۔ اس لیئے انہیں خلیفہ اور عوام نے منصور اعظم کا خطاب دے دیا تھا۔ وہ تھے بھی نہایت ہی با اقبال۔ تاریخوں میں ان کے جہادوں کے مفصل حالات تحریر ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بچاس جہاد کیئے۔ اور ہر جہاد میں فتحیاب ہوئے۔ عیسائیوں پر ان کا اس قدر رعب و خوف طاری ہو گیا تھا۔ کہ جہاں ان کی آمد کی خبر سنی۔ اور اطاعت کے لیئے حاضر ہو گئے۔ انہیں منصور اعظم کا سفیر ریاست نشکنس میں کسی کام سے آیا تھا اس وقت ریاست نشکنس میں حکمران غرسیہ دگار (شیہ) تھا۔ اس نے منصور اعظم کے ایلچی کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ انہیں مشہور مقامات کی سیر کرائی۔ اتفاق سے ایک روز سفیر اس کلیسا کے قریب سے گذر رہا تھا۔ جس میں رلطبہ قید تھی۔

اگرچہ پادریوں نے یہ انتظام کر دیا تھا۔ کہ رلطبہ کلیسا سے باہر نہ آئے۔ لیکن نہ معلوم کس طرح وہ باہر نکل آئیں۔ اور جب کہ اسلامی سفیر کو دیکھنے کے لیئے عیسائی مردوں اور عورتوں کے ٹھٹ لگے تھے۔ اور پادری اور ان کے اہل و عیال بھی ہمہ تن تماشہ دیکھنے میں مصروف تھے۔ جب سفیر کی سواری کلیسا کے نزدیک آئی۔ تو رلطبہ نے "یا منصور" کا نعرہ مارا۔ اس نعرہ کو سنتے ہی پادریوں میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ جلدی سے رلطبہ کو دھکیلتے ہوئے کلیسا کے اندر لے گئے۔ سفیر نے اس طرف دیکھا۔ لیکن ان کی

کسی حرکت سے یہ بات ظاہر نہ ہوئی۔ کہ اس نے رابطہ کی آواز سن لی ہے جب وہ اپنی قیام گاہ پر پہنچا۔ تب اس نے اپنے ماتحت سپاہیوں کو استفسار حال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آکر بتایا۔ کہ کوئی مسلمان لڑکی پادریوں کے پاس کلیسا میں قید ہے۔ یہ سفیر کوئی نہایت ہی بزدل شخص تھا اگر وہ اسی وقت غرسیہ والئے نشکنس کے نوٹس میں یہ واقعہ لاتا۔ تو رابطہ کو آزاد کرا کر اپنے ساتھ لے جاتا۔ کیونکہ منصور اعظم کا اس قدر ہیبت عیسائیوں پر چھائی ہوئی تھی۔ کہ ان کا نام سن کر ہی کانپ جاتے تھے۔ غرسیہ ضرور رابطہ کو آزاد کرا دیتا لیکن سفیر نے کم ہمتی کی۔

جب یہ سفیر قرطبہ میں واپس آیا۔ اور اس نے ریاست نشکنس کے حالات بیان کرتے ہوئے رابطہ کے یا منصور کا نعرہ لگانے کا ذکر کیا۔ منصور نے اسی وقت کھڑے ہو کر کہا۔ لبیک یعنی میں حاضر ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے سفیر کو ملامت کی۔ کہ وہ اس مسلم لڑکی کو عیسائیوں کی قید میں چھوڑ کر کیوں چلا آیا۔ یا تو چھڑا کر لاتا۔ یا وہیں رہ کر مجھے اطلاع دیتا۔ انہوں نے سفیر کو یہ دھمکی دی۔ کہ اگر وہ مسلم لڑکی قتل کر دی گئی۔ یا مجھے نہ ملی۔ تو تجھے اور تیرے تمام اہل و عیال کو قید کر دوں گا۔ سفیر ڈر گیا۔ منصور اعظم اسی وقت لشکر لے کر نشکنس کی طرف روانہ ہو گئے۔

سفیر بھی ساتھ ہو لیا۔ جب منصور اعظم جوش و غضب میں بھرے ہوئے نشکنس کی حدود میں پہنچے۔ تو غرسیہ سہم گیا۔ نہایت عاجزی سے حاضر خدمت ہو کر دست بستہ عرض گذار ہوا کہ۔ اس غلام سے کیا خطا ہوئی۔ یہ

Marfat.com

تادیب کا ارادہ فرمایا ہے۔

منصور اعظم نے غضبناک ہو کر کہا۔ او مکار جھوٹے۔ تو نے وعدہ کیا تھا۔ کہ اپنی قلمرو میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو قید نہ رکھوں گا۔ لیکن معلوم ہوا ہے۔ کہ پادریوں نے کسی کلیسا میں ایک مسلمان لڑکی کو قید کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم میں یہ بات ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ عیسائیوں کے پاس کوئی مسلمان قید رہے۔

غرسیہ نے حلف اٹھایا۔ کہ اسے اس لڑکی کے قید ہونے کا بالکل علم نہیں ہے۔ اور درخواست کی۔ کہ تحقیقات کے لئے مہلت دی جائے۔ منصور اعظم نے مہلت دے دی۔ غرسیہ نے تحقیقات کی۔ تو پتہ چلا۔ کہ پادریوں نے ایک مسلمان لڑکی کو کلیسا میں قید کر رکھا ہے۔ غرسیہ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے اس کلیسا کے تمام پادریوں اور ان کے اہل و عیال کو گرفتار کر لیا۔ رابطہ کو آزاد کر کے ان کی دل دہی کی۔ انہیں زر نقد دے کر ان سے درخواست کی۔ کہ منصور اعظم سے اس کی سفارش کر دیں۔ انہوں نے منظور کر لیا۔ غرسیہ نے اس کلیسا کو بھی منہدم کرا دیا۔ اور اس میں سے جس قدر دولت نکلی۔ وہ سب اور پادریوں اور ان کے اہل و عیال کو اور رابطہ کو لے جا کر منصور اعظم کے سامنے پیش کر دیا۔

منصور اعظم نے رابطہ سے کہا۔ بیٹی مجھے معاف کر دے۔ میں تیرے حال سے بے خبر رہا۔ رابطہ نے کہا۔ اس میں آپ کی کیا غلطی ہے۔ آپ کو خبر ہی نہ تھی۔ میں آپ کی مشکور ہوں۔ کہ آپ نے میرے لئے اس قدر

Marfat.com

زحمت برداشت کی۔

رابطہ نے عزسیہ کی سفارش کی۔ اور منصور اعظم کو بتایا۔ کہ عزسیہ کو میرے قید ہونے کا بالکل علم نہ تھا۔ اس نے ان پادریوں اور ان کے بیوی بچوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ جنہوں نے مجھے قید کر کے مجھ پر سختیاں کی تھیں۔ اور اس کلیسا کو بھی منہدم کر دیا ہے۔ جس میں مجھے قید رکھا گیا تھا۔

منصور اعظم نے عزسیہ سے کوئی باز پرس نہیں کی۔ اسے معاف کر دیا۔ اور وہاں سے لوٹ آئے۔ قرطبہ میں آکر منصور اعظم نے وہ تمام دولت جو کلیسا سے برآمد ہوئی تھی۔ اور عزسیہ نے انہیں دی تھی۔ اور پادریوں اور ان کے اہل و عیال کو رابطہ کو دے دیا۔ اب وقت تھا۔ کہ رابطہ ان سنگدلوں سے اپنا انتقام لیتیں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اسلامی روایات کے مطابق انہیں معاف کر دیا۔ ان کی بڑی خاطر مدارات کی۔ اور انہیں آزاد کر کے وطن واپس جانے کی اجازت دے دی۔ ان کی اس نیک دلی کا پادریوں پر ایسا اثر ہوا۔ کہ وہ سب مع اہل و عیال کے مسلمان ہو گئے۔

جہاں منصور اعظم کی اخوت و ہمدردی اور جوشِ اسلام و جوش جہاد کا ذکر تاریخوں میں ہے۔ وہاں رابطہ کے ضبط و استقلال دینداری و پرہیزگاری نیک دلی اور حمیت اسلامی کا بھی تذکرہ ہے۔ نہ اسلام دنیا میں اس خلق و محبت اور اسلامی شاندار روایات کی وجہ سے پھیلا۔ نہ کہ تلوار کے زور سے۔

منصور اعظم نے ایک عہدہ دار سے رابطہ کی شادی کر دی۔ اور وہ عرصہ تک قید و بند کی سختیاں برداشت کرنے کے بعد آرام و اطمینان

Marfat.com

سے زندگی بسر کرنے لگیں۔ جب انہیں خدا نے دولت دی۔ تو انہوں نے اس دولت سے کئی مسلم قیدیوں کو عیسائیوں کی قید سے چھڑانے میں صرف کیا۔ ایسی نیک بیبیوں کا نام ہمیشہ سر بلند رہا ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ جن کا ذکر تاریخی اوراق میں نیک نامی کے ساتھ آجاتے۔ ان کی عزت کا کیا ٹھکانا۔ ایسی ہی خواتین سے اسلام اور مسلمانوں کا سر بلند ہے۔

افسوس ہے۔ مورخین نے یہ نہیں لکھا۔ کہ یہ پاک نہاد خاتون قید سے آزادی کے بعد کتنے دنوں تک زندہ رہیں۔ اور انہوں نے کب اور کہاں وفات پائی۔

مشرق کی حور مصنفہ مولینا محمد صادق حسین صدیقی

جس میں درندہ صفت عیسائیوں کی تباہ کاریاں، مسلمانوں کی بے کسی اور مظلومی۔ اسلامی ہیرو سلطان صلاح الدین غازی اور عیسائی فرمانرواؤں کی متحدہ یلغار خونریز جنگ۔ مسلمانوں کے بہادرانہ کارنامے۔ اور عیسائیوں کے ظالمانہ ظلم وستم۔ کتاب کا ہر اک باب جنگی کارناموں سے بھرا پڑا ہے۔ جن کے پڑھنے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قیمت صرف تین روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور (پاکستان)

Marfat.com

حفصۃ الرکبینہ

حفصۃ الرکبینہ نہایت پاک باطن نیک نہاد، ذی علم و ذی لیاقت، اور دیندار و پرہیزگار خاتون تھیں۔ وہ نہایت خوب صورت، خوش اندام اور جامہ زیب تھیں۔ ان کی آواز نہایت صاف سریلی اور دلکش تھی۔ اس وقت فصاحت و بلاغت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ وہ جب تقریر کرتی تھیں۔ تو سننے والے نقش حیرت بن جاتے تھے۔ وہ عہد موحدین میں تھیں۔ ابو یوسف منصور باللہ کے زمانہ میں اندلس کے مشہور شہر اشبیلیہ میں ۵۸۶ھ میں اپنے وطن سے آکر مقیم ہوئیں۔ یہ زمانہ ان کے عین شباب کا زمانہ تھا۔ وہ ان فخر قوم خواتین میں تھیں۔ جن کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ اور جنہیں مورخوں نے فخر النسا کا لقب دیا ہے۔

الموحدین کی حکومت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت نے جو ابن تومرت کے نام سے مشہور ہے ۵۱۰ھ میں مراقش میں قائم کی تھی۔ ابن تومرت نے ۵۲۴ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد عبدالمومن بن علی ان کے جانشین ہوئے۔ ابن تومرت علامہ دہر تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ

Marfat.com

ملیہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو جو تعلیم دی۔ اس کا لب لباب یہ تھا۔ کہ خدائے تعالے واحد کامل ہے۔ اس کی کوئی صفت اسکی ذات سے جدا نہیں ہے۔ اس لئے ان کے مریدین موحدین کہلاتے ہیں۔ اور انہوں نے جو سلطنت قائم کی۔ وہ "الموحدین" کے نام سے مشہور ہوئی۔ انہوں نے پھر اسلام کی سادگی کو زندہ کیا۔ زیب وزینت کی تمام چیزوں اور سارے تکلفات کو اپنے مریدین کے لئے ناجائز قرار دے دیا۔ ایک دفعہ قرون اولے کی سی سادگی کا منظر پھر لوگوں کے سامنے آگیا۔

عبدالمومن نے مراقش میں امن وامان قائم کر کے اندلس پر چڑھائی کی۔ اور اسے فتح کر لیا۔ انہوں نے اشبلیہ میں جو بحرہ روم کے ساحل پر واقع ہے۔ قیام کر کے اسے رشکِ بغداد و قرطبہ بنا دیا۔ انہوں نے ۵۵۸ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے ابو یعقوب یوسف بادشاہ ہوتے۔ انہوں نے عیسائیوں سے کئی جہاد کئے۔ اور ہر جہاد میں کامیابی حاصل کر کے عیسائی سلطنتوں پر مسلمانوں کی پھر دھاک بٹھا دی۔ انہوں نے ۵۸۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے بیٹے ابو یوسف منصور باللہ تخت نشین ہوئے۔ وہ مراقش ہی چلے گئے۔ اور اندلس میں اپنا نائب یا گورنر محمد کو مقرر کیا۔ ان کے عہد میں حفصتہ المرکینہ تھی۔

حفصتہ المرکینہ صاحبِ علم وفضل اور خوش الحان مقررہ ہونے کے ساتھ ساتھ دولت مند بھی تھیں۔ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ اپنی دولت غریبوں اور مسکینوں کی غور وپرداخت میں خرچ کیا کرتی تھیں۔

ان کے علم و فضل، اور زہد و اتقا کی وجہ سے اندلس کے مسلمان ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کی دینداری کا شہرہ صرف اندلس ہی میں نہیں۔ بلکہ مراقش تک پہنچ گیا تھا۔

اس زمانہ میں صلیبی جہاد شروع ہو گیا تھا۔ پوپ نے عیسائیوں میں جہاد کا اعلان کر کے عیسائی دنیا میں جوش و جنگ کی روح پھونک دی تھی۔ پر جوش عیسائی اقصائے یورپ سے کھنچ کھنچ کر غازی ملت سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں جا رہے تھے۔ یہ ایسے وحشی اور خونخوار تھے۔ کہ جس طرف سے گزرتے تھے۔ اسلامی علاقہ کو تاراج و تباہ کر دیتے تھے۔ اتفاق سے فلیمش اور انگریز نوابوں کی جمعیت عیسائی مجاہدین کی بھاری تعداد کے ساتھ فلسطین کی طرف جا رہی تھی۔ پرتگال کے عیسائی بادشاہ نے انہیں اپنا مہمان بنا کر اندلس کے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ وہ تو خدا سے یہ چاہتے تھے۔ انہوں نے اسلامی علاقہ پر حملہ کر کے ریسے، دورا، بیجا اور سلویس کو تاراج و تباہ کر ڈالا۔ اپنی جبلی بے رحمانہ اور وحشیانہ بربریت سے ان شہروں کے مسلمان مردوں عورتوں اور بچوں کو نہایت سفاکی اور بیدردی و رقابت قلبی سے ذبح کر ڈالا۔ عورتوں کی بے حرمتی کی۔ بچوں کو بڑی ایذائیں دے کر مارا۔ اور جو مرد اور عورتیں زندہ بچے انہیں غلام اور کنیزیں بنا لیا۔

جب اہل اندلس کو اس حشر خیزی کی اطلاع ہوئی۔ تو انہیں بڑا رنج ہوا حفصۃ ام کبینہ نے سنا۔ تو جوش و غضب سے سرخ ہو گئیں۔ انہوں نے فوراً

Marfat.com

اشبیلہ میں جلسہ کرکے ایسی پرجوش اور جوشیلی تقریر کی۔ کہ لوگوں کے دلوں میں غیظ و غضب کا طوفان امڈ آیا۔ اس کے بعد انہوں نے اندلس کے کئی بڑے بڑے شہروں میں ہزاروں لوگوں کے مجمع میں تقریریں کیں۔ تقریر کرنے کے وقت ان کا چہرہ کھلا رہتا تھا۔ لوگوں کے دلوں پر ان کی تقریر کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ وہ جب تک تقریر کرتی رہتیں۔ لوگ سکون سے بیٹھے سنا کرتے تھے۔ جب رے، دورا، بیجا اور سلولیس کی تاراجی اور عیسائیوں کے مظالم کا ذکر کرتیں۔ تو لوگوں کے دل جوش و غضب سے بھر جاتے۔ انہوں نے مسلمانوں میں جوش کی روح پھونک دی۔ انہیں بے رحم عیسائیوں سے انتقام لینے پر آمادہ کردیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ابو یوسف منصور باللہ کو مراکش میں لکھا۔

اے امیر المومنین! عیسائی درندوں نے رے، دورا، بیجا اور سلولیس کے مسلمانوں کو ذبح کر ڈالا۔ کیا ان مظلوموں کی چیخیں آپ کے کانوں تک نہیں پہنچیں۔ آپ سلطان ہیں۔ قیامت کے روز اس مسلمانوں کے بیدردانہ قتل کے متعلق کیا جواب دیں گے۔

ابو یوسف منصور باللہ نے جواب میں لکھا۔ محترم خاتون! تمہارے ذریعہ سے مسلمانوں کی دردناک چیخوں کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی ہے۔ اب انشاء اللہ تم عیسائیوں کے چیخنے کی آوازیں سنو گی۔

چنانچہ ابو یوسف منصور باللہ نے قرطبہ کے گورنر محمد کو لکھا۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ تمہارے سامنے عیسائیوں نے درندگی کی۔ اور تم مسلمانوں کی

دردناک چیخوں کی آواز نہ سن سکے۔ خدا حفصۃ المرکینہ پر اپنی رحمتیں نازل کرے اس نے یہ چیخیں سنیں۔ اور میرے کانوں تک پہنچائیں۔ اب میرے کان عیسائیوں کی آہ و بکا کی آوازیں سننے کے منتظر ہیں۔ اگر تم وحشی عیسائیوں سے مسلمانوں کی بے حرمتی کا انتقام نہ لے سکو۔ تو میدانِ جنگ میں اپنی جان دے دو۔

محمد نے جو کچھ فوج ان کے ساتھ تھی۔ اسے تیار کیا۔ کچھ وہ لوگ جو حفصۃ المراکین کی تقریروں سے متاثر ہوتے تھے۔ جہاد کی نیت سے ان کے ساتھ ہوئے۔ غرض محمد نے اسی جمعیت سے سولیس پر چڑھائی کی اس وقت قلمیش انگریزوں اور پرتگالیوں کی بھاری فوجیں وہاں موجود تھیں۔ وہ لوگ اور اسلامی شہروں پر حملہ کرنے کی تجویز کر رہے تھے۔ دفعتہً محمد کا لشکر ان کے سامنے پہنچ گیا۔ مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ عیسائیوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ مسلمان نہایت جوش سے لڑے۔ بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی پرجوش مسلمانوں نے عیسائیوں کی صفیں کی صفیں کاٹ ڈالیں۔ بزدل عیسائی بری طرح قتل ہوئے۔ موت کی اس قدر گرم بازاری ہوئی۔ کہ عیسائیوں کی ساری فوجیں میدانِ جنگ میں کھیت رہیں۔ بہت کم عیسائی اپنی جانیں بچا کر لے جا سکے۔

اب محمد نے آگے بڑھ کر پرتگال کی عیسائی سلطنت پر حملہ کر دیا۔ جو فلمیش اور انگریز باقی بچ گئے تھے۔ ان پر مسلمانوں کا ایسا رعب طاری ہو گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کی پرتگال پر حملہ آوری کی خبر سنتے ہی اپنے وطنوں کو بھاگ کھڑے ہوئے سلطنت پرتگال نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے لشکر بھیجا مسلمانوں نے

Marfat.com

اس لشکر کو بھی ذبح کر ڈالا۔ صرف چند آدمی شکست کی خبر سنانے کیلئے بھاگ کر بچ سکے چونکہ مسلمانوں کو بڑا جوش تھا۔ اس لئے انہوں نے عیسائی بستیوں اور شہروں پر حملہ کر دیا۔ جو آبادی سامنے آئی۔ اسے تاراج کر ڈالا۔ بے شمار عیسائیوں کو موت کی گود میں پھینک دیا۔ لاتعداد مردوں، عورتوں اور بچوں کو قید کر کے۔ مالِ غنیمت اس قدر ہاتھ آیا۔ کہ فوج کا ہر سپاہی مالدار ہو گیا۔

جب یہ فتحمند لشکر واپس ہوا۔ تو چودہ ہزار مرد قیدی تھے۔ جو زنجیروں میں جکڑے ہوتے تھے۔ اور پندرہ ہزار عیسائی نازآفرین پریجمال عورتیں اور لڑکیاں تھیں۔ بچوں کی بھی بھاری تعداد تھی۔ محمد نے ان قیدیوں کو اول قرطبہ میں تشہیر کیا۔ اور پھر اندلس اور افریقہ کے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ اس سے پرتگال میں کہرام مچ گیا۔ اور وہاں کے گھر گھر سے آہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں۔ اس طرح سلطان منصور باللہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

منصور باللہ نے حفصۃ المرکینہ کو لکھا۔ میں نے عیسائیوں کی آہ و بکا کی آواز یہاں مراقش میں بیٹھ کر سنی ہیں۔ تم نے بھی ضرور سنی ہونگی۔ یقین ہے۔ اس سے تمہارے بے چین دل کو قرار آ گیا ہو گا۔

حفصۃ المرکینہ نے سلطان منصور باللہ کا شکریہ ادا کیا۔ عرصہ تک اندلس اور مراقش میں ان کا تذکرہ ہوتا رہا۔ ہندوستان کے علماء اور مسلمان غدا جانے حفصۃ المرکینہ کے بے نقاب ہو کر تقریریں کرنے پر کیا فتوے دیتے۔ لیکن اندلس کے عالموں اور مسلمانوں نے ان کے جوشِ حمیت کی بڑی تعریف کی۔ اور وہاں کے علماء اپنی تقریروں میں کہا کرتے تھے۔ کہ حفصۃ المرکینہ کی تقلید کرو۔

Marfat.com

(ایشیائے کوچک)

نیلوفر

(یہ ایک عیسائی خاتون تھیں۔ ان کا اصل نام شاہزادی تھیوڈورا تھا۔ ان کے باپ کا نام عمانویل تھا۔ وہ قیزی حصار کا فرماں روا تھا۔ اس زمانہ میں قسطنطنیہ کا رومی بادشاہ اینڈرونیکوس تھا جس کی ماتحتی میں بہت سے حکمران تھے) جو تکفور کہلاتے تھے۔ ان میں ایک قیزی حصار کا حکمران عمانویل بھی تھا۔

تھیوڈورا نہایت حسین و جمیل، نازک ادا نازک اندام تھیں۔ ان کے حسن و جمال کی اطراف عالم میں شہرت ہو گئی تھی۔ بہت سے عیسائی امراء۔ شاہزادے اور فرمانروا ان سے عقد کی تمنا رکھتے تھے۔ جرمن تیا کا شاہزادہ کوسہ میخائیل بھی ان پر فریفتہ تھا۔ لیکن تھیوڈورا کو اس وقت تک کوئی عیسائی بھی پسند نہیں آیا تھا۔ انہوں نے خواب دیکھا۔ کہ کوئی بزرگ ان سے کہہ رہے ہیں۔ کہ تیرا منگیتر کوہ الپس پر موجود ہے۔ وہ اگلے ہی روز باپ سے سیر و شکار کی اجازت لے کر پہاڑ کی طرف روانہ ہوئیں۔ کوہ الپس پر پہنچ کر

Marfat.com

ان کی ملاقات شاہزادہ ادرخاں سے ہوئی۔

ادرخاں ایک ترکی شاہزادہ تھے۔ ان کے باپ عثمان خاں تھے۔ جو بروصہ کے بادشاہ تھے۔ اور جنہوں نے اپنے قوت بازو سے یہ سلطنت حاصل کی تھی۔ یہی وہ عثمان خاں ہیں۔ جنہوں نے سلطنت عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔ اور جن کی وجہ سے ترکی بادشاہوں کو سلاطین عثمانیہ کہا جاتا ہے۔

چونکہ عثمان خاں سے رومی شہنشاہ اینڈرونیقوس عداوت رکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اس نئی اسلامی سلطنت کو مٹانے کے لئے عثمان خاں پر کئی مرتبہ چڑھائی کی۔ لیکن ہر مرتبہ زک اٹھائی۔ عثمان خاں نے اپنی سلطنت اور قوت کو مضبوط کرنے کے لئے قرب وجوار کے عیسائی حکمرانوں پر جو تکفور کہلاتے تھے۔ حملے کرنے شروع کر دئے۔

چونکہ خدا ان کا مددگار تھا۔ اس لئے وہ ہر مہم میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے عیسائیوں کو شکستیں دے کر ان کے ممالک پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو بڑھالیا۔ جو عیسائی حکمران ابھی باقی رہ گئے تھے۔ وہ ان سے سخت دشمنی رکھنے لگے تھے۔ شہزادی تھیوڈورا کا باپ مائیکل بھی ان سے بڑی عداوت رکھتا تھا۔ جب تھیوڈورا نے شاہزادہ ادرخاں کو دیکھا۔ تو وہ ان پر ہزار جان سے فریفتہ ہو گئیں۔ شاہزادہ ادرخاں بھی ان پر مفتوں ہو گئے۔ شاہزادی نے ان کی دعوت کی۔ اور وہ ان کے قیام گاہ پر کھانا کھانے چلے آتے۔ اسی رات کو جب کہ دعوت ہو رہی تھی۔ کوسہ میخائیل وہاں آگیا۔ اس نے شاہزادہ ادرخاں کو پہچان کر گرفتار کر لیا۔ شاہزادی تھیوڈورا کو جب ادرخاں

Marfat.com

کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ بے چین ہو گئیں۔ انہوں نے کوسہ میخائیل سے بتایا۔ کہ وہ ادرخان سے محبت کرنے لگی ہیں۔ اور ان کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتیں۔ انہوں نے اپنی داستان کچھ ایسے دردناک لہجہ میں بیان کی۔ کہ کوسہ میخائیل کو ان پر رحم آگیا۔ انہوں نے اس معاملہ میں ان کی مدد کرنے کا وعدہ کیا۔ اور انہیں اپنی منہ بولی بہن بنا لیا۔ انہوں نے شاہزادہ ادرخان کو گرفتار کر کے قیری حصار عمانوئیل کے پاس بھیج دیا تھا۔ کوسہ میخائیل نے انہیں راستہ ہی میں جا کر رہا کر دینے کی کوشش کی۔ لیکن شاہزادہ عمانوئیل کے پاس پہنچ چکے تھے۔ اور اس نے انہیں قید کر دیا تھا۔

شاہزادی تھیوڈورا کو بڑا صدمہ ہوا۔ وہ بھی قیری حصار میں واپس آگئے اور کوسہ میخائیل دونوں شاہزادہ کی رہائی کی کوشش کرتی رہیں لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اس عرصہ میں عمانوئیل نے شاہزادی تھیوڈورا کی شادی رومیلیا کے بادشاہ بالوس کے ساتھ ٹھہرا کر نکاح کی تاریخ مقرر کر دی۔ بہت سے عیسائی حکمرانوں کو دعوت نامے بھیج دیئے۔ قیصر اینڈرونیقوس کو بھی بلایا۔ اور اسے خفیہ طور پر حکم دیا۔ کہ ادرخان کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور عثمان خان کو گرفتار کرنے کے لئے جال بچھا دیا گیا ہے۔

عمانوئیل نے عثمان خان کو بھی مدعو کیا۔ اور انہیں لکھا۔ کہ آپ کے شریک ہونے سے میری بڑی عزت افزائی ہو گی۔ شاہزادہ ادرخان بغرض سیاحت اس طرف آئے ہوئے تھے۔ انہیں بھی شادی میں شرکت کی غرض سے روک لیا گیا ہے۔

شاہزادی تھیوڈورا کو اپنی شادی کی خبر سن کر بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے کوسہ میخائیل سے اپنے غم کی داستان بیان کی۔ کوسہ میخائیل نے انہیں تسلی دی۔ اور عثمان خاں کو ادرخاں کی گرفتاری اور عمانوئیل کی مکاری کی اطلاع دی۔ عثمان خاں کو بیٹے کے قید ہو جانے کا بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے عمانوئیل کے مکر کے جال کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔

عمانوئیل نے ۱۳؍اپریل ۱۲۹۹ء مطابق ۶۹۹ھ شادی کی تاریخ مقرر کی تھی۔ قیصری حصار میں مہمانوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ بہت سے حکمران اپنے ساتھ لشکر لے کر آ گئے۔ اینڈرونیکوس بھی آ گیا۔ کچھ عرب بھی گھوڑے کر تجارت کے لئے آ پہنچے۔

پادریوں کی بھاری جمعیت بھی اپنے مخصوص لباس میں ملبوس آ پہنچی عثمان خاں بھی تھوڑا سا لشکر لے کر آ پہنچے۔ کوسہ میخائیل نے ان سے تمام روئیداد بیان کر دی۔ عثمان خاں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اور اس سے کہا کہ وہ شاہزادی کو تسلی دیں۔ میں عین عقد کے وقت مناسب کارروائی کروں گا۔ وہ کسی قسم کا اندیشہ نہ کریں۔ گرجہ میں چلی آئیں۔

عیسائیوں میں دستور ہے۔ کہ نکاح گرجہ میں ہوتا ہے۔ دولھا دلہن اور مہمان سب گرجہ میں جاتے ہیں۔ چنانچہ عقد کے روز شاہزادی تھیوڈورا بالوس، عمانوئیل، کوسہ میخائیل، قیصر اینڈرونیکوس، تمام دوسرے فرمانروا اور سارے پادری گرجہ میں جمع ہو گئے۔ گرجہ کے چاروں طرف عیسائی فوجی دستے پھیل گئے۔ فوجی افسران گرجہ کے اندر جا پہنچے۔ غازی

عثمان خاں بھی اپنے چند فوجی افسروں کو لے کر گرجے میں داخل ہوئے۔ عیسائیوں نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ گنتی کے چند مسلمانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ غازی عثمان خاں نے عمانوئیل سے پوچھا کہ اور خاں کہاں ہیں؟

عمانوئیل نے نہایت درشت لہجے میں نامعقول جواب دیا۔ اور اپنے معتمدوں اور افسروں کو عثمان خاں کو گرفتار کر لینے کا اشارہ کیا۔ وہ تلواریں سونت کر بڑھے۔ عثمان خاں نے تلوار نکال کر عیسائیوں کو ڈپٹتے ہوئے کہا خبردار اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ تمہارے چاروں طرف تلواروں کا حصار ہے۔ عیسائی مرعوب ہو کر اپنی جگہ پر رک گئے۔ انہوں نے چاروں طرف دیکھا گرجے کے اس وسیع کمرہ میں دیواروں سے لگی ہوئی پادریوں کی پلٹن کھڑی تھی۔ جو موٹے اونی جبے پہنے ہوئے تھے۔ یہ جبے ٹخنوں تک لمبے تھے کمر میں سفید ریشم کی ڈوروں سے بندھی تھی۔ جن میں گچھے لٹکے ہوئے تھے سینوں پر سرخ ریشم کی صلیبیں کڑھی ہوئی تھیں۔ انہیں وہاں ایک بھی تلوار نظر نہ آئی۔ انہوں نے پھر بڑھنا چاہا۔ لیکن وہ پھر ٹھٹک گئے۔ انہوں نے سنا غازی عثمان خاں عمانوئیل سے کہہ رہے تھے۔ دغاباز! کیا تو نہیں جانتا۔ کہ جو شخص مکر کرتا ہے۔ اس کا مکر اسی پر الٹ کر پڑتا ہے۔ تو نے اپنے ہاتھ سے اپنی قبر تیار کی۔ نہ سوچا۔ کہ ان مسلمانوں سے ٹکر لے رہا ہے۔ جن کا مددگار خدا ہے۔ جو دغاباز وں کے فریب کو فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

عمانوئیل نے ہنس کر کہا۔ لیکن تم نہ پہنچے۔ اور اپنی موت کے جال میں

خود ہی کھینچ کر چلے آئے۔ عثمان خاں نے کہا پہنچ گیا۔ اور میں نے تمہارے مکر کے جال کو توڑ ڈالا۔

عمانوئیل نے پھر اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ وہ پھر بڑھے۔ اب عثمان خاں نے کہا۔ اگر تم میری حیرتناک کارروائی دیکھنا ہی چاہتے ہو۔ تو دیکھو۔
اب انہوں نے کہا اسلام کے جاں نثارو! در و دیوار سے نکل کر دشمنوں پر اپنی ہیبت بٹھا دو۔

عیسائیوں نے حیرت سے دیکھا۔ کہ تمام پادریوں نے اپنے جبے اتار کر پھینک دیئے۔ اب جو دیکھا۔ تو وہ ترکی لباس پہنے ہوئے ترک تھے۔ جو سب مسلح تھے۔ انہوں نے میانوں سے تلواریں کھینچ لیں۔ اسقدر ترکوں کو برہنہ تلواریں لئے دیکھ کر عیسائیوں کے حواس جاتے رہے۔ غازی عثمان خاں نے عیسائیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ کوئی عیسائی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ مجھے امید ہے۔ کہ تم اس مقدس مقام کو میدانِ جنگ نہ بناؤ گے تم سب ہتھیار ڈال دو۔ اگر تم میں سے کسی نے ذرا بھی مزاحمت کی۔ تو اس کا سر اڑا دیا جائے گا۔

عیسائیوں پر مسلمانوں کی ہیبت چھا گئی۔ انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ محفل عروسی بزم ماتم بن گئی۔ غازی عثمان خاں شہزادی ہنیوڈ ورلک کے پاس پہنچے۔ وہ اس وقت دلہن بنی ہوئی تھیں۔ نہایت بیش قیمت کپڑے اور جواہرات کے زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ ایک تو وہ تھیں ہی بہت زیادہ خوبصورت اور اس لباس اور ان

زیورات نے انہیں رشک حور بنا دیا تھا۔ ان کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آنکھوں میں بجلیاں سی بھری تھیں۔ عثمان خاں نے کہا بیٹی تم نہ گھبرانا

شاہزادی تھیوڈورا نے کہا۔ میری ایک درخواست ہے۔

عثمان خاں۔ کہو ہم منظور کریں گے۔

شاہزادی۔ میرے باپ اور قیصر اینڈرونیوس کو گرفتار نہ کیجئے۔

عثمان خاں۔ منظور ہے۔

عثمان خاں نے عمانوئل اور اینڈرونیوس سے کہا۔ اگر میں تمہیں گرفتار نہ کروں۔ تو کیا تم وعدہ کرتے ہو۔ کہ مجھ سے نہ لڑو گے۔

دونوں نے نہ لڑنے کا اقرار کیا۔ عثمان خاں نے انہیں گرجہ سے چلے جانے کی اجازت دے دی وہ چلے گئے۔ باقی سب لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ صرف کوسہ میخائیل کو آزادی دی گئی۔ غازی عثمان خاں نے کوسہ میخائیل کا پھر شکریہ ادا کیا۔ شاہزادی تھیوڈورا نے بڑی سرگرمی سے شکریہ ادا کیا۔ غازی عثمان خاں قیدیوں اور شاہزادی کو ساتھ لے کر گرجہ سے باہر نکلے۔

عمانوئل اور اینڈرونیوس نے بدعہدی کی۔ جوں ہی غازی عثمان خاں اور ان کے ساتھی گرجہ سے باہر آئے۔ ان دونوں بدعہد اور مکاروں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ عثمان خاں کے ساتھ بہت ہی کم جمعیت تھی عیسائیوں کا عظیم الشان لشکر تھا لیکن مسلمانوں نے استقلال سے ان کا مقابلہ کیا۔

شاہزادی تھیوڈورا نے عمانوئل سے کہا۔ پیارے باپ تم نے عہد شکنی

Marfat.com

کرکے بڑی غلطی کی ہے۔

لیکن عمانوئیل پر ان کی فہمائش کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جنگ شروع ہو گئی عثمان خاں کا لشکر بھی آکر شریک جنگ ہو گیا۔ اور گھوڑوں کے عرب سوداگر بھی آکر لڑنے لگے۔ مسلمانوں نے بیشمار عیسائیوں کو مار ڈالا۔ آخر عیسائی شکست کھا کر بھاگے۔ عمانوئل، بالوس اور اینڈرونیقوس اور دوسرے وہ حکمران جو گرجے سے باہر رہ گئے تھے۔ اور قید نہیں ہوئے تھے۔ بدحواس ہو کر بھاگے۔

قیری حصار پر غازی عثمان خاں نے قبضہ کر لیا۔ شاہزادہ ادرخاں کو قید خانہ سے نکالا۔ مال غنیمت اور شاہزادی تھیوڈورا کو ساتھ لے کر بروصہ میں واپس آگئے۔ یہاں آکر شاہزادی مسلمان ہو گئیں۔ غازی عثمان خاں نے ان کی شادی اپنے بیٹے ادرخاں کے ساتھ کر دی۔ اور شاہزادی کی بے مثل خوبصورتی کی وجہ سے انہیں شاہزادی نیلوفر کا خطاب دیا۔ شاہزادی نیلوفر نے اسلامی تعلیم حاصل کی۔ انہیں قرآن شریف سے ایسا عشق ہو گیا۔ کہ وہ دن میں دو مرتبہ ایک صبح کے وقت اور دوسرے عصر کے وقت ضرور اس کی تلاوت کرتیں۔ وہ اکثر کہا کرتی تھیں۔ خدا نے مجھ پر بڑا احسان کیا۔ کہ مجھے دولت اسلام عطا فرمائی جب تک میں عیسائی رہی اندھیرے میں پڑی رہی۔ مسلمان ہو کر روشنی میں آئی ہوں۔

انہوں نے علماء کی ایک جمعیت کو تبلیغ پر مامور کر کے انہیں حکم دیا کہ وہ عیسائیوں میں اسلام کی تبلیغ کریں۔ ان کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات

Marfat.com

کی خود کفیل ہوئیں۔ غازی عثمان خاں انہیں جو ماہانہ وظیفہ دیتے تھے۔ وہ سب اسی تبلیغ کے نیک کام میں خرچ کر ڈالتی تھیں۔ جو عیسائی مسلمان ہو کر ان کے پاس آجاتے تھے۔ ان کی بڑی مدارات کرتی تھیں۔ غازی عثمان خاں سے سفارش کر کے ان میں سے جو جس قابل ہوتا۔ ایسا ہی عہدہ دلوا دیتیں۔ ان کی کوشش سے بہت سے عیسائی مرد اور عورتیں مسلمان ہو گئیں۔

رمضان کے ایام میں وہ خود روزہ رکھتیں۔ اور دوسروں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دیتیں۔ غریبوں اور مسکینوں کے لئے افطاری اور سحری کا انتظام اپنے خرچ سے کرتیں۔ انہوں نے ایک یتیم خانہ بھی جاری کر دیا تھا۔ اس یتیم خانہ میں ہر طبقہ کے یتیم بچے پرورش پاتے تھے۔ شاہزادی نیلوفر اس یتیم خانہ کی خود نگرانی کرتی تھیں۔

غرض شاہزادی نیلوفر نے اپنی تمام عمر نیک کاموں میں صرف کر دی۔ بقول تاریخ عثمانیہ کے مصنف کے نیلوفر کے نیک کاموں کے آثار بروصہ کے اطراف میں اب تک موجود ہیں۔ اس نیک بی بی کا نام ترکوں میں آج تک بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ شاہزادی نیلوفر کے بطن سے تین بیٹے سلیمان خاں مراد خاں اور خدا وندگار ہوئے۔ ان میں سے سلیمان خاں عین جوانی کے عالم میں فوت ہو گئے۔ مراد خاں اورخان خاں کے بعد تخت نشین ہوئے ترک سلاطین کی نسل شاہزادی نیلوفر کے بیٹے مراد خاں سے چلی۔

Marfat.com

سلطانہ صفیہ

اس کے اصل نام کا مورخین کو پتہ نہیں۔ تاریخوں کی ورق گردانی سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ وینس کے ایک امیر اور شریف خاندان بفو کی لڑکی تھیں۔ بعض مورخین نے اس خاندانی نام بفو سے دھوکہ کھا کر اس کا نام بھی بفو لکھ دیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ وہ خاندان بفو کی لڑکی تھیں۔

یہ لڑکی نہایت ہی حور جمال اور پری چہرہ تھی۔ اس کے حسن عالم افروز کا چرچہ وینس سے لے کر تمام یورپ میں پھیل گیا تھا۔ کئی پادری، کئی شہزادے اور سینکڑوں امیرزادے اس پر بری طرح مفتون تھے۔ اس کی صورت میں کچھ ایسی جاذبیت اور دلکشی تھی۔ کہ اس بت طناز کو جو ایک نظر دیکھ لیتا۔ وہ ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہو جاتا تھا۔ بہت سے مشہور مصوروں نے اس کی تصویریں عجب عجب انداز میں کھینچی تھیں۔ یہ تصویریں جب یورپ میں پہنچیں۔ تو ہاتھوں ہاتھ لی گئیں۔ اور بھاری قیمت پر فروخت ہو گئیں۔ ان تصویروں نے اسے اور بھی مشہور کر دیا۔ بہت سے لوگ تو ان تصویروں کو دیکھ کر ہی

Marfat.com

اس کے عاشق ہو گئے تھے۔ ان میں سے جو ذی ثروت تھے۔ وہ وینس میں آکر اس پری رو کو دیکھ گئے تھے۔ تصویریں پھر تصویریں تھیں جب انہوں نے اس کی صورت دیکھی۔ تو ان کا عشق اور بھی بھڑک اٹھا ہوشیار سنگ تراشوں نے اس کے مجسمے تیار کئے تھے۔ یہ مجسمے بہت زیادہ قیمت پر فروخت ہوئے۔ اتفاقاً بحری عیسائی ڈاکوؤں کے ایک سردار نے بھی اس کی تصویر دیکھ لی۔ اس زمانہ میں ہزاروں کی تعداد میں عیسائی ڈاکو تھے۔ ان کے پاس زبردست بحری جہاز تھے۔ وہ عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں ہی کو لوٹتے رہتے تھے۔ ان کے بیڑے اس قدر زبردست تھے۔ کہ کوئی عیسائی سلطنت بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ البتہ یہ بحری ڈاکو عثمانی بیڑے سے ڈرتے تھے۔ وہ جب سنتے کہ کوئی ترکی جہاز قریب ہے۔ تو بڑی احتیاط اور خاموشی سے بچ کر نکل جاتے۔ ترکی جہاز ان کی تلاش میں رہتے تھے۔ ترکوں نے بہت سے قزاقوں کے جہاز گرفتار کر لئے تھے۔ اور سینکڑوں قزاقوں کو قتل کر ڈالا تھا۔

ڈاکوؤں کا سردار وینس کی اس حسینہ پر ایسا فریفتہ ہوا۔ کہ حکومت وینس سے ٹکر لینے کو تیار ہو گیا۔ وہ کئی جہازوں میں اپنے جانثاروں بہادروں کو لے کر رات کے وقت وینس کی بندرگاہ سے بچ کر لنگر انداز ہوا۔ اور جہاز سے اتر کر شہر میں پہنچا۔ اس روز وینس کی حسینہ کے باپ کے گھر کوئی تقریب تھی۔ امراء رؤسا اور ان کی حسین و خوبرو بیویاں اور بیٹیاں مدعو تھیں۔ کھانا کھایا جا چکا تھا۔ ناچ گانا ہو رہا تھا۔ ڈاکو بھی اس محفل میں کسی طرح پہنچ گیا۔

وہیں کی بے نظیر حسینہ بھی وہاں موجود تھی۔ وہ خوش جمال لڑکیوں میں ایسی معلوم ہو رہی تھی۔ جیسے ستاروں میں چاند۔ ڈاکو اس حور ادا کو دیکھ کر اور بھی اس کا گرویدہ ہو گیا۔ وہاں سے واپس آیا۔ اور اپنے چند ساتھیوں کو لے کر اس پری جمال کے گھر پہنچا۔ اس وقت آدھی رات گذر چکی تھی۔ ڈاکو نہایت احتیاط سے مکان کے اندر داخل ہوئے۔ ان بحری ڈاکوؤں کی پوشاک بڑی ہیبتناک اور ان کی صورتیں نہایت ہولناک ہوتی تھیں۔ انہیں دیکھ کر عورتیں تو عورتیں مرد تک ڈر جاتے تھے۔

ڈاکوؤں کا سردار اس پری رو کی خوابگاہ میں پہنچ گیا۔ وہ سو رہی تھی۔ اس کے کمرہ میں روشنی ہو رہی تھی۔ وہ اس قدر خوبصورت تھی۔ کہ ڈاکوؤں کا سردار اس کی دلفریب صورت کے نظارہ میں محو ہو کر اس بات کو بھول گیا۔ کہ وہ کیوں آیا ہے۔ اس سردار کو اس کے معتمد نے آہستہ یہ کہہ کر ہوشیار کیا۔ کہ وقت کو ضائع نہ کیجئے۔ دن نکلنے والا ہے۔

ڈاکوؤں کا سردار ہوشیار ہو گیا۔ اس نے جلدی سے اس حسینہ کو اٹھایا۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ڈاکوؤں کو دیکھ کر سہم گئی۔ اس نے چیخ ماری گھر والے جاگ کر اس کی خواب گاہ کی طرف دوڑے۔ بحری ڈاکوؤں نے انہیں دروازہ پر روک لیا۔ اور انہیں شور کرنے پر قتل کر ڈالنے کی دھمکی دی۔ وہ ان ڈاکوؤں کی صورتیں دیکھ کر ہی لرز گئے۔ بت کی طرح خاموش کھڑے ہو گئے۔ سردار حسینہ کو کاندھے پر ڈال کر باہر نکلا۔ حسینہ خوف و دہشت کی وجہ سے بیہوش ہو گئی تھی۔ وہ تیزی سے مکان سے باہر آیا۔

Marfat.com

اس کے ساتھی بھی نکل آئے۔ یہ سب دوڑ کر جہاز پر پہنچے۔ اسی وقت جہازوں کے لنگر اٹھا دیئے گئے۔ اور یہ ڈاکو وینس سے دم لے نکل آئے۔
دو رات اور ایک دن برابر چلتے رہے۔ تیسرے روز ٹھیک دوپہر کے وقت ایک بڑا ترکی جہاز اتفاقیہ ان ڈاکوؤں کے جہازوں کے مقابلہ میں آ گیا۔ ڈاکوؤں نے ترکوں پر حملہ کر دیا۔ ترکی ناخدا نے اپنا جہاز ڈاکوؤں کے جہازوں کی طرف بڑھانا شروع کیا۔ گولہ باری شروع ہو گئی۔ ڈاکوؤں کے دو جہاز ڈوب گئے۔ ایک بھاگ گیا۔ لیکن وہ جہاز جس میں ڈاکوؤں کا سردار اور وینس کی حسینہ تھی۔ رہ گیا۔ ترکی جہاز اس کے برابر میں پہنچ گیا۔ ترک ڈاکوؤں کے جہاز میں کود پڑے۔ اور چشم زدن میں تمام ڈاکوؤں کو قتل کر ڈالا۔ ڈاکوؤں کا سردار آخری دم تک لڑتا رہا۔ آخر وہ بھی مارا گیا۔ ترکوں نے اس جہاز اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا۔ وہ وینس کی حسینہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اسے اپنے جہاز میں لے آئے۔ جہاز کے افسر نے اس حسینہ کو سلطان سلیم کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان بھی اس کا حسن خداداد دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اسے حرم سرا سلطانی میں ایک مکان میں اتارا۔ تمام حرم سرا میں اس کے حسن و جمال کی شہرت ہو گئی۔ شاہزادہ مراد نے بھی اس کا شہرہ سنا۔ انہوں نے ایک روز اسے دیکھ لیا۔ دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گئے۔ شاہزادہ مراد بھی نہایت خوش شکل اور سجیلے نوجوان تھے۔ وینس کی حسینہ کو بھی ان سے محبت ہو گئی۔ سلطان سلیم کو ان دونوں کے تعشق کا حال معلوم ہو گیا۔ لیکن چونکہ وینس کی حسینہ مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے سلطان سلیم اس شخص کی

شادی اس حسینہ سے کرنے میں تامل تھا۔ اس جورو شش کو بھی یہ بات معلوم ہو گئی۔ وہ مسلمان ہو گئی۔ اس کا نام سلطان نے صفیہ رکھا۔ اور شاہزادہ مراد سے اس کی شادی کر دی۔

جب سلطان سلیم نے وفات پائی۔ تو شاہزادہ مراد تخت نشین ہوئے اور صفیہ ملکہ ہو گئی۔ صفیہ نے مراد کو ایسا اپنے قابو میں کیا۔ کہ جس بات کو چاہتی سلطان مراد سے منظور کرا لیتی۔ چونکہ وہ وینس کی رہنے والی تھی۔ اس لئے حکومت وینس کی حمایت و طرفداری کرتی رہتی تھی۔ سب سے پہلے اس نے سلطان سے اس صلحنامہ کی تجدید کرا دی۔ جس کی میعاد ختم ہونے کے قریب تھی۔ اس تجدید صلحنامہ کے چند ہی روز بعد وینس کے عیسائی بادشاہ نے تجارت کی اجازت کی درخواست کی۔ وینس کے بادشاہ کو کسی طرح یہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اس کے ملک کی حسینہ اس وقت سلطنت ترکی کی ملکہ بنی ہوئی ہے۔ بادشاہ نے اس سیم تن کے لئے تحائف بھیجے۔ اور یہ استدعا کی۔ کہ وہ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لا کر تجارت کی اجازت دلا دے۔ اور وینس کے تجارتی مال پر جو محصول گورنمنٹ عثمانیہ لیتی ہے۔ وہ معاف کرا دے۔

صفیہ نے سلطان مراد سے سفارش کی۔ سلطان نے دونوں باتیں مان لیں۔ اہل وینس کو آزادانہ تجارت کی اجازت دے دی۔ اور ان کے تجارتی مال پر جو محصول لیا جاتا تھا۔ وہ معاف کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وینس کے بادشاہ نے صفیہ کو لکھا۔ کہ بحری قزاق بحرہ روم میں منڈلاتے

رہتے ہیں۔ وہ ہمارے تجارتی جہازوں کو پکڑ کر مال و اسباب لوٹ لیتے ہیں۔ تم باب عالی سے سفارش کر کے یہ حکم کرا دو۔

۔۔ کہ ہمارے کسی تجارتی جہاز کو بحری ڈاکو پکڑ لیں۔ یا غرق کر دیں۔ تو گورنمنٹ عثمانیہ اس مال کی قیمت خزانہ عامرہ سے ادا کیا کرے۔ اور ایک یہ رعایت دلا دو۔ کہ دوسری عیسائی سلطنتیں بھی اگر وینس کا جھنڈا اپنے جہازوں پر لگا کر تجارت کریں۔ تو انہیں بھی تجارت کی اجازت دے دی جائے۔

آج تک اس قسم کی مراعات کسی عیسائی سلطنت کو گورنمنٹ عثمانیہ نے نہیں دی تھی۔ قزاق بحرہ روم میں منڈلاتے رہتے تھے۔ وہ جب موقعہ پاتے لوٹ مار کر جاتے تھے۔ جس جہاز کو چاہتے لوٹ لیتے تھے نقصان تو کریں وہ اور غرامانہ بھگتے عثمانیہ گورنمنٹ، لیکن سلطان مراد نے دونوں باتیں منظور کر لیں۔ اور انہوں نے اپنے امیر البحر کو حکم دیا۔ کہ بحرہ روم سے بحری ڈاکوؤں کو نکال دیا جائے۔ چنانچہ امیر البحر نے ان ڈاکوؤں سے بحرہ روم کو صاف کر دیا۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء میں عثمانی بیڑہ ایسا زبردست تھا۔ کہ دنیا کا کوئی بیڑہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس عظیم الشان بیڑہ کی وجہ سے ہی سلطان مراد نے حکومت وینس کی یہ درخواست منظور کر لی تھی۔ لیکن دیکھتے تاریخ میں یہ بھی ترکوں ہی کی

Marfat.com

مثال ہے۔ انہوں نے وینس کی حکومت کو یہ رعایت دے دی۔ کہ اگر بحری ڈاکو اس کا تجارتی مال لوٹ لیں گے۔ تو حکومت عثمانیہ اس کا معاوضہ دیگی۔ عیسائی دنیا اس قسم کی ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتی۔

اس وقت سلطان کی والدہ نور بانو زندہ تھیں۔ ہر سلطان کی والدہ "سلطانہ والدہ" کہلاتی تھیں۔ سلطانہ والدہ نور بانو نہایت جہاں دیدہ خاتون تھیں۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ وینس کی پری ملکہ صفیہ جزیرہ قبرص وغیرہ بھی جو حال ہی حکومت عثمانیہ نے ریاست وینس سے فتح کئے ہیں وینس کو واپس نہ دلادے۔ اس لئے انہوں نے ایک روز ملکہ صفیہ کو ہدایت کی۔ کہ وہ آئندہ حکومت وینس کی طرف داری بالکل نہ کرے۔ کہیں ایسا نہ ہو کر ترک بھڑک جائیں۔ اور وہ سلطان کو معزول کر دیں۔ یا تمہیں جلاوطن کرا دیں۔

صفیہ کو بھی سلطان مراد سے بڑی محبت تھی۔ وہ نہ یہ گوارا کر سکتی تھیں کہ سلطان مراد معزول ہو جائیں۔ نہ خود جلاوطن ہونا پسند کرتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے احتیاط کر لی۔ اس کے بعد وینس کے بادشاہ نے کئی باتوں کے لئے سفارش کی۔ استدعا کی۔ لیکن اس نے سفارش کرنے سے انکار کر دیا۔ اور یہ خیال کر کے اس کی (صفیہ کی) وجہ سے کہیں سلطان مراد وینس کے بادشاہ کے کوئی درخواست منظور نہ کر لیں۔ خود کہہ کر اس کی تمام درخواستیں مسترد کرا دیں۔

اس کے بعد ملکہ صفیہ نے ترکوں کی بہبودی کی طرف توجہ کی۔ اور

Marfat.com

باقی تمام عمر دینداری اور نیک کاموں میں گذار دی۔ ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۴ء میں سلطان مراد نے وفات پائی۔ ملکہ صفیہ کو ان کے مرنے کا سخت صدمہ ہوا۔

سلطان مراد کے بعد سلطان محمد خاں سوم تخت نشین ہوئے۔ سلطان محمد ملکہ صفیہ کے بطن سے تھے۔ اب ملکہ صفیہ سلطانہ والدہ ہو گئیں۔ سلطانہ والدہ کا ہر ترک، تمام درباری، اراکین سلطنت امراء اور وزراء سب بہت زیادہ وقار و احترام کرتے تھے۔ سلطان کے بعد انہیں کا مرتبہ مانا جاتا تھا۔

سلطان محمد کی تخت نشینی کے کچھ عرصہ کے بعد شاہ آسٹریا نے (یہ خیال رہے کہ جرمن اور آسٹریا کا بادشاہ ایک ہی تھا۔) ٹرنسلوینیا۔ مالڈیویا۔ اور والیشیا ان تینوں صوبوں کو بھڑکا کر بغاوت کرادی۔ ان صوبوں میں عیسائیوں کی آبادی کی کثرت تھی۔ ان میں سے ایک صوبہ ٹرنسلوینیا پر سلطان نے سجمنڈ کو بادشاہ بنایا تھا۔ اور وہ سلطان کا باجگزار تھا۔ اور مالیشیا پر وہاں کے عیسائیوں کی درخواست پر ایک عیسائی میکائیل کو گورنر مقرر کیا تھا۔ ان دونوں نمک حراموں اور غداروں نے بھی بغاوت کردی۔ ادھر آسٹریا کی فوجیں ڈیوک آف میکسیملین اور ہنگری کی فوجیں آمیر کونٹ فالفی کے زیر کمان بڑھیں۔ باقی صوبوں کی فوجیں بھی ان کے ساتھ ہو گئیں۔ انہوں نے اسلامی علاقہ پر چڑھائی کرکے قصبات گران، سگرادا اور ہیاک فتح کرکے وہاں کے مسلمانوں کو نہایت ہی سفاکی اور بیرحمی سے قتل کر ڈالا۔ یہ بیرحمانہ خونریزی ۱۵۹۵ء میں ہوئی۔

Marfat.com

ادھر میکائیل نے قصبہ ترعوز کا جا محاصرہ کیا۔ وہاں فوج بہت ہی کم تھی۔ پھر بھی ترکوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن جب رسد ختم ہو گئی۔ تو ترکوں نے قلعہ اس شرط پر میکائیل کے حوالہ کرنے کا اقرار کیا۔ کہ انہیں بہ عافیت وہاں سے چلا جانے دیا جائے۔ میکائیل نے حلف اٹھا کر اقرار کیا۔ جب ترک قلعہ کا پھاٹک کھول کر باہر نکل آئے۔ تو بدعہد و مکار اور وحشی و سفاک میکائیل نے انہیں گرفتار کر کے ان میں سے تمام معزز لوگوں کو زندہ آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ بعض شریف لوگوں کی کھالیں کھنچوائیں۔ جو باقی رہے۔ انہیں سب کو قتل کر ڈالا۔ ان میں مرد بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں۔ اور معصوم بچے بھی تھے۔ افسوس ہے۔ اکثر موقعوں پر عیسائیوں نے ایسی درندگی کا ثبوت دیا ہے۔ جو ان کے دامنوں پر بدنما داغ بن کر رہ گیا ہے۔

جب ان واقعات کی اطلاع قسطنطنیہ میں پہنچی۔ تو سلطان کو سن کر سخت صدمہ ہوا۔ سلطان محمد نے خود میدان جنگ میں جانے کا اعلان کر دیا۔ ادھر سعد الدین آفندی شیخ الاسلام سے یہ اعلان کرایا۔ کہ تمام مسلمان تین روز تک اسلحہ خانہ کے عقب میں نفلیں پڑھیں۔ اور توبہ و استغفار کریں۔ چنانچہ تین روز تک مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں توبہ و استغفار کی۔ اور فتح کی دعائیں مانگیں۔

ان واقعات کی اطلاع جب سلطانہ والدہ صفیہ کو ہوئی۔ تو انہیں بھی بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے سلطان محمد کو بلا کر کہا۔ بیٹے!

Marfat.com

اگر تم مجھے خوش کرنا چاہتے ہو۔ تو قسطنطنیہ کے تمام عیسائیوں کو بلا کم بلا امتیاز مردوں، عورتوں، بچوں اور پادریوں کے ایک سرے سے قتل کر ڈالو۔ سلطان محمد نے سمجھایا۔ کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ کہ زید کے جرم کی سزا بکر کو دی جائے۔ بیرحمانہ مظالم اسٹریا اور ایشیا کے عیسائیوں نے کئے ہیں۔ انتقام قسطنطنیہ کے عیسائیوں سے لیا جائے۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ انشاء اللہ سزا انہیں ظالموں کو دی جائے گی۔ جنہوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔

صفیہ۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ہو گا۔ کہ آیندہ وحشی عیسائیوں کو ان مسلمانوں پر جو ان کے قریب ہیں۔ سفاکی کرنے کی جرات نہ ہو گی۔

سلطان محمد۔ آپ درست فرما رہی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی حمیت بھی اس بات کو گوارا نہ کرے گی۔ آپ ذرا صبر کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ آپ کا یہ فرزند کس طرح ظالموں سے انتقام لیتا ہے۔

غرض بہت کچھ سمجھانے بجھانے پر سلطانہ والدہ صفیہ کا جوش و غصہ دھیما پڑا۔ اور وہ اپنے مطالبہ سے دست بردار ہوئیں۔ عیسائی مورخ یا تو صفیہ کی تعریف لکھتے چلے آرہے ہیں۔ لیکن ان کی اس تحریک پر چراغ پا ہو کر ان کی برائیاں کرنے لگے۔ چنانچہ عیسائی مورخوں نے جو کچھ بھی لکھا ہے۔ وہ یہ کہ

اس دختر دلنشیں (صفیہ) نے دیرینہ آبائی تعلقات کو جو کسی وقت اسے عیسائی مذہب سے وابستہ کئے ہوئے تھے۔ فراموش کر کے

یہ تجویز پیش کی۔ کہ قسطنطنیہ کے تمام عیسائیوں کا قتلِ عام کر دیا جائے
ان عیسائیوں نے یہ نہیں دیکھا۔ کہ اس وقت کے درندہ خصلت
عیسائیوں نے ننگ انسان بن کر اس قدر وحشیانہ مظالم کئے تھے۔
جن سے انسانیت بھی کانپ گئی تھی۔ در اصل ان بد عہد دغا بازوں
اور مکاروں کا کوئی مذہب نہ تھا۔ وہ عیسائیت کو بدنام کر رہے تھے
عیسائی مذہب کبھی ایسی وحشیانہ درندگی کی تعلیم نہیں دیتا۔ اور جو
عیسائی سفاکی اور درندگی کرتا ہے۔ وہ عیسائی کہلانے کا مستحق ہی
نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ سلطانہ والدہ صفیہ بھڑک اٹھیں۔ اور انہوں
نے یہ تجویز پیش کر دی۔ کہ قسطنطنیہ کے تمام عیسائیوں کو قتل کر ڈالا جائے۔
غرض سلطان محمد فوج لے کر روانہ ہوئے۔ عیسائی کئی لاکھ فوج
لے کر مقابلہ میں آئے۔ ترکوں نے انہیں شکست دی۔ اور ایک لاکھ
عیسائیوں کو میدانِ جنگ میں ذبح کر ڈالا۔ عیسائی شکست کھا کر بھاگ
کھڑے ہوئے۔ باقی صوبوں پر سلطان محمد نے پھر قبضہ کر لیا عیسائیوں
پر ان کی دھاک بیٹھ گئی۔ جن لوگوں نے مسلمانوں پر مظالم کئے تھے۔
وہ سب مارے گئے۔ ایک میکائیل رہ گیا تھا۔ وہ بھاگ کر والڈیویا میں
پہنچا۔ وہاں اسے ایک عیسائی نے قتل کر ڈالا۔ وحشی عیسائیوں کی سرکوبی
کر کے اور سفاک و درندہ خصلت لوگوں سے انتقام لے کر جب
سلطان محمد قسطنطنیہ میں واپس آئے۔ تو ان کا نہایت شاندار استقبال
کیا گیا۔ جب وہ حرم سرا میں پہنچے۔ تو سلطانہ والدہ نے ان کی پیشانی

Marfat.com

چوم کر کہا۔

بیٹا! تم نے ظالم عیسائیوں سے انتقام لے کر میرے دل میں بھڑکی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

افسوس ہے۔ تاریخوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اس نیک دل خاتون نے کب وفات پائی۔

Marfat.com

سلطانہ خورم

سلطانہ خورم نہایت ہی حسین و جمیل، خوش جمال و خوش ادا، دلفریب و دل ربا نازنین تھی۔ اس کے رخِ زیبا میں کچھ ایسی جاذبیت اور آنکھوں میں کچھ ایسی کشش تھی۔ کہ اس کے دیکھنے والے مبہوت و مسحور ہو کر رہ جاتے تھے۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ کئی ملک والے اسے اپنے اپنے یہاں کا حسین و خوشنما پھول بتاتے ہیں۔ اطالین (اہل اٹلی) کہتے تھے۔ کہ وہ اٹلی کی حسینہ ہے۔ جسے ملکہ حسن کا خطاب مل چکا ہے۔ روسی اسے کوہ قاف کی پری کہتے تھے۔ فرانسیسی اسے فرانسیسی دوشیزہ بتاتے تھے۔ اور ایرانی روشنک ثانی کہتے تھے۔ گویا وہ ایسی بے مثل

ء روشنک دارا شہنشاہ ایران کی نہایت ہی حسین و خوش جمال بیٹی تھی۔ اس کے حسن کا اندازہ اس سے لگا لیجئے۔ کہ جب سکندر اعظم نے اس سے شادی کی ہے۔ تو یہ مشہور فاتح اس کے حسن سے مسحور ہو کر رہ گیا۔ سکندر نے دنیا پر حکومت کی۔ اور روشنک نے سکندر کے دل پر حکومت کی۔ (صادق صدیقی)

Marfat.com

حسینہ تھی۔ جسے ہر ملک والے بڑے فخر کے ساتھ اپنے ملک کی پری بتاتے تھے۔

مگر دراصل وہ کوہ قاف کے اس علاقہ کی رہنے والی تھی۔ جسے قدرت نے دنیا میں کے ساتھ حسن و جمال خوبصورتی و دل ربائی دلکشی و دلفریبی کا حصہ عطا فرمایا ہے۔ جن پریوں کے افسانے زبان زد خاص و عام ہیں۔ وہ اسی خطہ کی نازنین و حسین عورتیں ہوتی ہیں۔

سلطانہ خورم کے اصل نام کا پتہ تاریخوں سے نہیں چلتا۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کوہ قاف کے علاقہ کی رہنے والی تھی جنگ کے زمانہ میں گرفتار ہو کر آئی تھی جس وقت وہ کنیزوں کے زمرہ میں شامل ہو کر حرم سرائے سلطانی میں داخل ہوئی ہے۔ اس وقت وہ نہایت ہی کم سن و نوخیز تھی۔ سلطان سلیمان اعظم کا زمانہ تھا۔ قسطنطنیہ میں ترکی حرم سرا میں ہزاروں کنیزیں تھیں۔ ان میں سے کچھ تو سلطانہ والدہ کی پیش خدمتیں تھیں۔ کچھ ملکہ کی پرستاریں تھیں۔ کچھ شاہی بیگمات کی خدمت پر مامور تھیں۔

ایک روز سلطان سلیمان اعظم نے اس حور ادا کو دیکھ لیا۔ اگرچہ سلطان سلیمان اعظم زاہد خشک تھے۔ ان کی زندگی گھوڑے کی پیٹھ پر اور میدان جنگ میں گذرتی تھی۔ نہ وہ عورتوں سے اختلاط کرتے تھے۔ نہ انہیں اس کا موقعہ ملتا تھا۔ لیکن اس کوہ قاف کی پری نے ان کا دل چھین لیا۔ سلطان سلیمان اعظم نے اس سے باقاعدہ نکاح کر لیا۔ اور

Marfat.com

کچھ ایسے اس کی محبت میں گرفتار ہوئے۔ کہ اسی کے ہو کر رہ گئے۔ اسے سلطانہ خورم کا خطاب دیا۔ یہ خطاب ایسا مشہور رہا۔ کہ اس کا اصل نام گم ہو گیا۔

سلطانہ خورم مسلمان ہو کر عیسائیت اور اپنے وطن کو ایسی بھولی۔ کہ مرتے دم تک ان کا خیال نہ کیا۔ قسطنطنیہ کو اپنا وطن اور اسلام کو اپنا مذہب سمجھا۔ گورنمنٹ اسلامیہ کی فلاح و بہبودی میں ہر وقت مصروف رہنے لگی۔

چونکہ سلطان سلیمان اعظم اس سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اس لئے وہ سیاسیات میں بھی حصہ لینے لگی تھی۔ اراکین سلطنت، درباری، امراء اور وزراء سب اس کا ادب و احترام کرتے تھے۔ اور اس کے سلام کے لئے اس کے آستانہ پر جاتے تھے۔ وہ نہایت صاف گو تھی۔ جس کی جو کچھ شکایت سنتی۔ اس کے منہ پر کہہ دیتی۔ افسران فوج اور عہدہ داران ملکی کی نگرانی رکھتی۔ اس زمانہ میں محمد ابراہیم وزیر اعظم تھا۔ یہ شخص یونانی الاصل اور ابتدا میں عیسائی تھا۔ وہ مسلمان ہو کر فوج میں ملازم ہو گیا تھا۔ چونکہ آدمی چالاک تھا اس لئے بتدریج ترقی کر کے سپہ سالاری کے عہدہ تک پہنچ گیا تھا۔ سلطان سلیمان اعظم کو اس سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ انہوں نے اسے وزیر اعظم مقرر کر دیا تھا۔ لیکن وہ بڑا ہی مکار، خود غرض اور حریص تھا عیسائی ممالک سے رشوتیں لے کر ان کی جاسوسی کرتا تھا۔ انہیں سلطانی مشوروں

اور ارادوں کی اطلاع دے دیا کرتا تھا۔

۱۵۲۹ء میں آسٹریا کے بادشاہ نے ترکی علاقہ پر یورش کا ارادہ کیا۔ سلطان سلیمان اعظم کو معلوم ہو گیا۔ وہ عظیم الشان لشکر لے کر اس کی گوشمالی کو روانہ ہوئے۔ اور ۲۷ ستمبر ۱۵۲۹ء کو وائنا کے زبردست قلعہ کی فصیل کے نیچے پہنچ گئے۔ ابراہیم وزیر اعظم بھی ساتھ تھا۔ یہ بدبخت وائنا کے عیسائیوں سے مل گیا۔ انہیں سلطان کے ارادوں اور تجویزوں کی خبریں دینے لگا۔ سلطان نے فصیل اڑانے کے لئے سرنگیں کھدوائیں۔ اس غدار نے قلعہ والوں کو اس کی اطلاع کر دی۔ اور سرنگوں کے مقامات سے انہیں باخبر کر دیا۔ انہوں نے دوسری طرف سے کھدائی کر کے ان سرنگوں میں پانی بھر دیا۔ جس سے بارود گیلی ہو گئی۔ بہر کیف مکار دغاباز ابراہیم کی وجہ سے وائنا فتح نہ ہو سکا۔ اگر وائنا فتح ہو جاتا۔ تو ترک تمام یورپ کو فتح کر لیتے۔ جب برسات کا موسم شروع ہو گیا۔ تو سلطان واپس لوٹ آئے۔ اس وزیر اعظم کی غداری کا علم سب سے پہلے سلطانہ خورم کو ہوا۔ وہ اس طرح کہ جب سلطان نے ایک فوجی دستہ کو جرمنی پر جو اس وقت شاہ آسٹریا کا ایک صوبہ تھا تاخت کے لئے بھیجا تھا۔

یہ دستہ جرمن تک فتوحات کرتا چلا گیا۔ جب واپس آیا۔ مالِ غنیمت کے علاوہ ہزاروں مرد اور عورتیں قید کر لایا۔ سلطان نے ان میں سے مردوں کو تو قتل کرا دیا۔ اور خوبصورت عورتوں میں سے کچھ عورتوں کو خوبصورت

پر تقسیم کر دیا۔ کچھ خوبرو لڑکیوں کو سلطانہ خورم کی کنیزوں کے لئے رکھ لیا۔ قسطنطنیہ میں واپس آکر سلطان نے یہ لڑکیاں سلطانہ خورم کے حوالہ کر دیں۔ ان لڑکیوں میں ایک لڑکی کسی ہنگرین افسر کی بیٹی تھی۔ اس نے سلطانہ خورم کو ابراہیم وزیر اعظم کی غداری کے تمام واقعات سنائے۔

سلطانہ خورم کو سخت ناگوار ہوا۔ اس نے ابراہیم کو طلب کر کے اسے نہایت لعنت ملامت کی۔ چونکہ کوئی ثبوت نہ تھا۔ اس لئے ابراہیم مکر گیا۔ سلطانہ خورم نے سلطان کو تمام واقعات سنائے۔ سلطان نے غضبناک ہو کر اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ سلطانہ خورم نے سلطان کو سمجھایا۔ کہ ابراہیم خطرناک آدمی ہے۔ لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے۔ کہ اس نے کس قدر مکاری اور دغا بازی کی ہے۔ اس لئے خاموشی سے اس کام کو سرانجام دیجئے۔ تاکہ کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔ سلطان کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔

ایک روز ابراہیم سلطان کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے گیا۔ شاہی غلاموں کو پہلے ہی اشارہ کر دیا گیا تھا۔ انہوں نے اسے قتل کر کے دریائے باسفورس میں پھینک دیا۔ جہاں مچھلیوں نے اس کی لاش کو کھا لیا۔

جب وزیر اعظم کا عہدہ خالی ہوا۔ تو سلطانہ خورم نے رستم پاشا کو وزیر اعظم مقرر کرنے کی سفارش کی۔ سلطانہ خورم کے بطن سے سلطان سلیمان اعظم کے ایک لڑکا سلیم اور ایک لڑکی پیدا ہوئے تھے۔ جب لڑکی جوان ہو گئی۔ تو سلطانہ نے اس کی شادی رستم پاشا ایک شریف خاندان اور فوجی افسر سے کر دی تھی۔ اس طرح رستم پاشا سلطان کا داماد تھا۔ سلطان

نے سلطانہ خورم کی درخواست منظور کر کے رستم پاشا کو وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ یہ شخص نہایت ہوشیار اور ملک و قوم کا بڑا ہوا خواہ تھا۔

سلطانہ خورم ایسی صاحب جمال عورت تھی۔ کہ عالم شباب گذر جانے پر بھی حسن اس پر اپنی ضیا پاشی کرتا رہا۔ اگرچہ اب ان پر بڑھاپا چھا گیا تھا لیکن ان کے چہرہ کی آب و تاب تر و تازگی اور شگفتگی میں فرق نہیں آیا تھا۔ آخر یہ مشہور حسینہ ۱۵۵۸ء میں فوت ہو گئی۔ سلطان کو اس کی وفات کا بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے عالیشان مسجد سلیمانیہ کے قریب (اس مسجد کو خود سلطان سلیمان اعظم نے تعمیر کرایا تھا) ایک نہایت ہی شاندار اور خوب صورت مقبرہ تعمیر کرایا۔

یہ مقبرہ بھی زر کثیر صرف کرنے کے بعد بڑی مدت میں تیار ہوا تھا۔ وہ نہایت ہی نفیس اور عالیشان ہے۔ اب بھی موجود ہے۔ اور قسطنطنیہ کی قابل دید عمارتوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ سلطان نے اس مقبرہ میں دو قبریں بنوائی تھیں۔ ایک سلطانہ خورم کے لئے۔ اور دوسری خود اپنے لئے۔ سلطان نے وصیت کر دی تھی۔ کہ مجھے اسی مقبرہ میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ ۱۵۶۶ء میں جب سلطان نے وفات پائی۔ تو ان کے بیٹے سلیم نے جو سلطانہ خورم کے بطن سے تھے۔ سلطان کو ان کی وصیت کے بموجب سلطانہ خورم کے پہلو میں دفن کر دیا۔

اس معاملہ میں سلطان سلیمان اعظم اور شاہنشاہ شاہجہان میں

بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔ سلطان سلیمان اعظم نے بھی اپنی پری جمال بیوی کا شان دار اور نفیس مقبرہ قسطنطنیہ میں تعمیر کرایا تھا۔
جیسا شاہجہان بادشاہ نے اپنی نہایت ہی حسین و جمیل بیوی ممتاز محل کا مقبرہ آگرہ میں تعمیر کرایا۔ جو تاج محل کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کی نفاست و خوب صورتی آج بھی دنیا بھر میں مشہور ہے۔
تاج محل کے روضہ میں شاہجہان اور ممتاز محل محو استراحت ہیں۔ اور قسطنطنیہ کے مقبرہ میں سلطان سلیمان اعظم اور سلطانہ خورم مصروفِ خواب ہیں۔

Marfat.com

سلطانہ ماہ پیکر

ماہ پیکر نہایت غضب صورت نازک اندام، سیم تن، دل رُبا اور شیریں ادا ترکی النسل تھیں۔ وہ نہایت فرزانہ، مستقل مزاج، ذی عقل اور مدبرہ تھیں۔

افسوس ہے۔ مورخوں نے ان کے ابتدائی حالات قلم بند نہیں کئے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مورخین متقدمین نے خواتین کے متعلق یہ نہایت ہی نامناسب سلوک کیا ہے۔ کہ ان کے مفصل حالات قلمبند نہیں کئے۔ نہایت ہی بے ترتیبی کے ساتھ اجمالی طور پر کسی کسی خاتون کا ذکر کر دیا ہے۔ ان تذکروں کو تاریخی اوراق میں سے منتخب کر کے ایک جگہ جمع کرنے میں بڑی کد و کاوش کرنی پڑتی ہے۔ پھر بھی یہ تذکرے ناتمام اور تشنہ ہی رہ جاتے ہیں۔

Marfat.com

تاریخوں کی ورق گردانی سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ماہ پیکر کا عقد سلطان احمد خاں اول کے ساتھ ہوا تھا۔ لیکن یہ عقد کب ہوا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ماہ پیکر اپنے نام کی مناسبت سے بوجب ماہ طلعت اور پری جمال تھیں۔ سلطان احمد اول کے دل پر وہ چھا گئی تھیں۔ سلطان کو ان سے بڑی محبت ہو گئی تھی۔ چونکہ وہ بڑی ذکی، فہیم اور فرزانہ تھیں۔ اس لئے ملکی انتظام میں دخل دینے لگی تھیں۔ اس زمانہ میں شاہ عباس صفوی شاہ ایران اور ہنگری کا عیسائی بادشاہ دونوں ترکوں سے جنگ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ سلطان احمد خاں اول نے اس خیال سے کہ شاہ عباس صفوی مسلمان ہیں۔ ترکوں پر چڑھائی نہ کریں گے۔ اپنی زیادہ فوجیں شاہ ہنگری کے مقابلہ پر بھیج دیں۔

سلطانہ ماہ پیکر نے اس بات کی مخالفت کی۔ اور سلطان کو روکا۔ اور کہا۔ کہ کچھ فوجیں ایران کی سرحد پر بھی بھیج دیں۔ لیکن انہوں نے ماہ پیکر کے اس مفید مشورہ کو قبول نہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شاہ عباس صفوی نے ترکی مقبوضات پر یورش کر دی۔ اور برابر فتوحات کرتے بڑھتے چلے آئے۔ سلطان احمد خاں کو اب اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ انہیں افسوس ہوا۔ کہ کیوں انہوں نے سلطانہ ماہ پیکر کا مشورہ قبول نہ کیا۔

جب شاہ عباس صفوی نے ایشیائے کوچک کا بھی کچھ حصہ فتح کر لیا۔ تب ماہ پیکر نے سلطان احمد خاں اول کو مشورہ دیا۔ کہ اس وقت گورنمنٹ عثمانیہ بہت کمزور ہے۔ مناسب یہ ہے۔ کہ جن شرائط پر بھی

Marfat.com

ہو۔ شاہ عباس صفوی سے صلح کر لی جائے۔ چنانچہ سلطان احمد خاں اول نے ۱۶۱۲ء میں حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی۔

ا۔ ایران کا وہ تمام علاقہ جو سلطان سلیم ثانی کے بعد ترکوں نے فتح کر کے ترکی سلطنت میں شامل کر لیا ہے۔ شاہ ایران کو واپس دے دیا جائے گا۔

(۲) سلطان سلیم ثانی کے عہد میں جو ایران کی سرحد تھی۔ اب بھی وہی رہے گی۔

(۳) ایشیائے کوچک کا جو علاقہ شاہ ایران نے فتح کر لیا ہے۔ وہ ترکوں کو واپس دے دیا جائے گا۔

(۴) ایک فریق دوسرے فریق کے قیدیوں کو چھوڑ دے گا۔

ایران کی صلح کا یہ اثر ہوا۔ کہ ہنگری نے بھی صلح کی درخواست کر دی۔ افسوس ہے۔ سلطانہ ماہ پیکر عین جوانی کے عالم میں بیوہ ہو گئیں۔ مشکل سے ان کی عمر اکیس بائیس سال کی تھی۔ کہ سلطان احمد خاں اول نے ۱۰۲۶ھ مطابق نومبر ۱۶۱۷ء میں پچیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ ماہ پیکر کو ان کی وفات کا بہت رنج ہوا۔ سلطان احمد خاں اول کے سات بیٹے تھے۔ اور ساتوں نابالغ اور خورد سال تھے۔ امرائے سلطنت کا یہ خیال ہوا۔ کہ سلطان احمد خاں اول کے بھائی مصطفےٰ کو تخت نشین کریں۔ ماہ پیکر نے اس کی مخالفت کی۔ وجہ یہ تھی۔ کہ مصطفےٰ اول کے دماغ میں یا تو کچھ خلل تھا۔ یا وہ مجذوب تھے۔ انہیں یہ شوق تھا۔ کہ روزانہ باسفورس

Marfat.com

کے کنارہ پر بیٹھ جاتے۔ اور اشرفیاں مچھلیوں کے سامنے ڈالا کرتے اگرچہ ان کی عمر بیس سال کی تھی۔ لیکن ابھی تک طفلانہ حرکتیں باقی تھیں۔ ماہ پیکر نے یہی اعتراض کیا تھا۔ لیکن امرائے سلطنت نے عرض معروض کر کے ماہ پیکر کو مصطفےٰ کی تخت نشینی پر رضامند کر لیا۔ وہ راضی ہو گئیں مگر انہوں نے کہا۔ بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ تم نے غلطی کی۔ اور بہت ممکن ہے۔ تمہیں مصطفےٰ کو معزول کرنا پڑے چنانچہ مصطفےٰ تخت نشین ہو گئے۔ لیکن تین مہینے بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ ماہ پیکر کا کہنا درست ثابت ہوا۔ اراکین سلطنت مصطفےٰ اول کی حرکتوں سے تنگ آ گئے۔ آخر انہوں نے شیخ الاسلام سے فتوےٰ لیکر مصطفےٰ اول کو معزول کر دیا۔ اور عثمان ثانی کو جو سلطان احمد خاں اول کے بیٹے ماہ پیکر کے بطن سے تھے تیرہ سال کی عمر میں تخت نشین کیا۔

ماہ پیکر سلطانہ والدہ ہو گئیں۔ اور انہوں نے اپنے بیٹے کے نام سے خود حکومت شروع کی۔ وہ نہایت سمجھدار اور دانشمند تھیں۔ دنیا بھر کے واقعات پر نظر رکھتی تھیں۔ سب سے پہلے انہوں نے بحری ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے مہم بھیجی۔ یہ مہم کامیاب رہی۔ سینکڑوں ڈاکو مارے گئے دو سو قید ہو کر آئے۔ ڈاکوؤں کے چھ جہاز بھی گرفتار کر کے لائے گئے اس سے عیسائیوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ انہیں یقین ہو گیا۔ کہ عثمانی بحری بیڑہ پھر طاقتور ہو گیا ہے۔ اس سے انہیں عثمانی قلمرو پر تاخت کی جرأت نہیں ہوئی۔

Marfat.com

شاہ ایران عباس صفوی نے یہ دیکھ کر کہ نئے سلطان نو عمر و ناتجربہ کار ہیں۔ اور ماہ پیکر جو سلطنت کے امور کی نگراں ہیں۔ محض ایک عورت ہیں۔ ترکی علاقہ پر چھاپے مارنے شروع کئے۔ جوں ہی ماہ پیکر کو ایرانیوں کی اس شورش کا علم ہوا انہوں نے خلیل پاشا وزیر اعظم کو لشکر جرار دے کر ایرانیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

خلیل پاشا نے عباس صفوی کو پیہم شکستیں دے کر وہ تمام مقامات چھین لئے۔ جو پچھلے صلحنامہ کے موقعہ پر شاہ ایران نے لئے تھے۔ جب عباس صفوی تنگ آگیا۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ اگر صلح نہ کی گئی۔ تو سارے ایران پر ترکوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ تو اس نے صلح کی درخواست کی۔ ماہ پیکر نے اس شرط پر صلح کی درخواست منظور کی۔ کہ جس قدر علاقہ پر ترکوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ وہ سلطنت عثمانیہ کے تسلط میں رہے گا۔ شاہ ایران چونکہ مجبور ہو چکا تھا۔ اس لئے اس نے اسی شرط پر صلح کر لی۔ یہ ذکر ۱۶۲۱ء کا ہے۔

۱۶۲۲ء میں سلطان عثمان معزول کر دئے گئے۔ ان کے بجائے سلطان مراد خاں چہارم بارہ سال کی عمر میں تخت نشین ہوئے۔ یہ بھی ماہ پیکر کے بیٹے تھے۔ ان کی اتالیق بھی ماہ پیکر ہی مقرر ہوئیں۔

ماہ پیکر نے پھر نہایت ہوشیاری اور تندہی سے کاروبار سلطنت کو سنبھالا۔ اس وقت سلطنت عثمانیہ نہایت ہی کمزور ہو گئی تھی۔ خزانہ خالی تھا بحری بیڑہ بھی کچھ زیادہ طاقت ور نہ تھا۔ ایک طرف شاہ ایران اور دوسری طرف عیسائی سلطنتیں موقعہ کی تاک میں رہتی تھیں۔ پھر گورنروں اور عہدہ

داروں پر بھی بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ لوگ بھی بغاوت کے موقعے تلاش کرتے رہتے تھے۔ لیکن ان دشواریوں اور حوصلہ شکن وقتوں کے باوجود ماہ پیکر نہایت استقلال اور بڑی اولوالعزمی سے حکومت کر رہی تھیں۔ اپنے تدبر و فراست کی وجہ سے نہ صرف عثمانی حکومت کا وقار قائم رکھے ہوئے تھیں۔ بلکہ اس کے رعب و داب کو اور بڑھاتی جاتی تھیں۔ وہ رفتہ رفتہ ہر شعبہ میں ترقی بھی کر رہی تھیں۔ فوجیں بھرتی کرتیں۔ جہازوں کی مرمت کرائیں۔ اور سامان حرب بنوائیں۔

۱۶۳۲ء تک یعنی نو سال تک انہوں نے سلطنت کو خوب سنبھالے رکھا۔ ترک مدبروں ہی کو نہیں۔ بلکہ عیسائی حکمرانوں کو بھی۔ سلطانہ والدہ ماہ پیکر کی دانشمندی اور تدبر کا قائل ہونا پڑا۔ چنانچہ عیسائی مورخوں کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے۔ کہ ماہ پیکر سلطانہ والدہ غیر معمولی فرزانہ، امور مملکت سے واقف، سنجیدہ طبیعت اور مستقل مزاج عورت تھی۔

چونکہ اب سلطان مراد چہارم جوان ہو گئے تھے۔ اس لئے ۱۶۳۲ء میں ماہ پیکر نے عنان حکومت ان کے حوالہ کر دی۔ سلطان مراد چہارم نے ماہ پیکر سے اصول جہانداری سیکھے تھے۔ اس لئے انہوں نے نہایت اولوالعزمی سے حکومت شروع کی۔ انہوں نے خزانہ بھر دیا۔ بحری بیڑہ کو پہلا ہی جیسا مضبوط و طاقت ور بنا دیا۔ نئی نئی قسم کی توپیں ڈھلوائیں۔ پھر بھی جب انہیں کوئی پیچیدگی پیش آتی۔ تو وہ اپنی والدہ سلطانہ والدہ ماہ پیکر ہی سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی خود ماہ پیکر بھی انہیں مشورہ دے

Marfat.com

دیا کرتی تھیں۔

۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۴۰ء سلطان مراد نے وفات پائی۔ ماہ پیکر کو اس جوان بخت و جواں مرد بیٹے کا غم برداشت کرنا پڑا۔ ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم تخت نشین ہوئے۔ ابراہیم بھی ماہ پیکر ہی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ تخت نشینی کے وقت ان کی عمر پچیس سال کی تھی۔ وہ نہایت عیاش تھے۔ ان کے زمانہ میں ان کی حرم ہی نہیں۔ بلکہ منہ چڑھی کنیزیں اور منظور نظر رقاصائیں تک حکومت و سلطنت کے کاموں میں دخیل ہو گئیں۔ ان کی فرمائشوں کے پورا کرنے میں خزانہ پھر خالی ہونے لگا۔ ماہ پیکر نے انہیں سمجھایا۔ کہ تمہاری یہ حرکتیں تمہارے حق میں سخت مضرت رساں ہوں گی تم بادشاہ ہو۔ یہ باتیں چھوڑ دو۔ لیکن ابراہیم پر ان کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

آخر زنانِ حرم کی فرمائشیں پوری کرنے میں خزانہ خالی ہو گیا۔ ابراہیم کی عیاشی سے سلطنت میں ابتری پیدا ہونے لگی۔ ماہ پیکر نے انہیں پھر تنبیہ کی۔ اور کہا تم اب بھی سنبھل جاؤ۔ ورنہ مجھے خوف ہے۔ کہ قوم تمہیں معزول نہ کر دے۔ ابراہیم کی آنکھیں اب بھی نہ کھلیں۔ آخر رعایا بھڑک اٹھی۔ ینگچری فوج بھی رعایا کے ساتھ مل گئی۔ (نو مسلم عیسائیوں کی جو فوج بھرتی کی جاتی تھی۔ وہ ینگچری فوج کہلاتی تھی۔

امراء اور درباری بھی خلاف ہو گئے۔ باغیوں کے مطالبات تھے۔ کہ احمد پاشا وزیر اعظم غدار، وطن فروش اور رشوت خور ہے۔ وہ عیسائیوں

سے ملا ہوا ہے۔ اسے قتل کر دیا جائے۔ نازنینان حرم کا امور سلطنت میں دخل دینے سے روک دیا جائے۔ ان کی (نازنینان حرم کی) تنخواہیں مقرر کر دی جائیں۔ ان کی فرمائشوں کا بار سرکاری خزانہ پہ نہ ڈالا جائے۔ نئے محصولات منسوخ کر دیئے جائیں۔ سلطان ابراہیم نے ان مطالبات کو منظور نہ کیا۔

سلطانہ والدہ ماہ پیکر نے سلطان ابراہیم کو سمجھایا۔ کہ اس وقت عوام فوج، درباری، امراء سب ہی بگڑ رہے ہیں۔ ان کے مطالبات کچھ بیجا نہیں ہیں منظور کر لئے جائیں۔ افسوس ہے۔ سلطان ابراہیم نے ان کی نیک صلاح کو نہ مانا۔ آخر باغیوں نے وزیر اعظم کو قتل کر ڈالا۔ اور سلطان ابراہیم کو معزول کرنے کا مطالبہ شروع کر دیا۔

سلطان ابراہیم کو خوف ہوا۔ کہ کہیں باغی قصر شاہی پہ نہ آ چڑھیں۔ انہوں نے محلسرا کے غلاموں اور باغبانوں کو مسلح کرنا شروع کیا۔ سلطانہ ماہ پیکر کو جب معلوم ہوا۔ تو انہوں نے سلطان کے پاس آ کر کہا۔ بیٹا، غلام اور باغبان فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب باغیوں کا مطالبہ ہے۔ کہ تمہیں معزول کر دیا جائے۔ اگر تم اب بھی باغیوں کے مطالبات منظور کر لو تو میں انہیں سمجھا بجھا کر رضامند کر دوں۔ تم جانتے ہو۔ رعایا، فوجی افسر درباری سب میرا لحاظ کرتے ہیں۔

سلطان ابراہیم نے کہا۔ یہ سب سچ ہے۔ لیکن اس طرح باغیوں کے مطالبات منظور کر لینے میں ہماری سبکی ہے۔ سلطانہ والدہ خاموش ہو

گئیں۔ اس عرصہ میں شور وغل اور بھی بڑھ گیا۔ رات کو مسجد صوفیہ میں باغیوں نے جلسہ کیا۔ اس جلسہ میں شیخ الاسلام سعید آفندی بھی موجود تھے۔ طے یہ پایا۔ کہ سلطان ابراہیم کو معزول کر دیا جائے۔ اور سلطانہ والدہ ماہ پیکر سے سلطان کی معزولی کی منظوری حاصل کی جائے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ ترکی کا ہر باشندہ سلطانہ والدہ کا بڑا احترام کرتا تھا۔ ترک مدبرین اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ سلطانہ والدہ نہایت بیدار مغز، ذی فہم اور مدبرہ خاتون ہیں۔ چنانچہ باغیوں کے ایک وفد نے سلطانہ والدہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ماہ پیکر نے منظور کر لیا۔ وفد قصر شاہی میں آیا۔ اس وفد میں شیخ الاسلام سعید آفندی مصلح الدین بکتاشی اور قرہ مراد تھے۔

سلطانہ والدہ اس وقت تک ماتمی لباس پہنے ہوئے تھیں۔ نہایت شان کے ساتھ ایک صوفہ پر بیٹھی تھیں۔ اس وقت ان کے پاس ایک حبشن کنیز تھی۔ جو ماہ پیکر کو پنکھا جھل رہی تھی۔ وفد نے حاضر ہو کر نہایت ادب سے سلام کیا۔ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ شیخ الاسلام سعید آفندی نے عرض کیا۔

ہم مادر مشفقہ کے سامنے جو ایک زمانہ میں سلطانہ بھی رہ چکی ہیں۔ بیٹھنے کی گستاخی نہیں کر سکتے۔

ماہ پیکر۔ تم کس لئے آئے ہو۔

شیخ الاسلام۔ ہمیں آپ کی محبوب رعایا نے اس لئے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ کہ سلطان کی معزولی کی آپ سے منظوری حاصل

کی جائے۔

ماہ پیکر۔ آج میں سلطنت کے وفاداروں سے یہ کیا بات سن رہی ہوں۔ کیا تم سب لوگ خاندان عثمانیہ کے نمک پروردہ اور غلام نہیں ہو۔

یہ سب لوگ خاموش ہو کر مؤدب کھڑے رہ گئے۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مصلح الدین نے عرض کیا۔ آپ نے بجا فرمایا ہم سب اس خاندان کے نمک پروردہ اور غلام ہیں۔ اے مادر مشفقہ سب سے زیادہ نمک خوار میں ہوں۔ میں اسّی سال سے اس خاندان کا نمک کھا رہا ہوں۔

ماہ پیکر۔ کیا تمہارے لئے یہ زیبا ہے۔ کہ تم بغاوت کرو۔

مصلح الدین۔ خدا شاہد ہے۔ کہ ہم بغاوت کسی خود غرضی کی وجہ سے نہیں کر رہے ہیں۔ ہم وفادار اور نمک خوار ہیں۔ ہم اس عالیشان اور پرشوکت وعظمت سلطنت کو اپنی آنکھوں سے تباہ ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ سلطان کی نااہلیت کی وجہ سے اس عظیم الشان سلطنت اور ملک وقوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ چکا اور پہنچ رہا ہے۔ عیسائی اس سلطنت کو ہڑپ کر لینے کی تیاریاں کر رہے ہیں سلطان امور سلطنت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور نازنینان حرم نے سلطنت وحکومت میں دخل دینا شروع کر دیا ہے۔ ان کی فرمائشیں پوری کرتے کرتے خزانہ خالی ہو گیا ہے۔ نئے نئے محصولات نے رعایا کو مفلس اور پریشان حال کر دیا ہے۔ اس لئے آپ کے عقلمند بچوں نے سلطان کی معزولی کا فیصلہ کیا ہے۔ سلطان اور اس سلطنت کی فلاح اور ملک وقوم کی بہبودی اسی میں ہے مادر مہربان ملک و

قوم کی حالت پر رحم کیجئے۔ اور عوام کے اس فیصلہ کو منظور کر لیجئے۔
ماہ پیکر۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ مفتی اور وزیر اعظم کی نگرانی میں ابراہیم تخت پر بدستور رہے؟

شیخ الاسلام۔ آپ صرف سلطان ہی کی والدہ نہیں ہیں۔ بلکہ اپنی قلمرو کی تمام رعایا کی مادرِ مہربان بھی ہیں۔ یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے سلطنت اور قوم کی فلاح کے لیئے کیا جا رہا ہے۔ لوگ بے گناہ قتل کیئے جا رہے ہیں۔ نازنینانِ حرم سلطنت کر رہی ہیں۔ کنیزیں اور رقاصائیں تک حکومت میں شریک ہیں۔

سلطنت کی ابتری دیکھ کر عیسائی دندان آز تیز کر رہے ہیں۔ اگر چندے اور یہی بدنظمی رہی۔ تو سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لیئے ہم نے یہ طے کیا ہے۔ کہ سلطان ابراہیم کو معزول کر کے ان کے بیٹے محمد خاں کو تخت نشین کریں۔

ماہ پیکر۔ لیکن جانتے ہو۔ محمد سات سال کا کمسن بچہ ہے۔ بچہ کیا حکومت کر سکتا ہے۔

شیخ الاسلام۔ ہم جانتے ہیں۔ وہ بچہ ہیں۔ لیکن آپ ان کی سرپرست رہیں گی۔ آپ نے کئی شاہزادوں کو تربیت دے کر جہاں بانی کے قابل بنا دیا تھا۔ سلطان ابراہیم میں حکومت و سلطنت کی قابلیت بالکل نہیں ہے۔ وہ اچھے وزیروں کے کاموں میں مداخلت کرتے ہیں۔ سلطان محمد خاں مداخلت نہ کر سکیں گے۔ آپ وزیروں کی نگراں رہیں گی۔

Marfat.com

سلطانہ والدہ سلطان ابراہیم کی ناقابلیت سے واقف تھیں۔ آخر کار وہ قائل ہو گئیں۔ انہوں نے کہا۔ اچھا میں ملک و قوم اور سلطنت عثمانیہ کی فلاح و بہبودی کے لئے اسے منظور کرتی ہوں۔ وفد نے ماہ پیکر کا شکریہ ادا کیا۔ جب وہ واپس آیا۔ تو باغیوں کا سیلاب ان کا منتظر تھا۔ شیخ الاسلام نے آتے ہی کہا۔

لوگو سلطانہ والدہ نے سلطان کی معزولی کی منظوری دے دی۔ لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے نعرے لگائے۔ سلطانہ والدہ زندہ باد۔ شیخ الاسلام زندہ باد

اس کے بعد شیخ الاسلام نے سلطان ابراہیم کی معزولی کا فتویٰ دے دیا۔ سلطان ابراہیم کو بھی معلوم ہو گیا۔ وہ دوڑے ہوئے سلطانہ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا۔ مادر مہربان! یہ آپ نے کیا کیا۔ میری معزولی کی منظوری دے دی۔

ماہ پیکر۔ بیٹا! کیا کرتی۔ تمہاری محبت سے زیادہ سلطنت کا وقار عزیز تھا۔ میں نے تمہیں سمجھایا۔ تنبیہہ کی۔ تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے سلطنت اور ملک و قوم کی بہبودی کے لئے ایسا ہونا لابدی تھا۔

اب سلطان ابراہیم کیا کر سکتے تھے۔ آخر وہ معزول کر کے قید کر دیئے گئے۔ اب تمام اراکین سلطنت فوجی افسران، ملکی عہدہ داران، امراء، وزراء، علماء، غرض ہر طبقہ کے لوگوں کی جمعیت کثیر نئے سلطان کی بیعت کے لئے سلطانہ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سلطانہ والدہ

محل سرا کے قریب باغ سعادت میں تشریف لائیں۔ کنیزوں اور غلاموں کی پلٹن قرینہ سے کھڑی ہو گئیں۔ سلطانہ والدہ نہایت تمکنت و وقار سے منہ کھول کر ایک تخت پر بیٹھ گئیں۔ بیعت کرنے والوں کا جم غفیر سامنے کھڑا ہو گیا۔ ماہ پیکر نے شاہزادہ محمد کو طلب کیا۔ شاہزادہ محمد کی والدہ ترخانہ محمد کو شاہانہ لباس پہنا کر کنیزوں کے جھرمٹ میں اپنے پاس لائیں۔ اور انہیں سلطانہ والدہ کے سامنے پیش کیا۔

شاہزادہ محمد کی عمر سات سال کی تھی۔ وہ ابھی بالکل بچہ ہی تھے۔ انہوں نے آتے ہی دادی (ماہ پیکر) کو بڑے ادب سے سلام کیا۔ سلطانہ والدہ نے ان معصوم کو ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر میں بٹھا لیا۔ ترخانہ شاہزادہ محمد کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ شاہزادہ محمد کو تخت پر دیکھتے ہی علما اور فوجی افسروں نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ شاہزادہ محمد نے لوگوں کی طرف دیکھا۔ سلطانہ والدہ ماہ پیکر کو خیال ہوا۔ کہ کہیں بچہ ڈر نہ جائے۔ انہوں نے شاہزادہ محمد سے کہا۔

بیٹا! اب تک تم شاہزادہ تھے۔ آج سے سلطان ہوتے ہو۔ اس خدا کے روبرو جو واحد ہے۔ جس نے تمہیں ہمیں اور سب کو پیدا کیا ہے۔ جس نے تمہیں آج سلطان بنایا۔ سجدہ میں جھک جاؤ۔ اس کا شکریہ ادا کرو۔ اور اس سے دعا مانگو۔ کہ وہ تمہیں سلطنت کی قابلیت عطا فرمائے۔

شاہزادہ محمد نے فوراً سجدہ کیا۔ انہوں نے دعا مانگی۔ جب وہ سجدہ سے اٹھے۔ تب سلطانہ والدہ نے لوگوں سے کہا۔

دیکھو۔ شاہزادہ ڈر نہ جائے۔ اس لئے چار چار آدمی آ کر بیعت

کریں۔
چنانچہ چار چار آدمی آتے۔ اور سلطان محمد کے نازک ہاتھوں پر خلافت کے لئے بیعت کرتے۔ سلطانہ والدہ سب سے یہ اقرار لیتیں۔ ہم حکومت کے وفادار، سلطان کے جاں نثار رہینگے۔ کبھی بغاوت یا سلطان کے حکم سے انحراف نہ کریں گے۔
جب سب بیعت کر چکے۔ تو سلطانہ والدہ نے چند معتبر اور معتمد فوجی افسروں کو اپنے پوتہ سلطان محمد کی حفاظت پر مامور کیا۔ ہر عثمانی سلطان کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ مسجد ابوایوب انصاری میں جاکر شمشیر بندی کی رسم ادا کرے۔ چنانچہ سلطان محمد کو جب اس رسم کے لئے علما امراء اور فوجی افسروں نے لے جانا چاہا۔ تو انہوں نے اپنی دادی سلطانہ والدہ سے بھولی زبان میں کہا۔ دادی جان! تم بھی چلو۔
ماہ پیکر نے منہ چوم کر کہا۔ میں چلوں گی بیٹا۔ چنانچہ تخت رواں پر سلطان محمد اور سلطانہ والدہ ماہ پیکر سوار ہو گئے۔ غلام ننگی شمشیریں لے کر جلو میں چلے۔ جب تخت رواں قصر سے باہر آیا۔ تو توپوں نے سلامی دی۔ بیشمار توپیں نہایت گھور اور گرج کے ساتھ چھوڑی گئیں۔ ان توپوں کے سر ہونے سے اہل قسطنطنیہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ سلطان مسجد ایوب انصاری کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ عوام کا انبوہ کثیر نئے سلطان کے استقبال کے لئے دوڑ پڑا۔
جب سلطان کی سواری قصر سے باہر آئی۔ تو فوجی بینڈ نے پرجوش

Marfat.com

قومی ترانہ گایا۔ باجہ کی جوشیلی آواز نے ترکوں میں جوش کی روح پھونک دی۔ یہ شاہی باڈی گارڈ کا فوجی بینڈ تھا۔ ترانہ ختم کر کے بینڈ کے سوار اور باڈی گارڈ کا رسالہ تخت رواں کے پیچھے چلا گیا۔

اب ترکی فوجی پلٹنیں سامنے سے نمودار ہوئیں۔ وہ ننگی تلواروں سے سلامی دے کر آگے بڑھیں۔ ان کے ساتھ بھی فوجی بینڈ تھا جو نہایت سریلے آواز میں بجتا جا رہا تھا۔ پلٹنوں کے بعد رسالے آنے شروع ہوئے۔ ان کے ساتھ بھی فوجی باجے تھے۔ اور نہایت خوش آواز سے بجتے آ رہے تھے۔ یہ رسالے بھی سلطان کو ننگی تلواروں سے سلامی دیتے آگے بڑھ جاتے تھے۔ عام رسالوں کے بعد ینگچری فوج کے رسالے زرق برق وردیوں میں آنے شروع ہوئے۔ ان کا فوجی بینڈ سب سے اچھا تھا۔ اور نہایت خوش آئند لہجہ میں بج رہا تھا۔ وہ بھی سلامی دے کر آگے بڑھ گئے۔ اب تخت رواں چلا۔ اس کے جلو میں باڈی گارڈ کا رسالہ ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے ہوئے چلا۔ ان کے پیچھے علماء، وزراء، امرا اور ملکی عہدہ داران گھوڑوں پر سوار ہو کر صف در صف چلے۔ ان لوگوں کے پیچھے عوام الناس طرح طرح کی سواریوں پر سوار ہو کر چلے۔ غرض کئی میل لمبا جلوس ہو گیا۔ لوگ نعرے لگا رہے تھے۔ سلطان محمد زندہ باد، سلطنت عثمانیہ زندہ باد۔

مسجد ابو ایوب انصاری میں پہنچ کر تبرکات نبوی صلعم نکالے گئے ماہ پیکیہ نے اپنے ہاتھ سے سلطان محمد کی کمر میں تلوار باندھی۔ رسول اللہ

Marfat.com

صلعم کی چادر مبارک اوڑھائی۔ غرض شمشیر بندی کی رسم ادا کرنے کے بعد جلوس واپس آیا۔ اور دربار عام میں پہنچا۔ یہاں غیر ملکی سفرا بھی موجود تھے۔ درباری اپنی اپنی نشستوں کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ غیر ملکی سفرا اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ چشم زدن میں دربار لگ گیا۔ سلطان محمد تخت پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اپنی دادی ماہ پیکر کو بھی اپنے پاس بٹھا لیا۔ باڈی گارڈ کے افسر اور وہ فوجی معتبر و معتمد افسران جو سلطان محمد کی حفاظت پر مامور کئے گئے تھے۔ چبوترہ پر تخت کے پیچھے سلطان محمد کے عقب میں ننگی تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے۔

شیخ الاسلام نے تاج زریں ہاتھوں میں لے کر سلطانہ والدہ کی طرف بڑھایا۔ ماہ پیکر نے تاج ہاتھ میں لے کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یعنی شروع ہے۔ ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ پڑھ کر تاج اپنے پوتہ سلطان محمد کے سر پر رکھ دیا۔ اسی وقت مبارک باد کا غل ہوا۔ توپوں نے سر ہو کر رسم تخت نشینی کا بھی اعلان کر دیا۔ تخت نشینی کی رسم کے بعد صوفی محمد پاشا وزیر اعظم مقرر کئے گئے۔ لوگوں سے پھر حلف وفاداری لیا گیا۔ غیر ملکی سفیروں نے بھی وفاداری کا یقین دلایا۔ اس طرح دربار کی کارروائی بھی مکمل ہو گئی۔ اور اب سلطان محمد اور سلطانہ والدہ پھر تخت رواں پر سوار ہو کر قصر سلطانی میں واپس پہنچے۔ سلطان محمد کی والدہ ترخانہ نے اپنے بیٹے سلطان محمد کو چھاتی سے لگا لیا۔ سلطان محمد ۸ راگست ۱۶۴۸ء ۱۰۵۸ھ کو تخت نشین ہوئے۔

صوفی محمد پاشا وزیر اعظم نے سلطنت عثمانیہ کے رعب وداب کو پھر قائم کر دیا۔ انہوں نے نہایت دانشمندی سے وزارت کی۔ سلطانہ والدہ ماہ پیکر ان کے کاموں کی نگرانی کرتی رہیں۔ اور سلطان محمد کو امور سلطنت کی تعلیم دے کر انہیں واقف وہوشیار بناتی رہیں۔ ابھی ان کے پوتہ کو تخت نشیں ہوئے تین ہی سال ہوئے تھے۔ کہ ۱۰۶۱ھ مطابق ۱۶۵۱ء میں ایک رات کو اچانک سلطانہ والدہ ماہ پیکر کا انتقال ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حرکت قلب بند ہونے سے ان کا انتقال ہوا بعض کہتے ہیں۔ کہ سلطان محمد کی والدہ ترخانہ کو ان سے عداوت ہو گئی تھی۔ اور انہوں نے انہیں مروا ڈالا۔ واللہ اعلم

ختم شد

ہر قسم کی کتابیں بارعایت منگوانے کا پتہ

جہانگیر بک ڈپو بیرون شیرانوالہ گیٹ جہانگیر منزل لاہور پاکستان

Marfat.com

بہادر شہزادیاں

مصنفہ۔ مورخ اسلام مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردھنوی

یہ کتاب خاص طور پر مولانا صاحب سے لکھوائی گئی ہے۔ اس کتاب میں مشرق کی ان بیگمات کا ذکر ہے جنہیں پڑھ کر ہماری خواتین بہت کچھ حاصل کر سکتی ہیں۔ امت الحبیب، عظمت النساء بیگم، فخر النساء بیگم، شاہ بیگم پارسا، سلطانہ رضیہ بیگم، حاجی بیگم، حمیدہ بانو بیگم، سلیمہ سلطانہ بیگم، نور جہاں، بہار بانو بیگم، ممتاز محل، اعزاز النساء بیگم، جہاں آرا بیگم، روشن آرا بیگم وغیرہ وغیرہ بیگمات کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔ جن سے سبق حاصل کرنا ہر ایک خاتون کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ پاکستانی بہنوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنی ان پڑھ بہنوں کو ایسی کتابیں پڑھ کر سنائیں۔ تاکہ ان کے دل و دماغ میں جرأت اور بہادری پیدا ہو۔ خصوصاً طالبات کے لئے بے حد مفید کتاب ہے۔ کوئی سکول کالج اور لائبریری اس کتاب سے خالی نہیں رہنی چاہیئے۔ قیمت تین روپے

ملنے کا پتہ جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور (پاکستان)

Marfat.com

بہادر خواتینِ اسلام

مصنفہ مورّخ مولینا محمدؐ صادق حسین صاحب صدیقی

حضرت صفیہؓ، حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ، حضرت اسماء بنت عمیس
حضرت اسماء بنت یزید، حضرت ام ایمنؓ، حضرت ام عمارہ، حضرت ام حکیم، ام
ابی ہریرہ، ام رومانؓ، ام سلیم، ام کلثوم بنت عقبہ، ام ورقہ بنت عبد اللہ، خنسا بنت
عمرو۔ خولہ بنت ثعلبہ، درہ بنت ابولہب، ربیع بنت معوذ، زینب بنت ابو معاویہ
سمیہ بنت خباط، فاطمہ بنت اسد، فاطمہ بنت خطاب، ہند بنت عتبہ، ام ہانی بنت
ابو طالب وغیرہ وغیرہ ان صحابیات رسول اللہ صلعم کے حالات مفصل لکھے ہیں۔
جن کی بہادری کے کارنامے پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان
اسلام کی مایۂ ناز اور بہادر خواتین میں عابدہ، زاہدہ اور عالمہ فاضلہ کے بہادرہ مجاہدہ کے
وہ حالات درج ہیں۔ جن کا ہر پاکستانی خواتین کے لئے پڑھنا بے حد ضروری ہے
کوئی گھر اور سکول اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہیئے۔ قیمت تین روپے

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور پاکستان

Marfat.com

معرکۂ کربلا

مصنف: مورخ اسلام مولینا محمدؐ صادق حسین صدیقی

دنیا میں بہت سے حادثات ہوتے۔ خدا کے نیک بندوں پر بڑی بڑی مصیبتیں آئیں۔ بزرگوں، پیغمبروں اور اولیاؤں کے امتحانات لئے گئے۔ لیکن جو مصیبت جگر گوشۂ رسول اللہ پر نازل ہوئی۔ جو صبر آزما امتحان آپ کا لیا گیا۔ مذہبی اور تاریخی دنیا میں اس کی نظیر آج تک نہیں ملتی۔ حضرت امام حسینؓ کی ولادت سے لے کر شہادت تک کے مفصل حالات صحیح تاریخوں سے اخذ کر کے نہایت سلیس اردو زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کے صبر واستقلال جرات وہمت اور بے کسی ومظلومی وبیچارگی کا مرقع ہیں۔ اس قدر زیادہ صحیح واقعات آپ کو کسی دیگر کتاب میں نہ مل سکیں گے۔ قاتلان حسینؓ کا عبرت ناک انجام بھی دکھایا گیا ہے۔ قیمت صرف پانچ روپے

جہانگیر بک ڈپو۔ نولکھا بازار۔ لاہور پاکستان

Marfat.com

آفتاب عالم

مصنفہ مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی

کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے؟؟

معصوم لڑکیوں کا حسرت ناک انجام، مظلوم عورتوں کی دردناک، تمدن عرب کا رحمۃ اللعالمین کی پیدائش سے قبل کے دل ہلا دینے والے واقعات۔ آپ کی بعثت کے بعد عرب کی کایا پلٹ ہونا۔ پرچم اسلام کا افق عالم پر لہرانا۔ آنحضور کی سیرت پاک پر بہترین کتاب، معراج مبارک کا ذکر، کفار کے مظالم سے تنگ آکر اسلامی قافلے کی روانگی حبشہ حضرت حمزہ کا ایمان لانا۔ کفار مکہ کا آنحضرت صلعم کے قتل کے لئے حضرت عمر کو نامزد کرنا۔ حضرت عمر کا آپ کے اخلاق حمیدہ سے متاثر ہو کر مشرف باسلام ہونا۔ کفار مکہ کی سراسیمگی متعدد جنگیں جن میں آنحضرت صلعم کی شرکت کے معرکہ نما کارہائے نمایاں وغیرہ کا مطالعہ کرنے کے لئے اس کتاب کو ضرور پڑھیں قیمت ۲ روپے

جہانگیر بک ڈپو، نولکھا بازار، لاہور

شہزادی عباسہ

یا

شیر بغداد

مصنفہ مورخ اسلام مولینا محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردھنوی

خلیفہ ہارون الرشید اور قیصر روم و یونان کی نہایت خونریز جنگ، خاندان برمک کا عروج و زوال، جعفر برمکی کے قتل کے واقعات، قیصر یونان کی فضیحت آمیز شکست، شیران اسلام کے تہلکہ خیز محاربات، عباسہ کے بہتان پر ایک لمبی تردید حسن و عشق کے لطیف نگروں میں ہیجان پیدا کرنے والے جذبات جن کا انداز بیان نہایت دلچسپ اور دل گداز واقعات سے لبریز ہے۔ مکمل کتاب تین حصوں میں

قیمت کامل کتاب پانچ روپے

پتہ جہانگیر بک ڈپو نولکھا بازار لاہور پاکستان

Marfat.com

سلطان صلاح الدین ایوبی

جنگ صلیب و ہلال

مصنفہ۔ مورخ اسلام مولانا محمد صادق حسین صاحب صدیقی

جو لڑائیاں بیت المقدس کے لئے لڑی گئیں۔ انہیں فرنگی مورخ محاربات صلیبی کہتے
...انہیں لڑائیوں میں سے ایک لڑائی سلطان صلاح الدین ایوبی کے ساتھ ہوئی جس
سلطان کے مقابلے پر انگلستان، جرمن، فرانس، اٹلی، ناروے اور دیگر تمام ملکوں کے عیسائی
...نا، مذہبی پیشوا پوپ، گرجاؤں کے پادری، نیز جاگیردار اور راجے تا نائٹ، نواب
...وں فوجیں اور بیشمار سامان حرب لے کر روانہ ہوتے۔ ساتھ ہی یورپ کی حسین و
...ل لڑکیاں بھی اس مقدس جنگ میں صلیبی مجاہدوں کی خدمت اور دشمنوں کو اپنے جادو کے
...ں سے اسیر کرنے کیلئے چلیں۔ اس جنگ کو جیتنے کیلئے پیشواؤں نے سب کچھ کرنے
...ز قرار دے دیا۔ اس جنگ کا کیا انجام ہوا جب اس لشکر کے شکست کی خبر یورپ پہنچ
...ام یورپ میں تہلکہ مچ گیا۔ پوپ اربن ثالث کو ایسا صدمہ ... پہنچا ... مر گیا

[illegible]

Marfat.com

کتاب کے جملہ حقوق بحق تصنیفی محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب قصد طبع نہ کرے (پبلشرز)

شیر دل خواتین اسلام

مصنفہ مولانا محمد صادق حسین صدیقی

جس میں

خولہ بنت ازور اسلامی بہادر حضرت ضرار کی ہمشیرہ جس کے مجاہدانہ کارناموں نے ملک شام میں تہلکہ مچا دیا۔ رابعہ بصری جو ہر بات کا جواب قرآن کی آیات سے دیتی تھیں۔ حضرت شہربانو جو معرکہ کربلا میں امام حسین کے ساتھ تھیں۔ بکارہ دختر قاعرب کی شعلہ بیان خاتون۔ زبیدہ خاتون جن کی سخاوت کا آج تک جواب نہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک خاتون کیلئے نہایت ضروری ہے۔ کوئی گھر اور مکان اس کتاب سے خالی نہیں رہنا چاہئے۔

ملنے کا پتہ
جہانگیر بک ڈپو نولکھا بازار لاہور پاکستان

قیمت تین روپے

DATA ENTERED